مسلمان فاتحین

ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان فاتحین

Marfat.com

Marfat.com

مسلمان فاتحین

ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

☎ 7310944-7231490

Marfat.com

ھماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

297.9924
ن ۲۲ م
109956

ضابطہ:۔

اشاعت اول :مئی 2004ء

اشاعت دوم :فروری 2007ء

مطبع :حاجی حنیف پرنٹرز لاہور

سرورق :ریاظ

قیمت :300 روپے

Marfat.com

انتساب

فاتح القلوب رسالتِ مآب

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

ابتدائیہ ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ 11

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 16

2- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 35

3- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 57

4- حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ 70

5- حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ 90

6- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ 102

7- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 115

8- حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ 129

9- حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ 134

10- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ 146

11- حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ 153

12- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ 160

13- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 168

14- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ 178

15- حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ 187

16- حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ 194

Marfat.com

17- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ 201
18- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ 208
19- حضرت القعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ 220
20- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ 227
21- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ 235
22- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 254
23- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ 266
24- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ 279
25- حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل 288
26- حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ 295
27- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ 308
28- عبدالملک بن مروان 319
29- ولید بن عبدالملک 328
30- حجاج بن یوسف ثقفی 331
31- قتیبہ بن مسلم 337
32- محمد بن مسلم 341
33- موسیٰ بن نصیر 345
34- طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ 351
35- عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ 355
36- ہشام بن عبدالملک 366
37- شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل 373
38- خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر 377
39- ابوجعفر منصور 380

Marfat.com

40- محمد بن منصور المقلب بہ مہدی 389
41- ہارون رشد بن مہدی 392
42- خلیفہ مامون الرشید بن ہارون 398
43- محمد معتصم باللہ بن ہارون 407
44- جعفر متوکل علی اللہ بن معتصم 412
45- المعز الدین اللہ بن اسماعیل 418
46- سلطان محمود غزنوی 425
47- سلطان صلاح الدین ایوبی 431
48- عماد الدین زنگی 443
49- نور الدین محمود زنگی 447
50- طغرل بک 453
51- الپ ارسلان 457
52- جلال الدین خوارزم شاہ 461
53- ظہیر الدین بابر 468
54- سلطان محمد فاتح 475
55- سلیمان عظیم الشان 480
56- خیر الدین پاشا باربروسہ 487

Marfat.com

کتاب ہذا میں کمپوزنگ وغیرہ کی کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزرے تو براہِ کرم ادارہ کو اطلاع فرما دیجئے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔ شکریہ

Marfat.com

ابتدائیہ

تاریخ اسلام میں عسکری زندگی کی ابتدا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہوئی۔ جزیرۃ العرب جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ فاتح اعظم رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا مکہ مکرمہ کی وادیوں سے نعرۂ توحید لے کر اُٹھے اور تیئس سال کی مختصر سی مدت میں ہر سو ایمان کی روشنی پھیلا دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت منصبِ رسالت پر بھی فائز تھے' سربراہ حکومت بھی تھے اور سپہ سالار اعظم بھی۔ آپؐ نے مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں مٹھی بھر مسلمانوں کے لشکر سے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ آغاز اسلام سے مشرکین' منافقین اور یہودیوں نے جی بھر کر اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے اور ہر ممکن طریقے سے اذیتیں پہنچائیں' مشکلات پیدا کیں' ظلم و ستم کیا' مسلمانوں سے معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا۔ انہیں قبیلہ بدر کیا اور پھر شہر بدر کیا۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہر میدان میں دشمنوں کے دانت کھٹے کیے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں غزوات میں مصروف رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بے سروسامانی میں آپؐ کا ساتھ دیا۔ آپؐ کی زیرِ قیادت مجاہدین کی جنگی تربیت بھی ہوتی رہی۔ مجاہدین جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر فتوحات حاصل کرتے رہے۔ ان سب کے کارنامے قابلِ ستائش ہیں۔ یوں تو ہر صحابی ایک فاتح تھا۔ ان شخصیات میں سے چند ممتاز ہستیوں کو منتخب کر کے ان کی سوانح حیات اور کارناموں کو لکھنے کی جسارت کی ہے۔ میں نے حتی الوسع واقعات اور حالات کی تکرار سے بچنے کی کوشش کی

Marfat.com

ہے۔

صحابی کا مطلب ہے ساتھی۔ وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ایمان لانے کے بعد آپؐ کے رفیق بنے' صحابہ رضی اللہ عنہم کہلائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے وقت دس سال کے تھے۔ انہوں نے ایک سو تین سال کی عمر میں بصرہ میں 93 ہجری میں وفات پائی۔ حضرت محمود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ایک سو نو سال اور حضرت ہرماس رضی اللہ عنہ نے ایک سو بارہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں آخری صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ تھے' جن کا انتقال 91 ہجری میں ایک سو سال کی عمر میں ہوا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کا انتقال 110 ہجری میں ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے آخری صحابی تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب جہاد کے وقت لوگ سوال کریں گے کہ تم میں کوئی صحابی ہے؟ پھر اس صحابی کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر زمانہ آئے گا جب لوگ پوچھیں گے کہ کیا کوئی صحابی کا صحابی ہے؟ پھر انہیں بھی فتح ملے گی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا' جب لوگ پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی صحابی کے صحابی کا دوست ہے؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شرکت سے برکت دے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور پھر چھ ماہ کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام خلیفہ ہوئے۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کے عہد کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔ خلفائے اربعہ راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ کے اصحاب رضی اللہ عنہ' حضرات حسنین رضی اللہ عنہما' اصحاب بدر و اصحاب بیعت الرضوان سب قطعی جنتی ہیں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ کوئی ولی کتنے ہی مرتبہ کا ہو' کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا۔ وہ سب بہادر مجاہدین اور مختلف معرکوں کے فاتحین تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ منہاج نبوت پر تیس سال تک خلافت راشدہ رہی۔ خلفائے راشدین' خلفائے بنی امیہ'

Marfat.com

خلفائے عباسیہ، خلفائے زیدیہ اور خلفائے عبیدیہ کے ادوار کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دوسرے بہادر اور جنگجو مسلمانوں نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ انہوں نے میدانِ کارزار میں قابلِ آفریں کارنامے دکھائے ہیں۔ انہوں نے اپنی آنے والی نسلوں کو بھی بہادری سے عسکری تربیت دی تاکہ دشمنان اسلام کا ضرورت کے وقت مقابلہ کرسکیں۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو پانچواں خلیفہ راشد بھی کہتے ہیں۔

مہاجرین میں سابقون الاولون کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، اس کے بعد انصار کے سابقون الاولون اور پھر اس کے بعد آنے والے مسلمان۔ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور جہاد کیے، وہ ان لوگوں سے زیادہ بلند ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کرکے خطار اجتہادی واقع ہوئی تھی مگر انہوں نے بالآخر رجوع فرمالیا تھا۔ مسلم فاتحین وہ عالی المرتبت ہستیاں تھیں جو حربی میدان میں جذبۂ ایمانی اور عسکری صلاحیتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئیں۔ وہ اعلیٰ درجے کے سپہ سالار، حکمران اور مجاہدین تھے۔ ان کی عظمت کے سامنے بڑے بڑے بادشاہوں کی گردنیں جھک گئیں۔ عہدِ نبوی رضی اللہ عنہ کے جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد آگے چل کر ان جانباز اور نامور فاتحین کے کارنامے سامنے آئے ہیں، جنہوں نے تاریخ اسلام میں اپنا لوہا منوایا۔ انہوں نے عسکری برتری، جرات، شجاعت، خواد اعتمادی اور جذبہ ایمان و جہاد کی وجہ سے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان بہادر اور جنگ جو سور ماؤں نے جن نامساعد حالات میں بغیر وسائل کے ضرب وحرب کے وہ شاندار کارنامے دکھائے کہ ان کے تصور ہی سے شدت جذبات سے کپکپی لگ جاتی ہے اور دل ان کی بہادری پر عش عش کر اُٹھتا ہے۔ کئی موقعوں پر راہ اسلام میں لڑنے والوں کی تعداد بہت قلیل ہوتی تھی مگر اسلامی جذبہ سے بھرپور یہ لوگ بڑے لشکروں سے ٹکرائے مگر اپنا سر نہیں جھکایا اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور مخالفین کو ناکام کردیا۔

میں نے ہر فاتح کے ساتھ اس سے متعلق احادیث وروایات بھی قلم بند کی ہیں تاکہ

Marfat.com

تعلیمات، اخلاقیات اور اسلامیات سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں جن کے ناموں سے زیادہ تر احادیث منقول ہیں۔ خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے ملاحظہ فرمایا کہ احادیث اگرچہ تحریری شکل میں موجود ہیں مگر کتابی شکل میں باقاعدہ نہیں ہیں۔ تدوین احادیث کے اول محرک حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ہیں جنہوں نے 99 ہجری میں پہلی مرتبہ احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سارے ملک سے احادیث جمع و مرتب ہو کر دارالخلافہ پہنچیں۔ اس وقت تک پانچ ہزار کے لگ بھگ احادیث جمع ہوئی تھیں۔ ان کی ترتیب و تدوین کا کام حجاز اور شام کے مشہور عالم دین امام زہری مدنی نے کی۔ پہلی صدی میں تدوین کا کام مکمل ہو چکا تھا مگر کتابی شکل میں آنے سے پہلے خلیفہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ احادیث جمع کرنے کا سلسلہ ڈیڑھ سو سال تک جاری رہا۔ 150 ہجری سے لے کر 256 ہجری تک تحریر کے لحاظ سے تدوین ہوئی۔ حدیث کی پہلی کتاب موطا ابن مالک اس دور میں مرتب ہو چکی تھی۔ ان میں موطا امام مالک صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیحین ہیں اور دوسرے طبقے میں ترمذی ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ کو سیاح ستہ کہا جاتا ہے۔ (بحوالہ تدوین، احادیث، اردو ٹائمز نیو یارک 27 ستمبر 2001ء مصنف شفیع اللہ وارثی)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آغاز اسلام ہی سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم سینہ سپر تھے جو اسلام کی صداقت کی حمایت کر رہے تھے۔ وہ لوگ جوان تھے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت جعفرؓ بن ابی طالب، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی عمریں قبول اسلام کے وقت بیس سال سے کم تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی عمر بیس اور تیس سال کے درمیان تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمر تیس اور پینتیس سال کے درمیان تھی۔ ان میں سب سے زیادہ عمر حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی جو اڑتیس برس کے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی عمر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھی۔ صرف حضرت عبیدہؓ بن حارث کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھی۔

اس کتاب کو تصنیف کرنے کے لئے الحمد پبلشرز کے پروپرائیٹر جناب صفدر حسین صاحب محرک رہے ہیں۔ میں اپنی کاوش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں قارئین مجھے اپنی آراء سے آگاہ فرما کر حوصلہ افزائی اور رہنمائی کریں اور میری کوتاہیوں کو درگزر کریں۔

میں جناب عمر زمان کا تہہ دل سے مشکور ہوں، جنہوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر اس کتاب پر نظر ثانی کی۔

اس کتاب کی ترتیب اور تدوین کے لئے میں جناب فقیر احمد پراچہ، جناب منظور احمد پراچہ، جناب اختر بلند (کوہاٹ)، محترم مہناز عباسی، جناب انور عباسی، محترمہ نسیم اختر (شکاگو)، ڈاکٹر غلام رسول بزاز و ڈاکٹر عمیرہ ناز (فلوریڈا) سید شاکر حسن، محترمہ جبین، محترمہ ستارہ سرفراز اور محترمہ شاہانہ ممتاز احمد، محترمہ روفیہ رحمان (ٹیکساس) ڈاکٹر محسن کلیم (مشیگن) ڈاکٹر ظفیر برکی (الابامہ) ڈاکٹر مہمد رمضان جاوید (ورجینیا) ایئر کموڈور جناب نبی بخش پراچہ (سعودی عرب) جناب عبدالودود پراچہ، جناب حامد بخش پراچہ اور جناب مسعود الحسن پراچہ (سینٹ لوئیس) کا خصوصی ممنون ہوں۔

ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ

188 - اورنگ زیب بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے قبیلہ تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش سال عام الفیل سے اڑھائی سال بعد اور ہجرت نبویؐ سے پچاس سال پہلے ہوئی۔ ان کے والد کا نام عثمان بن عامر اور ان کی کنیت ابوقحافہ تھی۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت ام الخیر تھی۔ والدین نے بیٹے کا نام عبدالکعبہ رکھا۔ ان کے والدین کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ عبدالکعبہ کی کنیت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پیشہ تجارت تھا اور اسی سلسلے میں یمن اور شام کے ممالک میں اکثر جایا کرتے تھے۔ ابوقحافہ کا شمار روسائے مکہ میں ہوتا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ کے شرفا اور معززین میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اللہ کا دیا بہت کچھ تھا' اس لئے زندگی بڑے آرام اور سکون سے گزرتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک شریف النفس اور فیاض شخص تھے۔ قبیلہ قریش کے اشفاق کے مسئول تھے۔ انہیں شروع ہی سے شراب نوشی سے نفرت تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کئی دفعہ تجارت کے لئے اکٹھا سفر کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گاڑھی چھنتی تھی۔ خصوصاً جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کے بعد حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے گھر مستقل طور پر منتقل ہو گئے تھے اور ان کا مکان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے محلے میں تھا' دونوں کا زیادہ تر وقت ساتھ ساتھ گزرتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے آپؐ سے بہت انس تھا۔ وہ حضرت محمد صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے اس قدر متاثر تھے کہ بعثت کے بعد جب آپ ؐ نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے بلاچوں چرا کیے فوراً قبول کرلی۔ وہ دنیا میں پہلے بالغ مرد تھے' جو ایمان لائے۔ مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا لیکن وہ اپنی کنیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ وہ اول المسلمون میں سے تھے۔ بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ نے سب سے اول اسلام قبول کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبائل کے حسب ونسب جاننے میں ماہر تھے۔ مکہ مکرمہ کے لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ وہ ان کے حسن اخلاق سے گرویدہ تھے۔ لوگوں کا ان پر مکمل طور پر اعتماد تھا اور وہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دل و جان سے چاہتے تھے' اس لئے انہوں نے بغیر جھجک دین اسلام کو قبول کرلیا۔ انہوں نے آہستہ آہستہ اپنے عزیز و اقارب میں تبلیغ اسلام شروع کی۔ ان کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ یہ سب حضرات عشرہ مبشرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص مسلمان ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اسلام قبول کرتے وقت چالیس ہزار درہم تھے۔ انہوں نے راہ اسلام میں اپنی دولت خرچ کرنا شروع کردی۔ مکہ مکرمہ کے بہت سے لوگوں کے پاس زرخرید غلام ہوا کرتے تھے۔ ان غلاموں میں سے اگر کوئی مسلمان ہوجاتا تو اس پر تشدد کیا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کرنے لگے۔ ان غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت عامرؓ بن فہیرہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی والدہ حمامہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ' حضرت ام عبیس رضی اللہ عنہ' حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہ' حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

Marfat.com

لبینہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جاریہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان غلاموں پر کوئی احسان تک نہ جتاتے تھے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر جی بھر کر ظلم ڈھائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے مظالم کا نشانہ بنے مگر وہ اپنے دین پر قائم رہے۔ کفار نے معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا تو مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔ غرض ہر تکلیف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا ساتھ دیا۔ وہ تین سال تک گرمی' بھوک' پیاس اور فاقوں کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ اسی دوران ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی کم سن بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔

جب ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خفیہ طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ سے نکلے۔ آغاز اسلام کے وقت جو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اب صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔ انہوں نے وہی رقم ساتھ لے لی۔ انہوں نے مکہ مکرمہ سے نکل کر پہلا پڑاؤ غار ثور میں کیا۔ وہاں وہ تین دنوں تک چھپے رہے۔ غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کھانا پہنچا دیتی تھیں۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مشرکین کی تازہ خبریں انہیں پہنچاتے تھے۔ مشرکین چارسو انہیں تلاش کر رہے تھے۔ ایک دفعہ تو کفار مکہ ان کی تلاش میں غار تک پہنچ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر پوچھا "اب کیا ہوگا؟"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"گھبراؤ نہیں' اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اس لئے انہیں یارِ غار بھی کہتے ہیں۔ تین دنوں کے بعد مشرکین تلاش بسیار کے باعث مایوس ہو کر تمام راستوں سے ہٹ گئے تو وہ دونوں غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی

Marfat.com

جانب روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا آزاد کردہ غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ اور رہبر عبداللہ بن اریقط بھی تھے۔ راستے میں لوگ سوال کرتے کہ ان کے ساتھ دوسرا سوار کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

''آپؐ ہمارے رہنما ہیں''

خدا خدا کر کے سفر کٹا اور وہ مدینہ منورہ کے قریب قبا پہنچے۔ وہ کلثوم بن ہدم کے مہمان ہوئے۔ قبا میں دوران قیام انہوں نے مسجد قبا تعمیر کی۔ اس کے بعد وہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محلّہ سخ میں حضرت زید بن خارجہ بن ابی زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ بعد میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھلا اور وسیع میدان مسجد کی تعمیر کے خیال سے پسند فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے اس زمین کی قیمت دے کر خرید لیا۔ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس تعمیر میں کام کیا۔ مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مہاجرین مکہ کی رہائش کے لئے حجرے بنائے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لئے ایک مکان تیار کیا۔ اس مکان کا دروازہ مسجد نبویؐ میں کھلتا تھا۔ یہ مکان کچی اینٹوں کا تھا اور اس کی چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں کی بنی ہوئی تھی۔ جب مکان مکمل ہو گیا تو انہوں نے مکہ مکرمہ سے اپنے اہل وعیال کو بلوا کر اس مکان میں آباد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ اپنی زوجہ حبیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اور روزانہ وہاں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آتے تھے۔ انہوں نے اپنا کاروبار بھی شروع کر دیا۔

مکہ مکرمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد تیرہ برس تک رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بھی آپؐ کے ساتھ وہ دس برس رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسئلے پر ان کی رائے لیتے تھے۔ مدینہ منورہ میں وہ شب و روز تبلیغ اسلام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک

Marfat.com

تک تمام غزوات میں آپ ؐ کا ساتھ دیا۔

2 ہجری میں غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار اسیر ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے قبول فرمائی (مسلم) اس کے بعد غزوۂ احد میں آخر وقت تک آپ ؐ کے ساتھ رہے۔ لڑائی کے بعد کفار میدان جنگ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تعاقب کرنے والے دستے میں شامل تھے۔ غزوہ احد میں شامل تھے۔ غزوہ احد میں پہاڑی پر ابوسفیان نے آ کر پکارا کہ "کیا حضرت محمد ؐ ہیں؟" جب جواب نہیں ملا تو پھر پوچھا "کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں؟" اس سوال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ اور اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ غزوہ خندق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دستے کے سپہ سالار تھے۔ اس مقام پر مسجد صدیق رضی اللہ عنہ تعمیر کی گئی ہے۔ غزوۂ بنونضیر، غزوۂ بنی المطلق اور غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معاہدۂ حدیبیہ اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہوئے۔ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر میں حصہ لیا۔ وہ پہلے دن جنگ میں امیر لشکر تھے۔ اسی سال سریہ بنی کلاب اور بنوفزارہ کی سرکوبی کے لئے گئے اور کامیاب ہو کر لوٹے۔ 8 ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوۂ مکہ میں شامل تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر وہ اپنے بوڑھے اور ضعیف والد ابوقحافہ بن عامر کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

"ان کو مکان پر رہنے دیا ہوتا، میں خود ان کے پاس چلتا"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا

"انہی کو آپ ؐ کے پاس آنا چاہئے تھا"

ابو قحافہ ایک معمر انسان تھے اور ان کی آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی تھی۔ وہ

Marfat.com

مشرف بہ اسلام ہوئے ان کا انتقال ستانوے برس کی عمر میں ہوا۔ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنگ میں شریک ہوئے۔ اس میں مسلمانوں کا مقابلہ بنو ہوازن سے تھا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ وہ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ غزوۂ حنین کی فتح کے بعد محاصرۂ طائف میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ محاصرے کے دوران حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن محجن کا تیر لگا' جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ بعد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ' تذکرہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ) راہ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی دی۔

9 ہجری میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔ اس وقت بیت المال میں کمی کی وجہ سے جنگی لشکر کے لئے تنگی تھی۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو انفاق فی سبیل اللہ کے لئے کہا۔ سب لوگ حسب توفیق مال و زر بیت المال میں جمع کرانے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ اور مال لا کر ڈھیر کر دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا

''تم نے اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

''ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہے''۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ ص 129)

غزوۂ تبوک میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شام کی سرحد پر فوجیں نہیں ہیں۔ وہاں سے بغیر جنگ لڑے کامیاب واپس آئے۔ ظطبقات' ابن سعید)

9 ہجری میں ہی نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر ان کی سربراہی میں تین سو مسلمانوں کا قافلہ حج کے لئے روانہ کیا۔ ان کی روانگی کے بعد سورۃ برات نازل ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا کر وہ مکہ جا کر اعلان کریں۔

10 ہجری میں حجتہ الوداع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپؐ کے ہم رکاب تھے۔ آپؐ کے ہمراہ مسلمان جوق در جوق آ کر شامل حج ہوئے۔ حجتہ الوداع میں کوئی سوا لاکھ کے قریب مسلمان تھے۔ آخری خطبہ میں جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا''

اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ نبوت کا کام ختم ہو چکا ہے اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کی طرف واپسی ہے۔ وہ شدت جذبات سے رو پڑے۔ اس سفر سے واپس آنے کے بعد ایک خطبہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا اس بندے نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے''۔

آپؐ کا یہ بیان سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت روئے کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ آپؐ نے جس بندے کا ذکر کیا تھا وہ خود ہیں۔

حجتہ الوداع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے تھے۔ آپؐ ضعف کی وجہ سے مسجد جانے سے معذور ہو گئے تھے تو آخری چند روز آپؐ ہی کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں امامت کی۔ 12 ربیع الاول 11 ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ صبح کے وقت آپؐ کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی، اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخ چلے گئے تھے۔ جب لوٹے تو وہاں کہرام برپا تھا۔ وہ سیدھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرے میں گئے اور چادر ہٹا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا۔ انہوں نے آپؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا۔

''آپؐ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی۔ وہ موت جو آپؐ کے لئے مقدر تھی اس کا مزا چکھ لیا، اسکے بعد اب پھر کبھی موت نہ آئے گی''۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبویؐ میں چلے گئے۔ وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تلوار ہاتھ میں لئے جوش سے چلا رہے تھے کہ اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی بات کی تو وہ اس کی گردن اڑا دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق انہیں خاموش کرانا چاہتے تھے مگر وہ ناکام رہے۔ اس لئے انہوں نے مسجد میں ایک طرف کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ انہوں نے فرمایا۔

''اگر لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو واقعی آپؐ مر گئے ہیں اور اگر خدا کو پوجتے تھے تو بیشک وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر سب لوگ مطمئن ہو گئے۔

☆

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رسولِ خدا ہونے کے ساتھ اوّلین اسلامی ریاست کے سربراہ بھی تھے لہٰذا حضورؐ کے وصال کے بعد فوری طور پر ان کے جانشین کا انتخاب ضروری تھا۔ ابھی تجہیز و تکفین بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مدینہ منورہ کے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے اپنے تئیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد کر لیا۔ یہ اطلاع جب مسجد نبویؐ میں پہنچی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سقیفہ بنی ساعدہ فوراً پہنچے۔ وہاں ابھی اجلاس ہو رہا تھا۔ کافی بحث و مباحثہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت دھیمے لہجے میں انصار سے خطاب کیا اور انصار کے محاسن کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ عرب لوگ بغیر قریش کے کسی اور کی خلافت قبول نہیں کریں گے اور یوں بھی مہاجرین زیادہ مستحق ہیں۔ آخر کار بحث کو ختم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام تجویز کرتے ہوئے کہا کہ دونوں یہاں پر موجود ہیں' ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیں۔ یہ سن کر وہ دونوں بولے ''آپ، ہمارے سردار ہیں اور ہم سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے''۔

Marfat.com

یہ کہتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کرلی۔ ان کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر تمام حاضرین باری باری بیعت کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے بیعت نہیں کی اور خاموشی سے اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ وہ اس کام سے فارغ ہو کر واپس آئے، تب تجہیز و تکفین کا کام مکمل ہوا۔ ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی مگر چھ ماہ بعد انہوں نے بھی بیعت کرلی۔ دوسرے دن مسجد میں سب لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد مسجد میں لوگوں سے خطاب کیا۔

''لوگو! مجھے آپ کا امیر بنایا گیا ہے۔ مجھے کبھی امیر بننے کی نہ خواہش تھی اور نہ ہی ایسا کوئی لالچ تھا۔ میں آپ سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو تم میرے ساتھ تعاون کرنا اور اگر برائی کی طرف جاؤں تو میری اصلاح کرنا۔ جو آپ میں کمزور ہے وہ میرے لئے قوی ہے۔ انشاءاللہ اس کا حق دلواؤں گا اور جو تم میں قوی ہے وہ میرے لئے کمزور ہے، اس سے حق لے کر چھوڑوں گا۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو آپ میرے اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ آپ پر رحم کرے۔

☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے۔ اس لئے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی انہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں غزوۂ موتہ کا بدلہ لینے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک اسلامی لشکر تیار کیا تھا۔ آپؐ کی علالت کی وجہ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رک گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو مہم پر روانہ کیا۔ یہ لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے انیس دن بعد شام کی طرف روانہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے الوداع کہنے خود تشریف لے گئے۔ وہ کچھ دیر تک لشکر کے ساتھ پیدل چلتے رہے حالانکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

انہیں اپنا گھوڑا پیش کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''غازی کو خدا کی راہ میں ایک ایک قدم کے بدلے سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور سات سو گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اگر میں خدا کی راہ میں تھوڑا چلوں تو کیا ہرج ہے؟''

اسلامی لشکر چالیس دنوں کے بعد کامیاب و کامران واپس آیا۔ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود فاتح لشکر کا استقبال کیا اور خوشی منائی۔ اس دوران بہت سے قبیلوں کی طرف سے سرکشی اور بغاوت کی خبریں آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ذوالقصہ کے مقام پر گیارہ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر دستے پر ایک سربراہ مقرر فرمایا۔ انہوں نے باغی قبیلوں کی سرکوبی کے لئے انہیں روانہ کیا۔ ذوالقصہ جو مدینہ منورہ سے بارہ میل دور ہے، وہاں پر خود سپہ سالار اعظم بن کر انہوں نے تمام دستوں کو گردونواح روانہ کیا۔ اس دوران مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا جانشین حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام باغی قبائل کو شکست دے کر حالات پر قابو پایا۔ اب انہیں خلافت کو چلانے کے لئے پوری توجہ کی ضرورت تھی۔ سب سے پہلے ان کے سامنے تین بڑے مسائل تھے۔

1۔ مدعیان نبوت کا استیصال

2۔ منکرین زکوٰۃ

3۔ مرتدین

ان مسائل کو حل کرنا ان کی اولین کوشش تھی۔ ان مسائل میں سب سے بڑا اور خطرناک مسئلہ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا تھا۔ یہ مسئلہ آپ ؐ کی زندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مراسلہ ارسال کیا تھا کہ وہ بھی نبوت میں برابر کا شریک ہے۔ اس نے چالیس ہزار کا لشکر تیار کر رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ وہ بنی حنیفہ کا سردار تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ بن

Marfat.com

ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی کمک دے کر روانہ کر دیا گیا۔ دونوں لشکر یمامہ پہنچے۔ ان کا مقابلہ عقربار کے مقام پر ہوا۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مسیلمہ بھی ابھی فوج کو لڑنے کے لئے جوش دلا رہا تھا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں وحشی نے شہید کیا تھا۔ اب اسی وحشی نے مسیلمہ کذاب کو میدان جنگ میں لڑ کر قتل کر دیا۔ مسلمانوں کو بالآخر فتح ہوئی۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے لشکر میں اس سے اکیس سو آدمی مارے گئے۔ بارہ سو مجاہدین شہید ہوئے جن میں اکثریت قرآن مجید کے حافظوں کی تھی۔ اس معرکہ کو ''معرکہ رزم'' کہا جاتا ہے۔

بنی اسد کا سردار طلیحہ نبوت کا دعویدار تھا۔ اس نے اپنے ساتھ بنی طے اور بنی غطفان کے لوگوں کو ملا لیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس مہم کو ''نمونہ آشتی'' کہا جاتا ہے۔

یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قبیلہ انبا کے ایک شخص فیروز نے اسود عسنی کو قتل کر دیا۔ ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا نام سجاح بنت حارثہ تمیمہ تھا۔ مسیلمہ اور سجاح دونوں نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے آپس میں شادی کر لی تھی اور اس طرح اپنی قوت کو بڑھانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جب میدان جنگ میں وحشی نے مسیلمہ کذاب کو ہلاک کر دیا تو اس کی زوجہ سجاح بنت حارثہ فرار ہو کر لاپتہ ہوگئی۔ ایک روایت کے مطابق وہ بصرہ پہنچی اور وہیں فوت ہوئی (تاریخ یعقوبی) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے مل کر نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا قلع قمع کر دیا۔

دوسرا بڑا مسئلہ منکرین زکوٰۃ کا تھا۔ یہ وہ مسلمان تھے جو دین اسلام کی ہر بات قبول کرتے تھے مگر زکوٰۃ دینے کے منکر تھے۔ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ توحید و رسالت قبول کرنے والوں کے خلاف جہاد نہیں کیا جا سکتا اس لئے ان کو زکوٰۃ کی چھوٹ دی جائے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''ہر وہ شخص جو شریعت کے کسی رکن کی خلاف ورزی کرے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا چاہے وہ ایک بکری کا بچہ ہی کیوں نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا جاتا تھا اسے کوئی دینے سے انکار کرے''۔

ان کی اس تنبیہہ کا خاطر خواہ اثر ہوا اور زکوٰۃ کے منکرین نے بیت المال میں زکوٰۃ جمع کرانا شروع کردی۔

تیسرا بڑا مسئلہ مرتدین کا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے سردار مرتد ہو گئے تھے۔ درحقیقت یہ اسلامی حکومت کے باغی تھے۔ نعمان بن منذر نے بحرین میں اور لقیط بن مالک نے عمان میں سر اٹھایا۔ اسلامی لشکر نے بحرین' عمان' جیرہ' حضرت موت اور کندہ کے مرتدین کا خاتمہ کیا۔ باقی کے لوگ بنی اس' بنی تمیم اور بنی حنیفہ کا انجام دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مرتدین کے خاتمے کی مہمات میں علاء بن حضری رضی اللہ عنہ (بحرین) حذیفہؓ بن محص (عمان) اور زیاد صلی اللہ علیہ وسلم بن بعید (کندہ) نے حصہ لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سب قائل نے دین اسلام قبول کرلیا۔ (تاریخ طبری ص 1863)

☆

فتوحات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک کے اندرونی خلفشار سے فارغ ہونے کے بعد بیرونی ممالک اور طاقتوں کی طرف دھیان دیا۔ عرب کے مشرق میں ایران اور مغرب میں روم دونوں سے ان کی نہیں بنتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطمینان نہیں تھا اور وہ ان ممالک سے حملوں کی توقع کر رہے تھے۔ اس اثنا میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دیگر مہمات سے فارغ ہو چکے تھے۔ ملک ایران کا ایک صوبہ عراق تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبیلہ وائل کے سردار مثنیٰ بن حارث کو عراق کی مہم کے لئے مقرر کیا اور ان کی کمک کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ تخت کیانی پر اس وقت پوران وخت کا قبضہ تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید بالقیا اور کسکر کو فتح کرتے ہوئے آگے

Marfat.com

بڑھے۔ عراق پر ایرانی حاکم ہرمز مقرر تھا۔ وہ اپنی فوج لے کر مقابلے میں نکلا۔ مقابلے میں ہرمز کا خاتمہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہرمز کا تاج حضرت خالدؓ بن ولید کو انعام میں دے دیا۔ ایران کے بادشاہ نے ہرمز کی مدد کے لئے قارن کی سربراہی میں فوج بھیجی۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے قارن کو ہلاک کر دیا۔ اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی موت کی گھاٹ اتارے گئے تھے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

ایرانیوں کے اس طرح ہلاک ہونے اور شکست کھانے کی خبر سن کر ایران کے شہنشاہ اردشیر کو سخت طیش آیا۔ وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے دو بڑے لشکر دو سپہ سالاروں اندرزگر اور بہمن جادویہ کی زیر قیادت روانہ کئے۔ زبردست جنگ ہوئی اندرزگر شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گیا۔ عیسائی عربوں نے بہمن جادویہ کا ساتھ دیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حیرہ کو محصور کر لیا۔ اہل حیرہ نے ایک لاکھ اور نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ دینے کا معاہدہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حیرہ میں حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بہرام چوبیں اور عقبہ کے مقابلے کے لئے آگے بڑھتے ہوئے عین التمر پہنچے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن ابی ہلال التمری کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ بہرام میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فتحیاب ہوئے۔

☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم کو دومتہ الجندل کی مہم پر بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان کی مدد کے لئے فوج کے ساتھ پہنچے۔ مقابلے میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا سربراہ جودی مارا گیا۔ بنی کلب کے لوگوں کو ایک مسلمان عاصم پناہ دے چکا تھا۔ اس لئے اس قبیلے کو چھوڑ کر باقی قبائل کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد اسلامی فوج نے عیسائی عربوں کے ساتھ مصیح میں جنگ لڑ کر انہیں شکست دی۔ شام، عراق اور حیرہ کی سرحدیں فراض پر ملتی ہیں۔ اس جگہ رومیوں،

Marfat.com

ایرانیوں اور عیسائی عربوں نے یکجا ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور دشمن کی فوجیں تباہ ہو گئیں۔

ملک شام سلطنت روم کا ایک صوبہ تھا۔ اہل شام مسلمانوں کے دشمن تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحد پر خالد بن سعید کو حفاظت کے لئے مامور کیا ہوا تھا۔ اس نے رومیوں کی نقل و حرکت دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اجازت سے سرحد پر ان کا مقابلہ کر کے انہیں بحرہ مردار تک پیچھے دھکیل دیا۔ ان کی مدد کے لئے عکرمہ بن ابوجہل ایک لشکر کے ساتھ بھیجا گیا تھا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے مسلمانوں کو رومی جرنیل ماہان شکست دے چکا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اپنے لشکروں کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان سب کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔ یہ سب لشکر یرموک میں جمع ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی مثنیٰ کو چھوڑ کر شام میں اسلامی لشکر کی کمک کے لئے چلے گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بصریٰ (جو دمشق کے قریب کا علاقہ ہے) پہنچ کر دشمن کو شکست دی۔ پھر اجنادین فتح ہوا۔ اس کے بعد یرموک پہنچے۔ ابھی جنگ یرموک نہیں چھڑی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

☆

یمامہ کی لڑائی میں قرآن مجید کے بہت سے حافظ شہید ہو گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر یہ احساس ہوا کہ قرآن مجید کی تمام آیات کو اکٹھا کر کے اسے کتابی صورت دے کر محفوظ کیا جائے۔ ان کی تحریک پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی کے سپرد کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں سورتوں کے نام اور ترتیب کا کام ہو چکا تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود بھی حافظ قرآن تھے۔ انہوں نے اس کے مختلف اجزاء کاغذ، کھجور کے پتوں اور چمڑے پر لکھے ہوئے جمع کئے اور سپاروں کی شکل میں لکھ کر پہلا مکمل کتابی نسخہ

Marfat.com

تدوین کیا اور اس کا نام مصحف رکھا۔ یہ قرآن مجید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کی تحویل میں رہا۔

☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 12 ہجری میں حج کیا۔ ان کی غیر موجودگی میں خلافت کا کام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سنبھالا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ملک کے دس حصے کر کے ہر حصے کا ایک گورنر مقرر کیا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں عتاب بن اسید' طائف میں عثمان بن ابی العاص' صغاء میں مہاجر' حضرت میں زیاد بن لبید انصاری' خولان میں یعلی بن منیہ' زبید و رمع میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جند میں حضرت معاذؓ بن جبل' بحرین میں علاء حضرمی رضی اللہ عنہ' نجران میں حضرت جریرؓ بن عبداللہ' دومتہ الجندل میں عیاض بن غنم کو مقرر کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خزانہ کا مہتمم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کتابت کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیالیس احادیث مروی ہیں وہ علم نساب اور تعبیر رویا کے ماہر تھے۔

شادیاں اور اولاد:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیوی بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے دو شادیاں مکہ مکرمہ میں اور دو مدینہ منورہ میں کی تھیں۔

ان کی پہلی زوجہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ وہ بنو عامہ سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے طلاق ہوگئی تھی۔ اس کے بطن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی عشرہ مبشرہ کے حضرت زبیرؓ بن عوام سے ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ محاصرۂ طائف میں گھائل ہو کر شہید ہوئے تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کا نام ام رمان رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے جنم لیا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین بنیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تیسری شادی حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کے بطن سے حضرت ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ جن کی شادی عشرہ مبشرہ کے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں چوتھی شادی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان کے بطن سے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جن کی پرورش حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد ان کی بیوی حضرت اسماء سے حضرت علیؓ نے شادی کر لی تھی)۔

حلیہ اور عادات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک سنجیدہ' بردبار اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا قد درمیانہ' بلند پیشانی' گھنگھریالے بال' اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں اور دبلا چہرہ تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔ ان کا رنگ کھلا ہوا تھا۔ کمر جھکی ہوئی اور جسم دبلا پتلا تھا۔ ان کی آواز پُرسوز تھی اس لئے ان کا لقب اواہ بھی تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ ان کی خوراک بہت سادہ تھی۔ وہ بہت عاجزی سے نماز پڑھتے تھے اور عبادت کرتے وقت بے اختیار رو پڑتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حلیم الطبع دیانت دار' سچے اور رقیق القلب انسان تھے۔ عتیق اور صدیق ان کے القاب تھے۔ کم سخن تھے۔ محلّہ والوں کے کام کرتے تھے۔ غریبوں کی مدد کرتے تھے اور بیماروں کی تیمارداری کرتے تھے۔ وہ بہت فیاض اور ہمدرد شخص تھے۔ مہمان نواز تھے۔ مصیبت کے وقت دوسروں کے کام آتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ انہوں

Marfat.com

نے بلا تامل دین اسلام قبول کیا تھا۔ ہجرت نبویؐ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ وہ آپؐ کے ساتھ تین دن غار ثور میں رہے۔ انہوں نے اپنی تمام دولت راہ اسلام میں خرچ کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدیق کے لقب سے نوازا تھا۔ انہوں نے مسجد نبویؐ کے لئے اپنی جیب سے زمین خریدی۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ انہوں نے قرآن مجید کو یکجا کر کے اس کا نام مصحف رکھا۔ انہوں نے سب سے پہلا بیت المال بنوایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور اپنی آخری نماز ان کے مقتدی ہو کر ادا کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوت ہونے سے پہلے جانشین مقرر کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ میں کھلنے والی تمام کھڑکیوں کو' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کی کھڑکی کو چھوڑ کر بند کرنے کا حکم دیا۔ وہ ثانی اثنین تھے۔ فوت ہونے کے بعد انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔

وفات: ہجری کا تیرھواں سال تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل کے بعد بخار ہوا۔ پندرہ دن کی علالت کے بعد وہ اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ انہیں اپنا جانشین مقرر کرنے کا خیال آیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام تجویز جانشینی کے لئے تجویز کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر وصیت نامہ لکھوایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 22 جمادی الثانی 13 ہجری بمطابق 23 اگست 634 بروز دوشنبہ مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی زوجہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے غسل دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مل کر قبر میں اتارا۔ انہیں اسی رات دفن کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت سوا دو سال تھا وہ پہلے خلیفہ تھے۔

Marfat.com

☆

فضائل ومناقب:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے تھے ''باہم قطع تعلق مت کرو۔ آپس میں بغض مت رکھو۔ حسد سے بچتے رہو اور بھائیوں کی طرح رہو جیسا کہ تم کو اللہ کا حکم ہے۔ اللہ پر توکل اور خوف الٰہی ان کا شیوہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام دنیا کے لوگوں میں سے افضل ہیں۔ آپؐ نے انہیں جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا۔ انہیں جنت کی بشارت دی اور بتایا کہ جنت کے تمام دروازوں سے انہیں بلایا جائے گا اور فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوں گے۔ تاریخ الخلفاء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عاجزی کا ذکر یوں کیا گیا ہے کہ وہ ایک باغ میں گئے۔ جہاں ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا کہنے لگے' کاش میں تجھ سا ہوتا کہ آخرت میں حساب نہ دیتا یا کاش میں کوئی درخت یا گھاس ہوتا کہ مجھ کو کاٹ دیا جاتا یا کوئی جانور کھا لیتا۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو سنا ڈالیں لیکن فوراً انہیں احساس ہو گیا اور فرمایا کہ وہ بھی اسے سنا ڈالے تا کہ حساب برابر ہو جائے مگر اس نے انکار کر دیا۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ خفا ہو گئے تو اللہ کا رسولؐ خفا ہوگا اور وہ خفا ہو گئے تو اللہ خفا ہوگا''۔ وہ آپؐ کی خدمت میں گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا ماجرا سنا اور فرمایا ''ٹھیک ہے' تجھے یوں کہنا چاہئے کہ ''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ' اللہ تمہیں معاف کرے''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا بہت صدمہ ہوا اور اسی غم کی وجہ سے ان کی صحت گرتی گئی حتیٰ کہ ان کا آخری وقت آن پہنچا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت لگاؤ تھا۔ آپؐ ان کا مال اپنا مال سمجھ کر بے تکلفی سے خرچ کرتے تھے آپؐ نے فرمایا ''ہم پر جس کا بھی احسان تھا' ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا ہے۔ البتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا احسان ایسا ہے کہ اس کا

Marfat.com

بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت میں چکائے گا''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دین اسلام سے بہت محبت تھی۔ جب تک ان کا بیٹا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کافر رہا' اسے ناپسند کرتے تھے بلکہ غزوہ میں تلوار اٹھا کر ان کے مقابلے میں جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سابق الایمان تھے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی نشہ نہیں کیا تھا۔[۱] وہ ہمیشہ شراب نوشی۔ زنا' جوا اور بت پرستی سے بچتے رہے۔ ان کی خدمت میں ایک وفد نے درخواست کی کہ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمان رہیں تو نماز میں کمی کردو اور زکوٰۃ معاف کردو۔ وہ رضامند نہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ نہ تو میں نماز میں تخفیف کرسکتا ہوں اور نہ ہی صاحب نصاب پر زکوٰۃ معاف ہوسکتی ہے میں مفسدوں سے جہاد کرتا رہوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کافر ابی بن خلف سے سوسو اونٹوں کی شرط لگائی کہ نو سالوں میں فارس کے لوگ رومیوں پر غالب آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آ گئے تو ابی انہیں ایک سو اونٹ دے گا۔ اس وقت تک ابھی قمار کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ سات سال بعد اہل فارس پر رومی غالب آ گئے۔ انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ شہر آباد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابی کے بیٹوں سے شرط کے اونٹ وصول کئے کیونکہ اس وقت تک ابی بن خلف موت ہو چکا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ شرط کے مال کو صدقہ کردیں۔ یہ غیبی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت نبوت اور کلام الٰہی کی تصدیق کرتی ہے۔ (خازن)

۱۔ کنزالایمان ص 828
۲۔ بہار شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 6 ص 356
۳۔ فضائل اعمال ۔ص 30
۴۔ کنزالایمان ص 728

Marfat.com

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے کعب بن لوی کے تین بیٹوں کے نام عدی' حسینہ اور مرہ تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجداد عدی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے جن کے اجداد مرہ تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ولادت سال فیل سے تیرہ برس بعد اور ہجرت نبویؐ سے چالیس سال قبل 582ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ختمہ بنت ہاشم بن مخیرّہ تھا۔ ان کے ماموں کا نام ابوجہل تھا۔ ان کے والد خطاب بن نفیل قبیلہ کے ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ ان کی کنیت ابوحفص تھی۔ وہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہلوانی اور شہسواری کا بہت شوق تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طویل القامت ہونا انہیں دوسروں سے منفرد اور نمایاں کر دیتا تھا۔ وہ ایک متین اور منصف مزاج شخص تھے۔ وہ اکثر قبائل کے مابین تنازعات حل کرنے کے لئے سفارت کا کام کرتے تھے۔ وہ سرخ وسفید رنگت کے باوقار اور سنجیدہ شخص تھے۔ انہیں اپنے آبائی مذہب سے پیار تھا اور وہ جاہلیت کے زمانے کی رسموں کو پسند کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں خود اعتمادی اور سختی تھی۔ اس لئے انہوں نے ابتدا میں مسلمانوں کو بہت اذیتیں دیں۔ وہ بہت دوراندیش اور بہادر انسان تھے۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت ان کی عمر ستائیس برس تھی۔

ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے گھر سے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کی نیت سے نکلے۔ راستے میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان کا خطرناک ارادہ بھانپ لیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ پہلے وہ اپنے گھر کی خبر لیں کیونکہ ان کے بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت حیران ہوئے۔ وہ بپھرے ہوئے اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ اس وقت حضرت خباب بن الارث رضی اللہ عنہ انہیں قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر ڈر کے مارے چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی اور بہن کو مارا پیٹا۔ ان کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب نے بڑی جرات کر کے انہیں بتایا کہ انہوں نے اللہ کا دین قبول کر لیا ہے اور اب وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ بہن کی حالت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پشیمان ہوئے اور بولے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہے تھے انہیں بھی بتائیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''پہلے پاک ہو جائیں پھر اسے ہاتھ لگائیں''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور سورۃ طٰہٰ کی آیات پڑھیں۔ وہ بہت متاثر ہوئے اور اسلام کے قائل ہو گئے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ پردے سے باہر نکل آئے او رکہنے لگے۔

''اے عمر رضی اللہ عنہ کل ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جو تجھے پسند ہو اسے مسلمان کر دے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی دعا قبول ہو گئی ہے''۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ دونوں دار ارقم کی طرف گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند گنتی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مقیم تھے۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا

''آنے دو' اگر وہ نیک ارادے سے آیا ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا سر اسی کی تلوار سے اڑا دوں گا''

دروازہ کھول دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور فوراً دین اسلام

Marfat.com

قبول کرلیا۔ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت حوصلے والے اور دلیر شخص تھے۔ نبوت کے چوتھے سال وہ مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے ایمان لاتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور خانہ کعبہ میں جا کر سب نے مل کر وہاں نماز پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کیا۔ قریش حیران و پریشان انہیں دیکھتے ہی رہ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماموں عاص بن وائل نے انہیں اپنی پناہ دینا چاہی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے والے چالیسویں شخص تھے۔ اس وقت نبوت کے پانچویں سال کا آغاز تھا۔ مشرکین مکہ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کفار کے عتاب کا نشانہ بنے۔

13 نبوی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے چھپ چھپ کر چھوٹے چھوٹے قافلوں کی صورت میں مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ جانا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت خانہ کعبہ میں جا کر اپنی ہجرت کا اعلان کیا اور سب کی آنکھوں کے سامنے بہت دلیری سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ انہوں نے قبا پہنچ کر رفاعہ بن عبدالمنذر کے ہاں قیام کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلامی بھائی چارہ حضرت عتبہؓ بن مالک سے قائم کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے بلند آواز سے بلایا جانا چاہئے۔ چنانچہ پانچ وقت کی نمازوں کے لئے پانچ وقتوں کی اذانوں کا حکم ہوا۔

☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں حصہ لیا۔ غزوہٴ بدر میں اپنے ہاتھوں سے میدان جنگ میں اپنے مشرک ماموں عاص بن ہشام بن مخیرہؓ کو ہلاک کیا۔ غزوہٴ احد میں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے لڑے۔ جب کفار میدان سے جانے لگے تو ابوسفیان نے درہ کے قریب آ کر پکارا کہ

Marfat.com

کیا (حضرت) محمدؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں؟ جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ یہ سب ضرور مارے گئے ہوں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چپ نہ رہ سکے اور بولے ''اے دشمن خدا، ہم سب زندہ ہیں''

ابوسفیان نے کہا

''اے ہبل بلند ہو''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''خدا بلند و برتر ہے''

☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے داماد خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ بدری تھے۔ تین ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ بیوہ ہو گئیں۔ عدت ختم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غزوۂ بنی نضیر، غزوۂ خندق، صلح نامہ حدیبیہ اور بیعت الرضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک زمین کا قطعہ عنایت کیا جسے ثمغ کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قطعہ کو اسلام کی راہ میں وقف کر دیا۔

سات ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس مجاہدین کو قبیلہ جو ہوازن کی ایک شاخ تربہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا جو مکہ مکرمہ سے چار رات کے فاصلے پر تھا۔ ان کی خبر سن کر مخالفین بھاگ گئے اور بغیر جنگ لڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فتحیاب ہوئے۔

آٹھ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ مکہ، غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف کی مہمات میں شرکت کی۔ نو ہجری میں غزوۂ تبوک ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا اثاثہ لا کر جنگ کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔ اس غزوہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ یہ غزوہ بھی بغیر جنگ کئے مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ دس

Marfat.com

ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجتہ الوداع میں شرکت کی۔

مکہ مکرمہ سے واپس آنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور بارہ ربیع الاول کے دن وصال فرما گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے مسجد میں غم وغصہ سے چلا چلا کر کہہ رہے تھے۔

''خبردار، اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہو جانے کا کہے گا تو اس کو قتل کر دوں گا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں چپ کرانا چاہا مگر وہ مشتعل ہو چکے تھے۔ آخر کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود تقریر شروع کر دی اور قرآن پاک کی آیت کی تلاوت کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس دوران سقیفہ بنی ساعدہ کے فتنے کی اطلاع مسجد میں پہنچی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو ساتھ لیا اور اجلاس میں پہنچ گئے۔ انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ کافی لے دے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی جرات کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور بیعت کر لی۔ ان کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق سوا دو سال تک مسند خلافت پر رہے۔ اس کے بعد وہ علیل ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وصیت لکھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی کا خدشہ ظاہر کیا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلافت کے بوجھ سے وہ خود بخود نرم ہو جائیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''میں عرض کروں گا کہ خدایا تیرے بندوں میں سے ایسے شخص کا انتخاب کیا تھا جو اس عہدے کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا''

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو مخاطب کیا۔

Marfat.com

"میں نے اپنی دانست میں جو بہترین شخص ہیں، انہیں جانشین نامزد کیا ہے۔ میں اپنے کسی رشتہ دار یا عزیز کو خلیفہ نہیں بنارہا بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کر رہا ہوں"

تمام لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی نامکمل مہمات کی تکمیل کی طرف توجہ دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو امداد بھیجی۔

جنگی مہمات

عراق:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جمادی الثانی تیرہ ہجری کو خلافت سنبھالی تو شام اور عراق میں جنگ ہو رہی تھی۔ انہوں نے حضرت ابوعبید ثقفی کو اسلامی فوج کا سپہ سالار بنا کر ایران کی مہم پر روانہ کیا۔ عراق کی جنگوں نے ایرانیوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ ایران کی ملکہ پوران وخت نے خراسان کے حاکم فرخ زاد کے بیٹے رستم کو سپہ سالار مقرر کیا۔ رستم نے بغاوت پھیلادی اور تمام مفتوحہ عراقی علاقوں سے مسلمانوں کا تسلط جاتا رہا اور انہیں عربی سرحد میں دھکیل دیا گیا۔ اس کے علاوہ رستم نے دو سپہ سالاروں نرسی وجابان کو دو فوجوں کے ساتھ دو مختلف سمتوں سے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ابوعبید ثقفی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چار ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ان کے ساتھ لشکر میں مجاہدین شامل ہوتے گئے اور اس طرح ان کے لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ سپہ سالار جابان کی فوج فرات کے کنارے چل کر حیرہ پہنچی۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ غارق کے مقام پر ہوا۔ زبردست معرکہ ہوا۔ اس جنگ میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔ جابان گرفتار ہوا مگر کوئی شخص اسے صورت سے نہیں پہچانتا تھا۔ اس لئے اس نے دو غلاموں کے عوض خود کو آزاد کرالیا۔ بعد میں معلوم ہوگیا کہ وہ سپہ سالار ہے لیکن ابوعبید رضی اللہ عنہ نے کہا "اسلام میں بدعہدی جائز نہیں"۔ جابان کو آزاد کر دیا گیا۔ دشمن کی شکست خوردہ فوج فرار ہو کر نرسی

Marfat.com

کے لشکر سے جاملی۔ سپہ سالار نرسی نے فرات اور دجلہ کے درمیان کسکر میں پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ کسکر کے قریب سقاطیہ کے مقام پر اسلامی فوج اور نرسی کی فوج کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو یہاں بھی فتح حاصل ہوئی۔ جابان اور نرسی کی فوجوں کی شکست کی خبریں سن کر رستم نے مردان شاہ کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا۔ دریائے فرات کے دونوں کناروں پر دونوں فوجیں مقابلے کے لئے تیار تھیں۔ دشمن کا لشکر بہمن جادویہ کی قیادت میں دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر موجود تھا۔ اس نے ابوعبید رضی اللہ عنہ کو کہلوایا کہ یا تو وہ دریا پار کر کے آئیں یا وہ آتے ہیں۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ خود آ رہے ہیں۔ ایرانی فوج میں ہاتھیوں کی اچھی خاصی تعداد بھی تھی۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ نے قس الناطف کی طرف مروحہ سے دریا عبور کیا۔ اسلامی لشکر کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گئے۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ اور دوسرے مجاہدین گھوڑوں سے اتر کر پیادہ لڑنے لگے۔ زبردست جنگ جاری تھی۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھی پر وار کیا مگر اس ہاتھی نے انہیں اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیا۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ کے بعد باری باری سات سپہ سالار بھی شہید ہوئے۔ بنی ثقیف کے عبداللہ بن مرثد ثقفی نے پل کی رسیاں کاٹ دی تاکہ واپسی کا راستہ نہ پا کر مجاہدین جان کی بازی لگا کر مقابلہ کریں۔ دشمنوں کا حملہ بہت شدید تھا۔ مسلمانوں نے پسپا ہو کر دریا میں چھلانگیں لگائیں۔ چار ہزار کے لگ بھگ مجاہدین دریا میں ڈوب گئے۔ اسلامی لشکر کے دس ہزار مجاہدین میں سے صرف تین ہزار مسلمانوں کو مثنی بن حارثہ شیبانی بچا کر نکال لے گئے۔ اس جنگ میں عبداللہ بن مرثد ثقفی اور حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ جب مسلمانوں کو شکست کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے مثنیٰ کی مدد کے لئے بھاری لشکر تہیہ کیا۔ اس لشکر کی قیادت عبداللہؓ بن بجلی کر رہے تھے۔ مثنیٰ بھی جنگ جسر میں زخمی ہوئے تھے۔ جو لوگ جنگ جسر سے بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی تالیف قلب کی۔ انہیں حوصلہ دیا اور اپنی مہربانیوں سے نوازا۔ ان لوگوں کے دلوں سے جنگ کا خوف اور شکست کی شرمندگی کو دور کیا۔

Marfat.com

بویب:

پوران وخت اور رستم نے مہران بن جادویہ کو بارہ ہزار کی ایک فوج کا سربراہ بنا کر بیوب بھیجا۔ وہاں پر دریائے فرات کے کنارے مثنیٰ نے بویب کے مقام پر پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ اس جنگ میں مثنیٰ نے دریا پار نہیں کیا۔ ایرانی فوج نے پل باندھ کر دریا کو پار کیا۔ دونوں فوجوں میں زبردست مقابلہ ہوا۔ مثنیٰ نے دریا پران کا پل کاٹ دیا۔ مسلمانوں نے دشمن کی فوج کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اس معرکہ کو ''یوم الاعشار'' کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں ایک سو مجاہدین اس جذبے سے لڑے کہ ان میں سے ہر آدمی نے دشمن کے دس دس سپاہیوں کو تہ تیغ کیا۔ دشمن کی فوج کے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ بنی تغلب کے ایک جوان نے سپہ سالار عجم مہران کو قتل کر دیا۔ مثنیٰ کے بھائی مسعود بن حارثہ اور انس بن بلال نصرانی شہید ہوئے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ اس شکست سے ایرانی مرعوب ہوگئے۔ معرکہ بویب کی فتح سے مسلمانوں نے معرکہ جسر کی ناکامی کا داغ دھو دیا تھا۔ ایرانیوں کی فوجوں پر مسلمانوں کی بہادری اور طاقت کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔

قادسیہ:

پے در پے ناکامیوں کی وجہ سے پوران وخت کو معزول کر دیا گیا۔ شاہی خاندان میں صرف ایک سولہ سترہ سالہ نوجوان یزدگرد بن شہریار زندہ بچا تھا۔ اسی کو تاجدار بنا دیا گیا۔ ایرانی اپنی کھوئی ہوئی طاقت جمع کرنے لگے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ ایرانیوں نے عراق میں بغاوت کے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ ایرانی فوج جنگ کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ مثنیٰ اپنی فوج کے ساتھ ذی کار پہنچے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اعظم بنا کر ایک بھاری لشکر کے ساتھ عراق کی مہم کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر میں تین سو مجاہدین ایسے تھے جو بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بدری

Marfat.com

تھے۔ مثنیٰ آٹھ ہزار مجاہدین کے ساتھ ذی قار میں اسلامی لشکر کے منتظر تھے۔ جسر کی جنگ میں مثنیٰ زخمی ہوئے تھے۔ ان کا زخم مندمل نہ ہو سکا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مثنیٰ کے بھائی معنیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کے مشوروں سے آگاہ کیا۔ رستم کے پاس ایک عظیم الشان فوج موجود تھی لیکن وہ کئی مہینوں تک جنگ سے گریز کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ساباط میں ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج تیار تھی۔ وہ بھی ساباط سے نکل کر قادسیہ پہنچے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرّہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو چند آدمیوں کے ساتھ سفارت کے لئے بھیجا مگر مذاکرات ناکام رہے۔ وفد میں نعمان بن مقرن، فرات بن حیان، اشعث بن قیس، عمرو بن موری کرب اور معنی بن حارثہ بھی شامل تھے۔ محرم 14 ہجری کو جنگ قادسیہ ہوئی۔ اس جنگ کے پہلے معرکہ کو ''یوم ارماث'' دوسرے معرکہ کو ''یوم اغواث'' اور تیسرے معرکہ کو ''یوم العماس'' کہتے ہیں۔ مسلمانوں نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی۔ دشمنوں کے تیس ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ رستم بھی اس جنگ میں مارا گیا۔ اس جنگ میں رستم کے کام نہ تو لاکھوں کی فوج کام آئی اور نہ ہی اس کے تینتیس ہاتھی۔ مسلمانوں کی تعداد اور سامان دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھا مگر ان کے مقدر میں فتح و نصرت تھی۔ ادھر مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ کے انجام کا سننے کو بے چینی سے منتظر تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ اپنا قاصد بھیجا۔ قاصد کا نام سعد بن عمیلہ فزاری تھا۔ اس نے فتح کی خوشخبری اور شہداء کی فہرست حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔

مدائن:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فتح قادسیہ کے بعد مدائن پر یلغار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے برس، بابل، کوثی اور بہرہ شیر فتح کرنے کے بعد مدائن کا رخ کیا۔ کوثی کی جنگ میں شہریار مارا گیا تھا۔ ایران کا دارالخلافہ مدائن تھا۔ زہرہ بن حویہ اور ہاشم بن عتبہ ہراول دستے میں تھے۔ ان کا مقابلہ پوران کے ایک لشکر سے ساباط میں ہوا۔ ان کے پاس ایک شیر تھا جو انہوں نے اسلامی لشکر پر حملہ کرنے کے لئے

Marfat.com

چھوڑ دیا۔ ہاشم بن عتبہ نے اس شیر کو تلوار سے مار دیا۔ لشکر نے مدائن کی طرف پیش قدمی کی جو بغداد کی طرف بیس میل جنوب میں تھا۔ مدائن دریائے دجلہ کے بائیں کنارے پر تھا اور دریا کے دائیں کنارے پر بہرہ شیر تھا۔ مسلمانوں نے بہرہ شیر کا محاصرہ کر لیا تھا جو مدائن ہی کا حصہ تھا۔ یہ محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا۔ آخر تنگ آ کر ایرانیوں نے مسلمانوں سے جنگ کی اور شکست فاش کھائی۔ بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ تھا' جس پر ایک پل تھا۔ شکست کے بعد ایرانی فرار ہوئے تو جاتے جاتے پل کو جلا گئے۔ اس خبر سے مدائن میں یزدگرد مطمئن ہو گیا تھا کہ اب مسلمانوں کو دریا عبور کرنے کے لئے نہ تو پل میسر ہے اور نہ ہی کشتیاں۔ اس کے باوجود اس نے اپنے شاہی خاندان کو وہاں سے حلوان منتقل کر دیا۔ مسلمان جب دجلہ کے ساحل پر پہنچے تو وہاں پل اور کشتیاں موجود نہیں تھیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مضطرب تھے کہ دریائے دجلہ کو کیوں کہ پار کر کے مدائن کے پررونق شہر پر حملہ کیا جائے؟ انہوں نے چند ایرانی لوگوں سے صلاح لی۔ انہوں نے ایک ایسا مقام بتایا' جہاں سے دریا عبور کرنا آسان تھا۔

عاصم بن عمرو کی سربراہی میں چھ سو مجاہدین نے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ دوسرے کنارے پر ایرانی فوج انہیں روکنے کیلئے تیار تھی مگر جب انہوں نے دریا میں انہیں آتے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ وہ انسان نہیں' جنات ہیں۔ ایرانی بھی مقابلے کے لئے دریا میں آگے بڑھے تو عاصم بن عمرو اور اس کے ساتھیوں نے تیر اندازی کر کے انہیں اس کنارے سے بھگا دیا۔ مسلمانوں کا دجلہ کے کنارے پر قبضہ ہو گیا تھا۔ باقی لشکر بھی تیر کر گھوڑوں کے ذریعے اس کنارے پر پہنچ گیا۔ مدائن کے باشندے فرار ہو گئے۔ یہ فتح ایک معجزہ سے کم نہیں تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن کی فتح کے بعد کسریٰ کے محل میں قیام کیا اور وہاں ایک ایوان کو مسجد بنا دیا۔ یزدگرد بھی بھاگ گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ صفر 16 ہجری میں مدائن میں داخل ہوئے۔ شاہی خزانہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ کسریٰ کے خزانے سے اسلامی لشکر کو تین کھرب دینار ملے۔ اس کے علاوہ کروڑہا دینار کا ساز و سامان ملا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ساٹھ ہزار مجاہدین میں بارہ بارہ ہزار دینار فی کس

Marfat.com

تقسیم کیے۔ بشیر بن خصاصیہ کو خزانے کا خمس دے کر مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خمس کی دولت لوگوں میں بانٹ دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فوج کشی کر کے حلوان پر قبضہ کر لیا تھا۔

جلولاء:

اب ایرانی افواج نے جلولاء کو مرکز بنایا اور شہر کے اردگرد خندق کھودی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر بھیجا گیا۔ قعقاع رضی اللہ عنہ بھی اس محاذ پر موجود تھے۔ انہوں نے جلولا کا محاصرہ میں لے لیا۔ یہ محاصرہ اسی دن تک جاری رہا۔ بالآخر سپہ سالار مہران کی سربراہی میں ایرانیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔ ایرانیوں کے ایک لاکھ جانیں کام آئیں۔ مہران ہلاک کر دیا گیا۔ مسلمان فتحیاب ہوئے اور بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر خط بھیجا کہ میں مسلمانوں کی سلامتی کو مالِ غنیمت پر ترجیح دیتا ہوں۔ جلولاء سے ملنے والا خزانہ تین کروڑ دینار تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت مجاہدین میں بانٹا تو ہر شخص کو نو ہزار دینار اور نو مویشی ملے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا خمس زیاد بن سفیان کے تحویل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے مالِ غنیمت میں آیا ہوا خزانہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

تکریت جزیرہ:

16 ہجری میں عبداللہ بن غنم رضی اللہ عنہ پانچ ہزار فوج کا سالار بنا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تکریت بھیجا۔ عبداللہ بن غنم رضی اللہ عنہ نے عیسائی عربوں کو اپنے ساتھ ملا کر حملہ کیا اور تکریت پر قبضہ کر لیا۔ سترہ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے جزیرہ کا پورا علاقہ فتح کر لیا۔

Marfat.com

16 ہجری میں بصرہ کے والی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اہواز کے والی ہرمز کو مطیع کرلیا تھا مگر وہ باغی ہو گیا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے شکست دے کر اہواز پر قبضہ کرلیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور جریرؓ بن عبداللہ بجلی نے متفقہ طور پر شوست پہنچ کر حملہ کر کے فتح حاصل کرلی۔ امیر ہرمزان کو گرفتار کر کے مدینہ بھیجا گیا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر اسلام قبول ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا دو ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ خورستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔

نہاوند:

یزدگرد نے سپہ سالار مروان شاہ کی قیادت میں ڈیڑھ لاکھ فوج نہاوند بھیجی تا کہ فیصلہ کن جنگ کر سکیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمانؓ بن مقرن کو سربراہ بنا کر اسلامی فوج مقابلے کے لئے بھیجی۔ زبردست جنگ ہوئی۔ حضرت نعمانؓ بن مقرن شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی نعیمؓ بن مقرن نے قیادت سنبھالی۔ تیس ہزار ایرانی سپاہیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اس جنگ کو ''فتح المفتوح'' کہتے ہیں۔

ایران پر حملے

اس کے بعد مسلمانوں نے ہمدان، طبرستان، آرمینی، آذر بائیجان، فارس، کرمان، سیستان اور مکران کے علاقے فتح کر لئے۔ حضرت احنف بن رضی اللہ عنہ قیس نے مرو کے مقام پر حملہ کر کے خراسان پر قبضہ کرلیا۔ یزدگرد نے چین کے خاقان کے پاس جا کر پناہ لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے عبداللہ بن عبداللہ نے 21 ہجری میں اصفہانی پر حملہ کر کے شہریار کو شکست دی۔ نعیمؓ بن مقرن نے ہمدان فتح کیا۔ براءؓ بن عازب نے قزوین پر قبضہ کیا اور پھر زنجان بھی فتح کیا۔ اس کے بعد نعیمؓ بن مقرن نے حملہ کر کے سیاوش کو شکست دے کر ''رے'' پر قبضہ کرلیا۔ یہاں پر بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ نعیم رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو ایک دستہ دے کر قومس بھیجا۔ اس نے قومس بھی فتح کر لیا۔

Marfat.com

22 ہجری میں نعیم نے صوبہ طبرستان فتح کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 22 ہجری میں عتبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہ کو آذر بائیجان بھیجا۔ انہوں نے اسفند یار کو شکست دے کر فتح حاصل کی۔ سراقہ بن عمرو اور عبدالرحمٰن نے آرمینیہ پر قبضہ کر لیا۔ بکیر بن عبداللہ نے موقان کو بھی فتح کر لیا۔ 23 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے فارس میں توج کے مقام پر ساریہ بن زنیم کنانی کے لشکر نے فارسیوں کو شکست دی۔ عثمانؓ بن ابی العاص کے دستے نے جور اور اصطخر پر قبضہ کر لیا۔ یزدگرد نے فارس میں بغاوت کرا دی تھی۔ اسے حکم بن العاص نے فرو کیا اور مرزبان شہرک کو ہلاک کیا۔ فارس کے بعد 23 ہجری میں سہیل بن عمرو نے کرمان پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ عاصمؓ بن عمرو نے سیستان پر قبضہ کر لیا۔ حکم بن تغلبی نے مکران پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ جب ان فتوحات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے مسجد میں اعلان کیا کہ آج مجوسیوں کی حکومت تباہ ہو گئی ہے''۔

شام:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو اسلامی فوج نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ 14 ہجری میں دمشق فتح کرنے کے بعد اردن حمص اور لاذقیہ بھی اسلامی لشکر نے فتح کئے۔

سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دمشق، حمص اور لاذقیہ کی مسلسل شکستوں سے قیصر نے پیچ پا ہو کر دو لاکھ رومیوں کو انطاکیہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے اکٹھا کر لیا ہے تو انہوں نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی کہ تمام مفتوحہ علاقوں سے فوجوں کو واپس بلا کر یرموک کے دریا کے کنارے جمع کیا۔ ذمیوں کو جزیہ کی رقم واپس کر دی کیونکہ وہ اس وقت ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ رجب 15 ہجری کو دونوں فریقوں کے درمیان جنگ چھڑی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

سربراہی میں ایک ہزار مجاہدین بھیجے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا۔

''اے برادران اسلام عمر رضی اللہ عنہ کے سلام کے بعد تمہارے لئے یہ پیغام ہے کہ دشمن کا مقابلہ بہادری سے کرو اور شیر بن کر ان پر اس طرح جھپٹو کہ وہ تمہیں چیونٹی کی طرح حقیر لگیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے اور تمہیں فتح ہوگی''۔

اسلامی لشکر نے آگے قیام کر کے رومیوں کو محصور کر لیا تھا' کیونکہ آگے کی طرف وہ تھے' پشت پر پہاڑ تھے اور ایک طرف دریا تھا۔ ان کے لئے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسلامی لشکروں کے اکٹھا ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے۔ ان سب نے مل کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے از سر نو اسلامی فوج کو ترتیب دیتے ہوئے اڑتیس دستے بنائے۔ دس دستے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دائیں جانب۔ دس دستے بائیں جانب حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں اور باقی کے اٹھارہ دستے درمیان میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رکھے۔ مسلمانوں کی کل تعداد تیس ہزار تھی۔ مسلمانوں نے بہت بہادری سے حملہ کیا۔ بڑی خونریزی ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا اور کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ پہاڑ اور دریا کی وجہ سے رومیوں کو فرار ہونے میں دقت ہوئی۔ ایک لاکھ رومی دریا میں غرق ہو گئے اور ہزاروں کی تعداد میں وہ موت کی گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اس جنگ میں صرف تین ہزار مجاہدین شہید ہوئے۔ یرموک کی شاندار فتح نے شامیوں کا زور ختم کر دیا۔ حاکم شام ہرقل اس بدترین اور شرمناک شکست کے بعد دل شکستہ ہو کر ملک چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کامیابی کی خوشخبری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیج دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو معزول کر کے ان کے جگہ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک مجاہد کی حیثیت سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت لڑتے رہے۔

Marfat.com

بیت المقدس:

بیت المقدس مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے لئے اہمیت رکھتا تھا وہ ان سب کا مقدس شہر تھا۔ جنگ یرموک کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی فوج لے کر پہنچ گئے۔ عیسائیوں نے جھڑپ کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔ عیسائیوں کی شرط تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے معاہدہ کرنے کے لئے خود تشریف لائیں۔ چنانچہ رجب 16 ہجری میں حضرت عمر فاروق روانہ ہوکر جابیہ پہنچے اور ان سے شرائط طے کر کے معاہدہ کرلیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس گئے۔ اب مسلمانوں کا پورے ملک میں تسلط تھا۔ چند دن قیام کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔

مصر: قیصر روم کا قبضہ مصر پر تھا۔ شام کی فتح کے بعد یہ ضروری ہو گیا تھا کہ رومیوں سے بچنے کے لئے شام کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کی جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر پر اسلامی حکومت ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کی تجویز اور سفارشات سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متفق ہوکر انہیں جنگ کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو چار ہزار مجاہدین کا سربراہ بنا کر مصر بھیج دیا۔ 21 ہجری میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ چھوٹے چھوٹے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے فسطاط پہنچے۔ دشمن کی بہت زیادہ تعداد کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیرؓ بن العوام کی سربراہی میں دس ہزار مجاہدین کا لشکر روانہ کیا۔ فسطاط کا حاکم متوقس قلعہ میں چھپ گیا۔ سات مہینوں تک محاصرہ جاری رہا۔ اس کے بعد جنگ کر کے مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ 21 ہجری میں حضرت عمروؓ بن العاص فسطاط کے بعد اسکندریہ کی جانب بڑھے۔ اس دوران شام روم کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ پر حملہ کر کے فتح کرلیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فتح کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو جنوبی مصر کا حاکم مقرر کیا۔ انہوں نے شمالی مصر میں حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح کو حاکم مقرر کیا۔ بحری بیڑہ اور

Marfat.com

رومی فوجیں واپس چلی گئیں۔ اس کے بعد مختلف مقامات پر حملے کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پورے مصر کے ملک میں اسلامی حکومت قائم کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس سالہ خلافت کے دوران روم و ایران کی بڑی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا۔ انہوں نے قیصر و کسریٰ کی بڑی سلطنتوں کو اسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔ اسلامی لشکر ہر طرف فتحیاب ہو رہے تھے۔ ایران، عراق، شام اور مصر میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی سلطنت پچیس لاکھ مربع میل تھی۔ مصر کی تسخیر کے بعد عمروؓ بن العاص نے طرابلس الغرب، برقہ اور زویلہ بھی فتح کر لئے۔

☆

شادیاں اور اولاد:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زینب بنت مظعون، قریبہ بنت میتہ المخزومی، ملکیہ بنت جرول، عاتکہؓ بنت زید اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کئے۔ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ ام المومنین بنیں۔ ان کے بیٹوں کے نام عاصم، عبیداللہ، ابوشحمہ، عبدالرحمٰن، زید اور مجیر تھے۔

شہادت:

23 ہجری میں فجر کی نماز کے وقت مسجد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو اچانک فیروز ابولولو جو پارسی تھا آگے بڑھا اور خنجر کے پے در پے چھ وار کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ انہوں نے جلدی جلدی نماز پڑھائی۔ ابولولو حملہ کر کے بھاگنے لگا تھا مگر وہ پکڑا گیا تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں گھر لے جایا گیا۔ ان کے زخم کاری تھے اور بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ انہوں نے فوت ہونے سے پہلے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باقاعدہ اجازت طلب کی کہ انہیں بھی پہلوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا جائے۔ انہوں

Marfat.com

نے وصیت کی اور چھ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نام تجویز کئے کہ ان میں سے ہی کسی ایک کو وہ خود خلیفہ چن لیں۔ ان کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال اور چند ماہ خلافت کی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ وہ یکم محرم 24 ہجری کو ہفتہ کے دن اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حکام کو بھیجتے تو ان پر یہ شرط رکھتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا۔ باریک آٹا یعنی میدہ مت کھانا۔ باریک کپڑے نہ پہننا اور لوگوں کے حوائج کے وقت اپنے دروازے بند نہ کرنا اگر تم نے ان میں سے کسی امر کو کیا تو سزا کے مستحق ہو گئے (بیہقی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس نے آیات اکٹھی کر رکھی تھیں جو متشابہات کا درجہ رکھتی تھیں۔ اس مسافر نے اس بارے میں سوالات کئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ شخص ان امور کی طرف جھکا ہوا ہے جس میں دخیل ہونا اللہ اور اس کے رسولؐ نے مناسب خیال نہیں کیا۔ انہوں نے ایک چھڑی سے اس شخص کی خوب پٹائی کی اور فرمایا ''اب بات سمجھ میں آئی ؟''

وہ شخص بولا ''جی ہاں''

غزوہ بن مصطلق میں مسلمان بیر مسیع پر اترے۔ یہ ایک کنواں تھا۔ عبداللہ بن ابی (رئیس منافقین) نے اپنے غلام کو پانی لانے کے لئے بھیجا تو وہ دیر سے واپس آیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پر موجود تھے۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مشکیں بھر چکنے تک کسی کو پانی نہیں بھرنے دیا۔ یہ سن کر منافق عبداللہ نے ان کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے سنا تو اسے تلوار لے کر مارنے کے لئے تیار ہو گئے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(الجاثیہ:14)

''ایمان والوں سے کہو درگزر کریں ان سے جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے''

اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار سے جو ایذا پہنچے اور ان کے کلمات جو تکلیف پہنچائیں' مسلمان ان سے درگزر کریں۔ منازعت نہ کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تمہارے کنیسوں میں اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ ان میں تصویریں ہیں۔

ایک دفعہ کسی کام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشغول تھے کہ ایک شخص نے آ کر فریاد کی۔ انہوں نے اسے ایک درہ مارا اور کہا۔

''جب میں کام پر بیٹھتا ہوں تو آتے نہیں' اب میں دوسرے کام میں مشغول ہوں تو شکایت لے کر آ گئے ہو''۔

اس شخص کے جانے کے بعد انہیں احساس ہوا تو اسے واپس بلوایا اور درہ دیکر کہا ''بدلہ لو''

اس نے کہا ''میں نے اللہ کے واسطے تجھے معاف کیا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور خود کو ملامت کیا کہ قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دو گے (اسد الغابہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں فرمایا ''اس کی پیٹھ پر کوڑے ماریں' اس کا سر منڈوائیں اور اس کا منہ کالا کریں اور قید کی سزا دیں''۔ ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی جو ثابت ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن اسے برسر عام کھڑا رکھا اور اعلان کیا کہ وہ شخص جھوٹا گواہ ہے اسے پہچان لیا جائے۔ پھر اسے قید کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ''یارسول اللہ! مجھ کو ایک زمین خیبر میں ملی ہے' اس سے زیادہ نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپؐ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟''

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر تم چاہو تو اصل کو روک لو اور اس کے منافع کو تصدق کر دو''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس طرح وقف کر دیا کہ اصل نہ بیچی جائے' نہ ہبہ کی جائے' نہ اس میں وراثت جاری ہو اور اس کا منافع فقیروں اور رشتہ داروں' اللہ کی راہ میں اور مسافروں اور مہمانوں پر خرچ کیا جائے اور خود متولی اس میں سے معروف کے ساتھ کھائے یا دوسروں کو کھلائے تو حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں سے مال جمع نہ کرے''(صحیح مسلم)

فتح مکہ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا کہ وہ عورتوں سے بیعت لیں اور انہیں نوحہ کرنے سے منع کریں' کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں مرنے والوں پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتی تھیں اور اپنا منہ نوچتی تھیں' بال کاٹ دیتی تھیں اور سخت واویلا مچاتے ہوئے بین کرتی تھیں۔

☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سختی سے حکم دیا کہ ملک کا خراج بے جا طور پر جمع نہ کیا جائے اور اس کا مصرف بھی بے جا نہ کیا جائے۔ انہوں نے فتوحات کی کثرت ایران اور روم کی عظیم الشان حکومت کو ختم کر کے اسلامی حکومت قائم کی۔ انہوں نے ملک میں عدل اور امن و امان قائم کیا۔ ان کی فتوحات کی وجہ سے ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک اسلامی حکومت پھیل گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کا کام بھی کر رہے تھے' انہوں نے جتنے ممالک فتح کیے تھے' وہاں اسلامی حکومت تھی۔ انہوں نے تمام ملک کے آٹھ صوبے بنا دیئے تھے جن کے نام مکہ' مدینہ' شام' جزیرہ' بصرہ' کوفہ' مصر اور فلسطین تھے۔ ہر صوبہ کا گورنر سپہ سالاری کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کو مقرر کرتے وقت انہیں ہدایات دیتے تھے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سواری نہ کریں' باریک کپڑے نہ پہنیں' چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں' ضرورت مندوں کے لئے دروازے کھلے رکھیں اور دروازوں پر دربان مقرر نہ کریں (کتاب الخراج ص 66) گورنروں کا

Marfat.com

احتساب کیا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے ابوشحمہ کو شراب نوشی کے جرم میں اسی کوڑوں کی سزا دی۔ کچھ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ 15 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی باقاعدی فوج بنائی۔ تمام سپاہیوں کو ماہوار تنخواہ دی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فوج کے ہر سپاہی کی صحت کا خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے فوجیوں کے لئے کئی چھاؤنیاں بنائیں۔

انہوں نے حضرت عبادہؓ بن صامت، معاذؓ بن جبل اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کو حمص، فلسطین اور شام درس دینے کے لئے بھیجا۔ قرآن مجید کے علاوہ حدیث نبویؐ پر بھی توجہ دی۔ انہوں نے حدیث کی تعلیم دینے کے لئے معلمین بھیجے۔ وہ ایک بہادر اور عقلمند سپہ سالار تھے۔ وہ مساوات کے حامی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زہد و قناعت کے بے مثال نمونہ تھے۔ ان کے لباس پر کئی پیوند ہوتے تھے۔ وہ حق کی مخالفت میں کچھ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دو درہم روزانہ کے حساب سے وظیفہ لیتے تھے۔ وہ پیوند لگے معمولی لباس میں وفود سے ملاقات کرتے تھے اور اسی لباس میں باہر جاتے ہوئے نہیں جھجکتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدالتیں اور قاضی مقرر کئے۔ انہوں نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ اور سنہ کی ابتدا کی۔ انہوں نے فوج کو ترتیب دے کر عسکری نظام مرتب کیا۔ انہوں نے پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کئے۔ وہ راتوں کو گشت لگا کر رعایا کا حال معلوم کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں دس لاکھ فوج تھی، جس میں تیس ہزار فوج سالار کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ (کنز العمال ج 12، ص 231) عرب میں جیل خانے پہلی دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قائم کئے۔ ان کا عہد تاریخ میں فتوحات کے لئے مشہور ہے۔ انہوں نے تمام مرکزی مقامات پر بیت المال تعمیر کرائے۔ ہر صوبہ کی آمدنی وہاں کے بیت المال میں جمع کرائی جاتی تھی۔ 15 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوج کا نظام قائم کیا۔ انہوں نے قریش و انصار کے نام باقاعدہ درج کر کے تنخواہیں مقرر کیں۔ انہوں نے فوجی مراکز قائم کئے۔ ایران میں پرانی چھاؤنیوں کو گرا کر نئے

Marfat.com

چھاؤنیاں تعمیر کرائیں۔ فوجی بھرتی میں اتنی ترقی ہوئی کہ مہاجرین وانصار کے علاوہ سارے عرب بھرتی ہونے لگے۔ فوج کی صحت کا خیال رکھا جاتا۔ خبر رسانی کا مکمل انتظام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں فوج کی باگ ڈور تھی۔ جہاں کہیں بھی فوج ہوتی انہیں خبریں ملتی رہتی تھیں۔ جہاں کہیں اسلامی فوج حملہ آور ہوتی' انہیں ہدایت دی جاتی کہ پہلے اسلام پیش کریں۔ 18 ہجری میں عرب میں قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر سے غلہ منگوایا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے غلہ پہنچنے میں تاخیر ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ خشکی راستے کی بجائے بحری راستہ استعمال کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے نہر امیر المومنین کھدوائی۔ اس نہر کی لمبائی ناوے میل ہے جو نیل کو بحر قلزم سے ملاتی ہے۔ اس سے مصر کی تجارت کو ترقی ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مفتوحہ اقوام کو ان کی جان و مال اور مذہب کی امان دیتے تھے۔ وہ اپنے حکام کو بھی سختی سے ہدایات دیتے تھے کہ زمیوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ وہ معاہدوں کی پابندی کرتے مسلمانوں کو زمیوں پر ظلم یا زیادتی کرنے سے منع کرتے۔ غلام اور آقا کے حقوق میں کوئی امتیاز نہیں ہونے دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عبرانی زبان پر بھی عبور تھا۔ فتح خیبر کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زمین کا ایک قطعہ مرحمت فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قطعہ زمین کو کارہائے خیر کے لئے وقف کر دیا۔

☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا ''جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ حالت یہ ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑوں درہ سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آ جائے''۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہر میں گشت فرما رہے تھے کہ انہوں نے ایک خاتون کو چند اشعار گنگناتے سنا جو وہ اپنے شوہر کی جدائی میں کہہ رہی تھی۔ انہوں نے معلوم کیا کہ اس عورت کا خاوند ایک فوجی مہم پر گیا ہوا ہے۔ وہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ ایک شادی شدہ عورت کتنا عرصہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا" چار ماہ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم صادر کیا کہ ہر شادی شدہ سپاہی کو ہر چار ماہ بعد چھٹی پر گھر بھیجا جائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے یروشلم کے شہر کی کنجی لینے روانہ ہوئے۔ ان کے پاس صرف ایک خچر سواری کے لئے تھا۔ وہ اس پر اپنے خادم کے ساتھ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب وہ یروشلم پہنچے اس وقت خادم کی سواری کی باری تھی۔ خادم نے انہیں سوار ہونے کی پیشکش بھی کی مگر وہ نہ مانے۔ وہ پیدل چلتے ہوئے پیوند لگے ہوئے لباس کے ساتھ بڑی شان سے پہنچے اور شہر کی چابیاں وصول کیں۔

---

١ خلفائے راشدین ص 106
٢ صحیح بخاری جلد نمبر 1 کتاب الاذان ص 326
٣ خلفائے راشدین ص 110
٤ صحیح بخاری جلد نمبر 1 کتاب الاذان ص 326
٥ خلفائے راشدین ص 110
٦ تاریخ اسلام ص 107
٧ ڈاکٹر حمید الدین
٨ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ ص 138
٩ تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 112
١٠ جہاد نمبر ص 320
١١- تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی (ص ۱۶۴)
١٢- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ (ص ۱۲۵)
١٣- تاریخ اسلام۔ ڈاکٹر حمید الدین (ص ۱۱۶)
١٤- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ (ص ۱۲۹)
١٥- بہار شریعت جلد نمبر ۲' حدیث نمبر ۱۰ (ص ۲۷۸)
١٦- انوار القرآن جلد نمبر ۱ (ص ۱۰۰)
١٧- کنز الایمان (ص ۸۹۸)
١٨- تفہیم القرآن جلد نمبر ۴ (ص ۱۸۶)
١٩- فضائل اعمال (ص ۳۱)
٢٠- تفہیم القرآن جلد نمبر ۳' ص ۲۲۲
٢١- بہار شریعت جلد نمبر ۲' حدیث نمبر ۲' ص ۹۹
٢٢- تفہیم القرآن جلد نمبر ۵' ص ۴۴۸
٢٣- کنز العمال ج ۱' ص ۲۳۱
٢٤- تفہیم القرآن جلد نمبر ۶' ص ۱۳۴
٢٥- ہیروز آف اسلام (ص ۲۶)
٢٦- ہیروز آف اسلام (ص ۲۷)

Marfat.com

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ طائف میں ہجرت نبویؐ سے سینتالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد مناف پر ملتا ہے۔ عفان کے فوت ہونے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ اروی نے دوسرا نکاح عقبہ بن المعیط سے کر لیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمر تھی۔ انہوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ کاروبار کے سلسلے میں ان کے بیرونی ممالک کے سفر بھی ہوتے رہتے تھے۔ ان کے پاس بے حد دولت تھی۔ اس لئے انہیں عثمان غنیؓ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دوستی اور تعلقات زیادہ تر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ بعثت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہی کی دعوت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ ہجرت حبشہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آ کر پہلے مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ جب مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم ہوا تو حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی چارہ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ سے قائم کیا(۱) مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تجارت شروع کر دی۔

مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے بیس ہزار درہم میں کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

تین ہجری میں غزوہ بدر ہوا۔ ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ علیل تھیں۔ حضرت رقیہ کی دیکھ بھال اور تیمارداری کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے تھے۔ غزوۂ بدر میں فتحیابی کی خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدری قرار دیتے ہوئے مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا ان سے نکاح کر دیا۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' کا لقب ملا۔ نو ہجری میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ بھی چل بسیں۔

تین ہجری میں غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ چار ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع کے لئے تشریف لے گئے تو آپؐ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں جانشین مقرر کیا۔ (ابن سعد جلد نمبر 1 ص 39)۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی نضیر میں شامل ہوئے۔ چھ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف عمرہ کی نیت کر کے چودہ سو اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر آگے بھیجا کہ قریش کو بتائیں کہ مسلمانوں کا مقصد محض عمرہ کرنا ہے، جنگ کرنا نہیں (۱) کسی نے افواہ اڑائی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت لی، جسے ''بیعت الرضوان'' کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے انتقام کے لئے

Marfat.com

بیعت لی تھی۔ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کی۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ سلامت واپس آ گئے اور وہ بھی صلح نامہ حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ سات ہجری میں غزوہ خیبر میں ایک دستے کے سردار تھے۔ آٹھ ہجری میں غزوہٗ مکہ، غزوہٗ حنین اور محاصرۂ طائف میں شامل تھے۔ نو ہجری میں مسلمانوں کے لشکر کی تنگی و عسرت کی وجہ سے غزوہٗ تبوک جانے کے لئے دس ہزار مجاہدین کے لئے جنگی اسلحہ اور اخراجات کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے انتظام کیا۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار و نقد پیش کئے۔(۲) دس ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجتہ الوداع میں شرکت کی۔

گیارہ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ ان کی مجلس شوریٰ کے سوا دو سال تک سرگرم رکن رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علالت کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوا کر وصیت نامہ لکھوایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے معتمد اور مشیر تھے۔ تیئس ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام جانشینی کے لئے وصیت کئے کہ انہی میں سے خود کسی ایک کو تین دنوں کے اندر خلیفہ چن لیں۔ چنانچہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے ان چھ امیدواروں کو مصور بن مخرمہ کے گھر اکٹھا کیا۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ انہوں نے اختیارات کی ذمہ داری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محرم چوبیس ہجری میں مسئول خلافت ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مقدمہ کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنے والد کے قتل کے غصہ میں شک کی بنیاد پر ہرمزان اور جفینہ کو قتل کر دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی سزا کو دیت میں بدل کر اپنی جیب سے دیت کی رقم ادا کر کے اس

Marfat.com

معاملہ کا خاتمہ کیا۔

☆

فتوحات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ادھورے کاموں کو پورا کیا اور کئی چھوٹی موٹی بغاوتوں کو بڑی حکمت عملی سے فرو کیا۔ وہ ایک تجربہ کار جنگجو تھے۔ انہوں نے بہت سی مہمات میں کامیابی حاصل کی۔

فتح سکندریہ:

قیصر کی تحریک پر پچیس ہجری میں سکندریہ میں مقیم رومیوں نے اعلان جنگ کر دیا۔ اس وقت مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے رومیوں سے مقابلہ کر کے شکست فاش دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو برطرف کر کے حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو نیا گورنر مقرر کیا۔ جب وہاں بغاوت شروع ہوئی تو انہوں نے دوبارہ حضرت عمروؓ بن العاص کو گورنر مقرر کیا۔ قیصر نے قسطنطنیہ سے بحری بیڑہ روانہ کیا تھا۔ سکندریہ کے لوگ غیر جانبدار رہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بہادری سے مقابلہ کر کے سکندریہ پر قبضہ کر لیا۔

فتح آرمینیہ:

پچیس ہجری میں آرمینیہ و آذربائیجان کی سرکوبی کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کی قیادت میں اسلامی لشکر روانہ کیا جس نے اس علاقے کو دوبارہ فتح کیا۔ ایشیائے کوچک میں عیسائیوں کے مقابلے کے لئے حبیب بن مسلمہ کو بھیجا گیا۔ اس نے عیسائیوں کو شکست دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے انطاکیہ اور طرطوس کے درمیان علاقے کو فتح کر لیا۔

فتح طبرستان۔ ایران:

اہل فارس نے بغاوت کر دی۔ حضرت عبداللہؓ بن عامر والئ بصرہ نے بغاوت کو فرو

Marfat.com

کیا۔ اس کے ساتھ ہی طبرستان میں بھی بغاوت ہوئی وہاں پر والئ کوفہ نے تیس ہجری میں دشمن سے مقابلہ کیا۔ والئ کوفہ سعید بن عاعص تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمروؓ بن العاص بھی شریک تھے۔ طبرستان پر قبضہ کرنے کے بعد سعید بن العاص اور عبداللہؓ بن عامر دونوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے خراسان' نیشاپور' طخارستان' کرمان' سیستان غزنی اور کابل تک کا علاقہ فتح کرلیا۔ اس طرح ان کا قبضہ ہندوستان کی سرحد تک ہوگیا۔ والی بصرہ عبداللہ بن رضی اللہ عنہ عامر نے احنف بن قیس کے ساتھ مل کر بلخ نسا اور سرخس فتح کر لئے۔

فتح قبرص:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی دمشق تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سارے شام کا گورنر بنا دیا تھا۔ ان کی سفارشات پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگی بیڑہ بنانے کی اجازت دی۔ اس بیڑے کی مدد سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر حملہ کر کے قبرص پر قبضہ کرلیا۔ اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ پر مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کرلیا اور رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ کئی سالوں بعد اہل قبرص نے سر اٹھایا اور مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی۔ 32ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے قبرص فتح کرلیا اور وہاں پر اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

طرابلس کی فتح:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم پر والئ مصر حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح نے طرابلس پر حملہ کیا۔ ان کی کمک کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ ستائیس ہجری میں اسلامی فوج کے مقابلے کے لئے وہاں کا حاکم جرجیر ایک لاکھ اور بیس ہزار کی فوج لے کر میدان جنگ میں نکلا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جرجیر

Marfat.com

ہلاک ہوا۔ مسلمانوں نے ٹیونس، الجزائر اور مراکش کو فتح کر لیا۔ قبرص کی فتح کے تین سال بعد رومیوں نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اسکندریہ میں عبداللہ بن سعد کے جنگی بیڑے کا مقابلہ کیا۔ ان کا سپہ سالار جزیرہ سرقوسہ کی طرف فرار ہو گیا۔ شاہ قارن کی زیر قیادت چالیس ہزار ترکوں کی فوج خراسان کی طرف بڑھی۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلے کے لئے ابن حازم کو سربراہ بنا کر چار ہزار مجاہدین کا لشکر بھیجا۔ شاہ قارن مقابلے میں فتح یاب ہوا۔ 33 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارض روم میں حصن المراۃ حملہ کیا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دوران اسلامی حکومت کی سرحدیں چین و ہند سے لے کر مغرب میں شمال افریقہ کی فتح کے بعد بحر اوقیانوس تک پھیل گئیں۔ احنف بن قیس نے ترکوں پر فتح پائی اور طالقان، جوزجان اور فاریاب پر قبضہ کر کے اسلامی خلافت کی سرحد چین تک پھیلائی۔

الزامات:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بارہ سالہ دور خلافت میں سے ابتدائی چھ سال بہت ترقی اور فتوحات کے گزرے۔ مالِ غنیمت کی فراوانی سے لوگ خوش حال تھے۔ زراعت میں بھی ترقی ہونے لگی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے تمام عزیز و اقارب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض کو انہوں نے سرکاری عہدے بھی دیئے۔ اسی زمانے میں دین اسلام کا ایک بہت بڑا چھپا ہوا دشمن اپنی سرگرمیاں دکھانے لگا۔ وہ ایک یہودی نژاد تھا۔ اس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کا نام عبداللہ بن سبا تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور بنی امیہ کے خلاف تحریک چلائی۔ جب اس بات کا علم والئی بصرہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ہوا تو انہوں نے اسے نکال دیا۔ عبداللہ بن سبا وہاں سے نکل کر کوفہ چلا گیا۔ وہاں بھی اس نے اپنی تحریک چلائی تو اسے وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ اس کے بعد وہ مصر چلا گیا۔ وہ انتہائی چالاک اور عیار انسان تھا۔ اس نے سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح وصی ہیں اور وہ خلافت کے مستحق

Marfat.com

ہیں۔ وہ اہل بیت کا حامی بن کر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کئی الزامات لگائے اور خلافت کے لئے غیر مستحق قرار دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری۔ مغیرہ بن شعبہ' عمار بن یاسر' عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن ارقم رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اپنے خاندان کے لوگوں کو اعلیٰ مراتب پر فائز کیا تھا جو ان کے مقابلے میں ناتجربہ کار اور نااہل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر الزام تھا کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو زمینیں دی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ تصدیق شدہ مصحف کے علاوہ تمام مصاحف جلا دیئے تھے۔ انہوں نے اموی عمال کی بداعمالیوں کا محاسبہ نہیں کیا تھا۔ بیت المال کا روپیہ غلط طریقوں سے استعمال میں لایا گیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بن عاص کو جلاوطن کیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسے دوبارہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابوذر غفاری۔ عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اچھا سلوک نہ کئے جانے کی شکایت تھی۔ ان کے خیال میں انہوں نے مذہبِ اسلام میں بدعت پیدا کی تھی۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے نزدیک بقیع کو سرکاری چراگاہ بنا دیا تھا۔ اس طرح عام لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر دشمنوں نے یہ الزام بھی لگایا کہ انہوں نے مصر کے وفد کے ساتھ بدعہدی کی تھی۔ عبداللہ بن سبا نے تمام صوبوں میں اپنے نمائندے بھیجے تاکہ ان الزامات کی تشہیر کر کے مسلمانوں میں بدامنی کی فضا پیدا کریں۔ اس نے اپنے ناپاک منصوبے کے لئے مجوسیوں اور یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا جو پہلے ہی سے مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سبائی سازش ہر طرف جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور اپنا رنگ دکھانے لگی۔ (طبری ص 2942)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو لوگ تھے وہ بھی سبائی فرقے میں شامل ہو گئے۔ کوفہ میں اشتر نخعی' جندب بن کعب' کمیل ' عمیر بن صابی اور ابن ذی الحنکہ فتنہ انگیزی کر کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدنام کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

ادھر ادھر کے تمام حالات کے پیش نظر اپنے گورنروں اور ذمہ دار لوگوں مثلاً عبداللہ بن عامر' سعید بن العاص' عبداللہ بن اسعد' امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا اجلاس طلب کیا اور باہم صلاح مشورہ کر کے صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ حضرت زید بن ثابت' کعب بن مالک اور حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔ 35 ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ' بصرہ' مصر اور شام میں تحقیقات اور محاسبہ کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو حج کے لئے بلایا تاکہ وہاں پر موجود لوگ ان سے سوال جواب کر سکیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سبائی گروہ سے متاثر ہو کر ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام سے آئے تھے۔ انہوں نے حالات ناسازگار دیکھے تو انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ مانے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی مشورے لئے۔

بصرہ' کوفہ اور مصر سے تین وفود مدینہ منورہ پہنچے۔ ان تینوں کا متفقہ طور پر مطالبہ تھا کہ ہر صورت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول ہو جائیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو خلعت پہنائی ہے' اسے میں نہیں اتاروں گا (طبعی ص 2994) اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ' اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے جب ان تینوں بزرگوں سے ملاقات کر کے اپنی اپنی پسند اور رائے بتائی تو انہوں نے ان وفود کی اس حرکت اور خواہش کو ناپسند کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مفسدین کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ چند دنوں بعد یہ مسلح باغی مدینہ منورہ میں لوٹ آئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔ ان باغیوں کا کہنا تھا کہ انہیں راستے میں ایک قاصد نظر آیا جو مصر جا رہا تھا۔ انہوں نے قاصد کی تلاشی لی جو مصر جا رہا تھا۔ تلاشی لی گئی تو اس سے ایک خط نکلا' جس میں حاکم مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ ان

Marfat.com

سب کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ نے یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سنائی کہ مفسدین اس بدعہدی کا بدلہ لیں گے۔ باغیوں کی کل تعداد نو سو تھی۔ ان میں چھ سو مصری' دو سو کوفی اور ایک سو بصرہ کے لوگ تھے۔ مصری مفسدین کا سردار عافقی بن حرب تھا۔ کوفہ کے باغیوں کا سردار عمرو بن اصم اور بصرہ کے باغیوں کا سردار حرقوس بن زہیر اسدی تھا۔ محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مصالحت کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ یہ بزرگان دل شکستہ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے بیٹوں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر ان کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ مفسدین کا رویہ سخت تھا اور وہ ٹلنے کا نام تک نہیں لیتے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر اشیائے خوردنی اور پانی کی فراہمی روک دی۔ خطرہ بڑھتا چلا گیا۔ ان سے ملنے بھی نہیں کوئی آ سکتا تھا۔ وہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے بھی نہیں جا سکتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے محافظوں کو سختی سے منع کر رکھا تھا کہ باغیوں پر حملہ نہ کریں اور خون ریزی نہ کریں۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے گھروں سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔

ترمذی و نسائی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے بالاخانے سے سر نکال کر لوگوں سے فرمایا۔

''لوگو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں سوائے بیئر رومہ کے میٹھا پانی نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا ''کون ہے جو بیئر رومہ خرید کر اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا' اس کو اس کے بدلے جنت ملے گی''۔ میں نے اپنے خاص مال سے خریدا اور آج اسی کنویں کا پانی مجھ پر بند کر دیا گیا ہے''۔

لوگوں نے کہا ''ہاں یہ صحیح بات ہے''۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ نمازیوں کے لئے مسجد تنگ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ کون ہے جو زمین خرید کر مسجد میں جگہ کا اضافہ کرے؟ اس کے بدلے میں اسے جنت ملے گی۔ میں نے اپنے مال سے اسے خرید کر مسجد میں توسیع کرنے کے لئے دی اور آج اسی مسجد میں تم مجھے نماز پڑھنے سے منع کرتے ہو''۔

لوگوں نے جواب دیا ''ہاں' ہم جانتے ہیں''۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ شیر پر تھے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں تھا۔ پہاڑ نے حرکت کی تو آپؐ نے فرمایا ''اے پہاڑ ٹھہر جا۔ تم پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں''۔

لوگوں نے کہا ''ہاں ہم جانتے ہیں''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں ان بزرگوں سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو بیعت رضوان میں موجود تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرکین مکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا تو اپنے دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت نہیں کی تھی؟''

لوگون نے کہا ''یہ سب سچ ہے'' (۴)

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا غزوۂ تبوک میں میں نے سازو سامان فراہم نہین کیا تھا؟''

حاضرین نے کہا ''جو باتیں آپ نے کہی ہیں' سب سچ ہیں'' (۵)

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ان باتوں کا باغیوں پر اثر نہیں ہوا۔ ایک دن انہوں نے اپنے کانوں سے سن لیا کہ وہ ہر صورت میں انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے گھر میں موجود بیس غلاموں کو آزاد کر دیا۔ انہوں نے فرمایا ''لوگو! آخر تم مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کرنا چاہتے ہو؟ نہ تو میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اور نہ ہی بعد میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں' نہ کسی کا خون کیا ہے اور نہ ہی میں مرتد ہوا ہوں۔ میں اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں'' (ترمذی) (٦)

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کسی بات کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس وقت ان کے گھر کے اندر سات سو مجاہدین موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے باغیوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت چاہی مگر انہوں نے فرمایا کہ اس وقت جو شخص اپنا ہاتھ روکے گا اور کسی قسم کا ہتھیار استعمال نہ کرے گا' ان کا دوست ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''لوگو! تم میرے قتل کے درپے ہو میں تمہارا والی اور بھائی ہوں۔ میں نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی ہے۔ یاد رکھو اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا کی قسم! تم کبھی بھی پھر ایک ساتھ نماز نہیں پڑھ سکو گے اور نہ ہی جہاد کر سکو گے اور نہ مالِ غنیمت بانٹ سکو گے۔ تمہارا باہمی اختلاف کبھی بھی ختم نہ ہوگا'' (ابن سعد ج' 3 ص 47) (٧)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ یا تو انہیں باغیوں سے مقابلہ کرنے دیں یا مکہ چلے جائیں یا شام چلے جائیں مگر انہوں نے کوئی رائے قبول نہیں کی۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں رہنا ترجیح دیا۔ (مسند احمد بن حنبل ج 1 ' ص 67)

شہادت: جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا روزہ تھا۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پڑوسی عمرو بن حرم رضی اللہ عنہ کے مکان کے ذریعے چھت پھلانگ کر بے خبری میں اندر رسائی کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جو حضرت علیؓ کے گھر میں پہلے تھے' نے آگے بڑھ کر ان کی ڈاڑھی کو کھینچا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا ''بھتیجے! آج تمہارا باپ زندہ ہوتا تو وہ یہ حرکت پسند نہ کرتا''۔ یہ سن کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اتنے میں کنان بن بشر' غافقی بن حرب اور قتیرہ سودان بن حجران اور عمرو بن الحمق سر پر آ پہنچے۔ سودان بن حمران نے وار کرنا چاہا تو حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے روکا۔ ان کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ ان سب کے واروں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ کے واویلا کرنے پر لوگوں کو خبر ہوئی۔ سب سے پہلے ان کے غلام پہنچے۔ ایک غلام نے سودان کو قتل کر دیا۔ قتیرہ نے اسی وقت اس غلام کو شہید کر دیا۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ اس دردناک سانحہ پر اہل مدینہ نے خون کے آنسو بہائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش دو دن تک پڑی رہی۔ آخر ستر آدمیوں نے چھپ کر لاش کو گھر سے نکالا اور قبرستان پہنچایا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی سال تھی۔ انہوں نے بارہ دن کم بارہ سال خلافت کی تھی۔ انہیں اٹھارہ ذی الحج 35 ہجری بمطابق 17 جون 686ء میں بروز جمعہ شہید کیا گیا تھا۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر مدینہ منورہ میں صف ماتم بچھ گئی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رقیق القلب تھے۔ وہ حافظ قرآن تھے اور انہیں مذہبی امور پر عبور حاصل تھا۔ وہ شرم و حیا اور پارسائی کے پتلے تھے۔ وہ کاتب وحی تھے۔ اگرچہ وہ بہت دولت مند تھے۔ انہوں نے کبھی عیش و عشرت کی زندگی نہیں گزاری۔ انہوں نے بیت المال سے کبھی کچھ نہیں لیا۔ وہ ہمیشہ صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ وہ ایک درمیانے قد کے خوبصورت انسان تھے۔ ان کا رنگ گندمی تھا' ناک خمدار تھی اور چہرے پر ہلکے ہلکے چیچک کے نشان تھے سر اور ڈاڑھی کے بال لمبے اور گھنے تھے۔ ان کے مزاج میں سادگی اور نفاست تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کامل الحیاء الایمان فرماتے تھے۔ وہ مذہبی تعلیمات میں پیش پیش رہتے تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کو مرتب و مدون کیا اور اس کی جلدیں لکھوا کر تمام بڑے بڑے شہروں میں رکھوائیں۔ ان سے مروی ہے کہ قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا سب سے افضل ہے (ابن حنبلؒ) ان سے کل ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں۔ وہ روایات اور احادیث میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ وہ دن کے وقت خلافت کے فرائض انجام دیتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔ وہ ہر سال حج کرتے تھے۔ وہ حلیم الطبع انسان تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آٹھ شادیاں کیں۔ ان کی پہلی اور دوسری ازواج کے نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ باقی چھ ازواج کے نام فاختہ بنت غزوان رضی اللہ عنہ' ام

Marfat.com

عمروؓ بنت جندب، فاطمہ بنت ولید رضی اللہ عنہ، ام البنینؓ بنت عینیہ۔ رملہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہ اور نائلہ بنت الفراضہ تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بغاوتوں کو فرو کیا۔ انہوں نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ افریقہ میں طرابلس، برقہ اور مراکش فتح کیے۔ ایران، افغانستان، خراسان، ترکستان، آرمینیہ اور آذر بائیجان کے علاقوں کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کو کوہ قاف تک پھیلا دیا۔ ایشیائے کوچک کا ایک وسیع خطہ ملک شام میں شامل کیا۔ بحرہ بیڑہ تیار کر کے جزیرہ قبرص پر قبضہ کیا۔ قیصر روم کے بحری بیڑے کو شکست فاش دی۔ انہوں نے فوجی نظام کو ترقی دی اور صوبوں میں فوجی مراکز قائم کیے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا تو تمام مہاجرین و انصار نے بخوشی اس فیصلے کو قبول کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو بوسہ دیتے تھے اور چہرہ سے مس کرتے تھے۔ (درمختار)(۸) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ تھا جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختلاف نہیں کیا کہ پرندے کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔ (۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ منورہ میں زبردست قحط پڑا۔ لوگ درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اس دوران ایک قافلے کے پہنچنے کی اطلاع لوگوں کو ملی۔ اس قافلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ تھے، جن پر غلہ لدا ہوا تھا۔ مدینہ منورہ کے تاجروں نے موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اس مال کی دوگنا اور تین گنا ادم لگائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے سات سو گنا زیادہ منافع عطا کرے گا۔ انہوں نے ہزار کے ہزار اونٹ خوراک سے لدے ہوئے شہر کے ضرورتمند لوگوں میں خیرات کر دیئے۔ (۱۰)

وہ ایک نرم دل، سخی اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔

۱- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ ص ۱۷۸
۳- کنز الایمان ص ۹۲۳-۹۲۴
۲- تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ
۴- بہار شریعت جلد نمبر ۲، ص ۱۰۰
۵- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ ص ۲۱۷
۶- بہار شریعت جلد نمبر ۲، حدیث نمبر ۱۸، ص ۷۸۶
۷- تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ ص ۲۴۸
۸- بہار شریعت جلد نمبر ۲، ص ۶۵۰
۹- تفہیم القرآن جلد نمبر ۱، ص ۴۶۸
۱۰- ہیروز آف اسلام ص ۲۸

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی پیدائش مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے قبیلہ بنوہاشم میں عام الفیل کے تیس برس بعد ہوئی۔ ان کے والد کا نام عبدمناف بن عبدالمطلب تھا۔ مگر وہ اپنی کنیت ابوطالب سے مشہور تھے۔ ابوطالب کی شادی چچازاد سے ہوئی تھی جن کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ابوتراب اور ابوالحسن تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا عبداللہ کے صاحبزادے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش والدین اور دادا کے فوت ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب نے کی تھی۔ اس لئے آپؐ ان کے تمام بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ عبدالمطلب کے فوت ہونے کے بعد قبیلہ کے لوگوں نے ابوطالب کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ ابوطالب بہت شریف النفس اور نیک دل انسان تھے۔ وہ اپنے بچوں کی طرح اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے چچازاد بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت چاہتے تھے۔ ابوطالب کثیر الاولاد تھے۔ ان کی مالی حالت کمزور تھی۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ان کے ایک بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ آپؐ اور آپؐ کی زوجۂ اطہر حضرت سید خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سرپرستی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ سے تیس برس چھوٹے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

بمشکل دس برس کے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سرپرست اور چچازاد بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اور حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ دونوں کیا کر رہے تھے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے منصب نبوت پر فائز ہونے کا بتایا اور دعوت توحید دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ اپنے والد ابوطالب سے اجازت لے کر ایمان لائیں گے۔ وہ رات بھر سوچتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو خود ہی بغیر اپنے والد کی اجازت کے اسلام کو قبول کر لیا۔ اس طرح ان کا شمار پہلے چار ''اول المسلمین'' میں ہوتا ہے۔ خواتین میں سب سے اول حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارث مسلمان ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آغاز اسلام ہی سے براہ راست آپؐ کی صحبت اور تعلیمات سے فیض یاب ہونے لگے۔ یہ سلسلہ چوری چھپے تین سال تک چلتا رہا۔

بعثت کے چوتھے سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنے اقرباء کو حق کی دعوت دیں۔ چنانچہ آپؐ اور حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے چالیس قریبی رشتہ داروں کو دعوت طعام دی۔ اس دعوت کا تمام انتظام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انہوں نے ہی سب کو مدعو کیا۔ سب لوگ کھانے کے لئے آئے اور سب نے سیر ہو کر کھایا۔ جب کھانے پینے کا دور ختم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مہمانوں کو اپنی نبوت کا حال بیان فرمایا اور ان سے دریافت کیا کہ کون کون آپؐ سے تعاون کرے گا۔ آپؐ نے اپنا سوال تین بار دہرایا مگر مجلس میں خاموشی طاری رہی۔ جب ان میں سے کوئی بھی نہیں بولا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھڑے ہو کر فرمایا

''اگرچہ میں سب سے کم سن ہوں۔ میری ٹانگیں پتلی پتلی ہیں اور میری آنکھیں بھی آشوب زدہ ہیں، پھر بھی میں ہمیشہ آپؐ کا ساتھ دوں گا'' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین بار بیٹھنے کو کہا مگر وہ بدستور کھڑے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے ان کا جذبہ دیکھا تو متاثر ہو کر فرمایا، ”تو میرا بھائی اور وارث ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اگرچہ کم سنی میں یہ قول فرمایا تھا، وہ قائم رہے اور تمام عمر انہوں نے اپنا قول نبھایا۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قدم پر ساتھ دیا۔ کفار مکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کا نشانہ بنے مگر ثابت قدم رہے۔ انہوں نے مشرکین کے مظالم، معاشی اور معاشرتی مقاطعہ سب کچھ برداشت کیا۔ حتیٰ کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ساتھ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب نے اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، محض ہمدردی اور ساتھ دینے کے لئے خود کو اس گھاٹی میں محصور کر لیا تھا۔ انہوں نے تین سال تک شعب ابی طالب میں بھوک پیاس، گرمی اور بیماری کی تکالیف برداشت کیں مگر حوصلہ نہ ہارا۔ 10 نبویؐ میں جلاوطنی ختم ہوئی مگر اس کے ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب اور انہیں پالنے والی شفیق ہستی حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر سے دونوں محبت کرنے والے بزرگوں کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ انہی دو ہمدرد اور مشفق ہستیوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی محروم ہو گئے تھے۔ دونوں کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنبھالا اور دلاسہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر قدم پر آپ کے ساتھ رہتے تھے، اس طرح مکہ مکرمہ میں بعثت کے بعد تیرہ سال گزرے۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ جوان ہو چکے تھے۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تئیس سال کے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے لوگوں کی تمام امانتیں لوٹانے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے کیں اور خود خاموشی سے اللہ کا کلام پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے اور مشرکین کے بیچ میں سے گزر کا عازم مدینہ ہوئے۔ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع مل چکی تھی کہ مشرکین نے آپؐ کے قتل

Marfat.com

کا ناپاک منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ آپؐ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلا دیا تھا تا کہ کفار کو پتہ نہ چلے کہ آپؐ نکل گئے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت سکون سے رات بھر سوتے رہے۔ صبح جب مشرکین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سٹپٹا گئے۔ ان کا منصوبہ ناکام ہو چکا تھا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھ گچھ کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو تین دنوں میں امانتیں لوگوں کو واپس کر دیں اور خود بھی مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت کلثوم بن الہدم انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلامی بھائی چارہ مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔

☆

2 ہجری میں اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ہوا۔ مشرکین کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ لشکر کفار سے تین جنگجو بہادر سردار عتبہ بن ربیعہ، شبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان جنگ میں نکلے۔ دستور کے مطابق مبارزت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک ہی وار کر کے ولید بن عتبہ کو ڈھیر کر دیا۔ غزوہ بدر میں ستر کفار ہلاک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے لڑے۔ انہوں نے ان ستر کفار میں سے تقریباً ایک چوتھائی مشرکین کو خود اکیلے ہی تہ تیغ کیا تھا۔ مالِ غنیمت میں سے ایک تلوار و زرہ اور ایک اونٹ انہیں دیا گیا۔

☆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بچپن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے گھر میں رہا کرتے تھے۔ غزوہ بدر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں بیچ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نکاح پڑھایا۔ نکاح کے دس گیارہ ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ حضرت حارثؓ بن نعمان نے اپنا ایک مکان حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو رہائش کے لئے دے دیا۔ یہ مکان آپ کے مکان کے قریب تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز ایک پلنگ، بستر، چادر، دو آٹا پیسنے کی چکیاں، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑوں پر مشتمل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیمہ دیا جس میں کھجوریں، جو کی روٹی اور پنیر تھا۔

☆

3 ہجری میں غزوہ احد ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس میں شامل تھے۔ انہوں نے دشمن کے علمبردار ابوسعید بن ابی طلحہ کو ایک ہی وار میں ہلاک کیا۔ اس غزوہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تھے۔ جنگ کے بعد وہ آپ کو پہاڑ پر لے گئے۔ وہ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخموں کو صاف کر کے پٹی کرتی تھیں۔ جب خون کا بہنا بند نہ ہوا تو چٹائی کا ایک کونہ جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی، جس سے خون کا رسنا بند ہوا۔ انہوں نے بہادری کے جوہر میدان جنگ میں دکھائے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ نضیر میں سپہ سالار بنایا گیا۔ انہوں نے یہودیوں کو شکست دی۔ 4 ہجری میں غزوہ خندق میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حصہ لیا۔ انہوں نے مشرکین کے ایک مشہور بہادر پہلوان عمرو بن عبدو کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ غزوہ قریظہ میں یہودیوں کو شکست دی۔ 6 ہجری میں سریہ فدک ہوا۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے سربراہ تھے۔ 6 ہجری ہی میں صلح نامہ حدیبیہ ہوا۔ یہ صلح نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا تھا۔ 7 ہجری میں غزوہ خیبر ہوا۔ قلعہ حصن قموص کا سردار مرحب ایک ہوشیار اور بہادر سردار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں باری باری لشکر کی قیادت کر چکے تھے مگر اس قلعہ کو تسخیر نہ کر سکے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کل میں ایسے شخص کو سپہ سالار بناؤں گا جس

Marfat.com

کے ہاتھوں خیبر کی فتح ہو گی اور وہ شخص اللہ کا محبوب ہو گا۔''

اگلی صبح آپؐ نے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ (۱) ان کی آنکھیں دکھی ہوئی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایا تو انہیں آرام آ گیا۔ (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے دعوت اسلام دی۔ جب انہوں نے انکار کر دیا تو باقاعدہ حملہ کر دیا۔ انہوں نے مقابلہ کر کے ان کے سردار مرحب کو ہلاک کر ڈالا۔ اس غزوہ میں بیس مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے یہودی ہلاک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فاتح خیبر بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ 8 ہجری میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار مسلمان مجاہدین کے ساتھ مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہم رکاب تھے۔ مکہ مکرمہ بغیر جنگ کے تسخیر ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مل کر خانہ کعبہ کے اندر رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کو توڑ دیا اور خانہ کعبہ کو تمام بتوں اور تصویروں سے پاک کر دیا۔ اس کے بعد غزوہ حنین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بارہ ہزار مجاہدین کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت بہادری سے جنگ لڑے۔ دشمنوں کو شکست فاش ہوئی۔ پھر طائف کا محاصرہ ہوا۔ 9 ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک سو پچاس مجاہدین کا سربراہ بنا کر بنو طے کی مہم پر روانہ کیا گیا۔ بنو طے کا سردار حدی بن حاتم طائی شام کی طرف فرار ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فتح یاب ہوئے۔ وہ مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے۔ 9 ہجری ہی میں غزوہ تبوک ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد کے شوقین تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع ہی سے تمام غزوات میں حصہ لے رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے غزوہ تبوک میں بھی آپؐ کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا

''علی رضی اللہ عنہ! کیا تم پسند کرو گے کہ تم میرے لئے بالکل ویسے بنو، جیسے موسیٰ

Marfat.com

کے لئے ہارونؑ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' (مسلم فضائل الصحابہ) (۳)

غزوہ تبوک کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ ان کے ساتھ تین سو حاجیوں کا قافلہ تھا۔ اس قافلے کے جانے کے بعد سورۂ برأت نازل ہوئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکہ مکرمہ روانہ کر دیا تاکہ وہاں جا کر اس سورت کا اعلان کر دیں۔ 10 ہجری میں آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن بھیجا۔ یمن سے واپسی پر وہ حجتہ الوداع میں شامل ہوئے۔

حج سے واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آئی کہ بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں باتیں بنا رہے ہیں۔ آپؐ نے غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور لوگوں کو بتایا، ''میں جس کا مولا ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کا مولا ہے۔

حج سے واپس آنے کے بعد 11 ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیل پڑ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دن رات آپؐ کی تیمارداری کی۔ 12 ربیع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی تجہیز و تکفین کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بند ہوتے ہی مسئلہ جانشینی پیدا ہو گیا۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کے لوگوں نے ہنگامی اجلاس کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جونہی اطلاع ملی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ گزر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سوا دو برس رہی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور ان کے بیٹے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی پرورش کی۔ 15 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود بیت المقدس کے دورہ پر گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت وصیت کر کے چھ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو خلافت کے لئے نامزد کیا کہ وہ خود ہی اپنا کسی کو خلیفہ چن لیں۔ ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام بھی شامل تھا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 35 ہجری میں جب حضرت عثمانؓ بن عفّان کو شہید کیا گیا تو ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

☆

35 ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عوام کا تقاضا یہی ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے۔ کوئی عینی گواہ نہیں تھا باغیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ کچھ فوج میں بھی بھرتی ہو گئے تھے۔ ملک کے اندر بدامنی اور بدنظمی کی فضا تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نظم ونسق صحیح کرنے کی طرف دھیان دیا۔ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس شرط پر بیعت کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں گے۔ انہوں نے تمام صوبوں کے گورنروں کو معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ابھی تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ فی الحال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رہنے دیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی باقی تمام عثمانی گورنروں کے ساتھ معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس بائیس برس سے شام کے گورنر چلے آ رہے

Marfat.com

تھے۔ انہوں نے شام کی سرحد تبوک سے ہی حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کو لوٹا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوج تیار کی تا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کریں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ قصاص کا معاملہ التوا میں پڑ گیا ہے تو وہ دونوں عمرے کی نیت کر کے مکہ چلے گئے۔ بنی امیہ کے عہدیدار مکہ مکرمہ میں جمع ہونے لگے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم غیر جانبدار رہے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے لئے مکہ مکرمہ گئی ہوئی تھیں۔ وہ حج کے بعد واپس آ ہی رہی تھیں کہ انہیں مدینہ منورہ میں ہونے والے واقعات کی اطلاع ملی۔ اس لئے وہ ادھر رک گئیں۔ اتنے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔ لوگ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان سب کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ابھی اس کام کے لئے یہ موقع موزوں نہیں تھا۔ اس لئے وہ دوسرے امور کی طرف متوجہ تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ کے گورنر حضرت عبداللہ بن عامر حضرمی رضی اللہ عنہ مل گئے۔ اموی خاندان کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن عامر نے چھ سو سواریوں اور ان کے اخراجات کا انتظام کیا۔ ایک رئیس یعلیٰ بن امیہ نے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم کا انتظام کیا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تین ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا ہوا تھا کیوں کہ وہ بیعت نہیں کر رہے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی اطلاع ملی کہ بصرہ جا رہا ہے تو انہوں نے بھی اپنا رخ بصرہ کی جانب کر لیا۔ مکہ مکرمہ سے لشکر پہلے پہنچ گیا۔ اس کے مقابلے کے لئے بصرہ کے علوی گورنر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ میدان جنگ میں نکلے مگر انہیں شکست فاش ہوئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ مدینہ سے نہ نکلیں کیونکہ اگر وہ نکلیں گے تو واپس نہیں آئیں گے اور مدینہ کی مرکزیت بھی ختم ہو جائے گی لیکن وہ نہ مانے (طبری۔ص 4106) انہوں نے ذی قار پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہاشمؓ بن عتبہ کو کوفہ بھیجا تا کہ لوگوں کو سمجھائیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مسجد سے نکال دیا جو تقریر کر رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تقریر کر کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں تیار کر لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ میں حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مفاہمت کے لئے مذاکرات کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے دلائل سے قائل ہو گئے۔ دونوں فریق خون ریزی نہیں چاہتے تھے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی مصالحانہ گفتگو سے فریقین جنگ سے رک گئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں اشترنخی، ابن السوداء خالد بن ملجم، علباء بن ہشیم، شریح بن ابی اولیٰ اور دیگر سبائی جماعت شامل تھی۔ انہیں خطرہ ہوا کہ اگر مصالحانہ گفتگو کامیاب ہوئی تو وہ سب مارے جائیں گے۔ انہوں نے سازش کر کے رات کی تاریکی میں حملہ کر کے دونوں فریقوں کو اس مغالطے میں ڈال دیا کہ جنگ کی پہل دوسرے فریق نے کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو لڑنے سے روک رہے تھے۔ مگر دونوں فوجوں نے جنگ شروع کر دی تھی۔ دونوں طرف سے مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے۔ زبردست جنگ ہو رہی تھی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سفید اونٹنی پر سوار تھیں۔ اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑ گیا۔ اس جنگ میں دس ہزار مسلمان مارے گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اعین بن ضبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاؤں زخمی کر دیئے۔ اونٹنی کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج ہمت ہار گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح حاصل ہوگئی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے ساتھ انہیں عبداللہ بن خلف خزاعی کے محل میں ٹھہرایا۔ چند دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے۔ انہوں نے کوفہ کو صدر مقام بنایا اور خود وہیں قیام کیا۔ مدینہ منورہ کی مرکزیت ختم ہوگئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ کا گورنر سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، بصرہ کا گورنر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، آذربائیجان کا گورنر اشعث بن قیس، مصر کا گورنر قیس بن سعد، مدائن کا گورنر یزید بن قیس ارجی، بحرین کا گورنر عمرو بن ابی سلمہ، اردشیر خسرہ کا گورنر مصقلہ بن ہیرہ، اصطخر کا گورنر منذر بن جارود، فارس کا گورنر زیاد بن ابیہ، کسکر کا گورنر قدامہ بن عجلان، بہرہ سر کا گورنر عدی بن حاتم، سیتان کا گورنر اربعی بن کاس، خراسان کا گورنر خلید بن کاس اور اشتر نخعی کو نصیبن اور دیگر مقبوضات پر گورنر مقرر کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے لئے حضرت عمرہ بن العاص رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ انہوں نے مصر کی حکومت کا وعدہ لے کر اعانت کا معاہدہ کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کے ایک بااثر شخص شرحبیل بن سمط کندی کو یقین دلایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ چنانچہ شرحبیل نے ملک شام کا دورہ کر کے تمام لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کے لئے تیار کر لیا۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون آلود کپڑوں اور ان کی زوجہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیوں کی مسجد میں نمائش جاری رکھی گئی۔ مسلمان مسجد میں آتے اور دیکھ کر زاروقطار روتے تھے۔ (۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ لڑنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساٹھ ہزار کا لشکر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں اپنا جانشین حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ اس فوج میں ستر بدری صحابہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہم اور سات سو بیعت رضوان کے صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ وہ مقابلے کے لئے دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر پہنچے۔ تین مہینوں تک دونوں کے مابین مذاکرات چلتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے بیس ہزار لوگوں نے کہا کہ ہم سب قاتل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیس ہزار فوجیوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے جنگ شروع ہو گئی۔ اس موقع پر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بھی مصالحت کی ناکام کوشش کی۔ 38 ہجری دونوں فریقوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ علوی لشکر سے پچیس ہزار اور شامی لشکر سے پینتالیس ہزار یعنی دونوں طرف سے ستر ہزار مسلمان لقمہ اجل بن گئے۔ لیلۃ الحریر کا آخری حملہ بہت سخت ثابت ہوا۔ اس معرکہ میں شامی فوج کمزور ہو گئی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اگلے دن فوج کو میدان میں بھیجا تو انہوں نے نیزوں پر قرآن مجید اٹھائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ''قرآن مجید ثالث ہے''۔ یہ دیکھ کر عراقیوں نے جنگ روک لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چار و ناچار جنگ روک کر اس بات پر راضی ہو گئے کہ دونوں طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کر دیں اور جو فیصلہ وہ کریں وہ مانیں۔ شامیوں کی جانب سے حضرت عمروؓ بن العاص مقرر کئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کو حکم مقرر کرنا چاہتے تھے مگر فوج نے مخالفت کرتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنانے کی رضامندی دے دی۔ چنانچہ فریقین کی مرضی سے عراق کی سرحد پر دومتہ الجندل کا مقام پر فیصلہ کے لئے چنا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوج کی مرضی سے ثالث چنا تھا مگر پھر بھی فوج سے بارہ ہزار مسلمانوں کی ایک جماعت ناراض ہو کر علیحدہ ہو گئی۔ یہ جماعت ثالثوں کے تقرر کے خلاف تھی۔ ان کی جماعت کو ''خارجی'' کا نام دیا گیا۔ دونوں فریق فیصلہ سننے کے لئے دومتہ الجندل پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت

Marfat.com

سعدؓ بن ابی وقاص بھی فیصلہ سننے کے لئے وہاں پہنچے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو بھی فیصلہ ہو پہلے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو سنانے دیں۔ وہ دونوں اس فیصلے پر پہنچے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر کے نیا خلیفہ منتخب کیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک سادہ لوح انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے کہنے پر پہلے اعلان کر کے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو خلافت سے معزول کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے اعلان کیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی بجائے جانشینی کے لئے نامزد کرتے ہیں۔ اس معاہدہ کو ''معاہدہ تحکیم'' کہا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو شام میں اب تک گورنر تھے، اب خلیفہ بن چکے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پشیمان و پریشان ہو کر مکہ چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زرعہ بن برح الطائی اور حرقوص بن زہیر سعدی نے کہا اللہ کے علاوہ کسی انسان کو حکم نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ خارجیوں نے عبداللہ بن وہب راہبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خوارج نہروان کے مقام پر چلے گئے۔ جو مسلمان خارجیوں کی پیروی نہ کرتا، قتل کر دیا جاتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خارجیوں کی سرکوبی کے لئے فوراً پہنچے۔ انہوں نے خارجیوں کو سمجھانے کے لئے کئی سفیر بھیجے، مگر وہ نہ مانے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بھی انہیں سمجھانے کے لئے گئے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود انہیں خطاب کیا۔ خارجیوں نے اپنا نمائندہ عبداللہ بن الکواء بھیجا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی دلیل اسے قائل نہ کر سکی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو پرچم دے کر اعلان کیا کہ جو لوگ اس پرچم تلے آ جائیں گے انہیں امان دی جائے گی۔ ایک ہزار لوگ اس پرچم تلے امان میں آ گئے۔ خارجیوں کے بارہ ہزار لوگوں میں سے صرف چار ہزار میدان جنگ میں رہ گئے۔ نہروان کے مقام پر خارجیوں نے بہت بہادری سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسی ہزار کی فوج سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں سب

Marfat.com

کے سب خارجی مارے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فتح یاب ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد شام کی طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ لڑنے کے لئے شام جانا چاہتے تھے مگر پے در پے جنگیں لڑ لڑ کر فوج تھک چکی تھی۔ فوج والے انہیں چھوڑ چھوڑ کر اپنے گھروں کو جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اشعث بن قیس کندی نے کہا کہ وہ تھک چکے ہیں اور تلواریں کند ہو چکی ہیں اس لئے گھروں کو واپس جانا چاہئے تاکہ تازہ دم ہو کر تیز تلواروں کے ساتھ حملے کے لئے جا سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف ایک ہزار مجاہدین رہ گئے تھے۔ انہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھی کوفہ چلے گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصر میں حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہا مگر انہوں نے ان کی کوئی پیشکش قبول نہیں کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشہور کر دیا کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ ان کا آدمی ہے۔ یہ خبر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمدؓ بن جعفرؓ بن ابی طالب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچا دی۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ گورنر مقرر ہوئے۔ وہ کم سن اور ناتجربہ کار تھے اس لئے حکومت چلانے میں ناکام رہے۔ ان کی مدد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو بھیجا۔ اسے راستے ہی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آدمیوں نے ہلاک کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو چھ ہزار کے لشکر کا سربراہ بنا کر روانہ کیا۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا مقابلہ چار ہزار کے لشکر سے کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کامیاب ہوئے۔ مصر پر شامیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس جنگ میں کنانہ بن بشر اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کے مطابق مصر کا گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عراق، حجاز اور جزیرہ کے علاقوں پر حملے کئے اور ہر طرف امن و امان کو غارت کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا مقابلہ کر کے فتح یاب ہو رہے تھے مگر اس دوران حضرت معاویہ رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے تین ہزار کا ایک لشکر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھیجا۔ اس نے دونوں مقامات پر قبضہ کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چار ہزار کا لشکر لے کر پہنچے اور مقابلہ کر کے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بار بار کے حملوں اور دفاع کرنے سے اب تھک چکے تھے انہوں نے اکتا کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت کی تقسیم کا معاہدہ کر لیا۔ یہ معاہدہ 40 ہجری میں ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عراق، حجاز اور مشرق کے پورے علاقے کا خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام، مصر اور مغرب کے علاقے کے خلیفہ مان لیا گیا۔ اس طرح اسلامی مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس بدامنی کی وجہ سے کرمان اور فارس کے صوبوں میں بغاوت ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ کی مدد سے بغاوتوں کو فرو کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے دور میں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں ہزاروں مسلمانوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ان سے کسی بات پر بگڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام چلے گئے۔ کئی دوسرے عہدیداروں نے بھی ناراض ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معزول کردہ تمام اموی حکام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ اس طرح بے چینی پھیل گئی تھی۔ خارجیوں کے نہروان کی جنگ میں چار ہزار لوگ مارے گئے تھے۔ انہوں نے اس فتنہ کی ذمہ داری حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمروؓ بن العاص پر ڈال دی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ان تینوں کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں کا آپس میں لڑ کر کشت و خون ہوا ہے اس لئے حج کے موقع پر خارجیوں کے تین افراد نے مل کر منصوبہ بنایا کہ انہیں ایک ہی دن ایک ہی وقت میں قتل کر دیا جائے کیونکہ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں مسلمان مرتے رہیں گے اور امن قائم نہیں ہوگا۔ خارجیوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ جب تک یہ تینوں صفحۂ ہستی پر ہیں مسلمانوں کے درمیان فسادات ختم نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن

Marfat.com

عبداللہ اور عمرو بن بکر نے ان بزرگوں کو ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ماہ رمضان 40 ہجری میں تینوں نے حملے کئے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حسب منصوبہ کوفہ پہنچ کر مسجد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سجدہ کی حالت میں وار کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ شقی ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا۔ تلوار زہر آلود تھی۔ زہر جسم میں سرایت کرنے لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ صرف قاتل سے قصاص لینا۔ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنیفہؒ کو بلا کر تینوں بیٹوں کو وصیتیں کیں۔ تیسرے روز وہ 20 رمضان 40 ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کوفہ ہی میں سپرد خاک کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر صف ماتم بچھ گئی۔ انہوں نے چار سال نو مہینے خلافت کی۔

☆

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ درمیانہ قد کے مضبوط اور توانا انسان تھے۔ ان کا چوڑا چکلہ سینہ، گندمی رنگ اور کشادہ پیشانی ان کی شخصیت کو ابھارتے تھے۔ ان کی لمبی لمبی ڈاڑھی شانوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔ وہ موٹے کپڑے کا سادہ لباس پہنتے تھے اور سادہ خوراک کھاتے تھے۔ وہ اپنا کام کاج خود کرتے تھے۔ ان کے گھر میں کوئی خادمہ نہیں تھی۔ ان کے دروازے پر کوئی پہرہ دار نہ تھا۔ ان کی ذات میں بہترین تقویٰ اور زہد تھا۔ وہ بہت بہادر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز کے وقت کپکپی لگ جاتی تھی۔ ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا "یہ کیا بات ہے؟"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

"اس امانت کا وقت ہے، جس کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔" (٦)

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کوئی شادی نہیں کی مگر ان کی وفات کے بعد آٹھ شادیاں کیں۔ ان کی ازواج کے نام ام البنین بنت

Marfat.com

حزام، کلابیہ بنت سعود، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس خشعمیہ رضی اللہ عنہا، صہبا ام حبیب بنت ربیعہ، ام سعید بنت عروہؓ بن مسعود ثقفی، خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہ، امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ اور محیان بنت امراء القیس تھے۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی وصیت کی تھی۔ (۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کل چودہ صاحبزادے اور سترہ صاحبزادیاں تھیں۔

☆

فضائل

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے وہ اول المسلمین میں سے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ انہوں نے اپنا بچپن اور جوانی آپؐ کی سرپرستی میں گزارا۔ وہ آپؐ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شفقت آغوش میں پروان چڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت آپؐ کا ساتھ دیا جب آپؐ کے تمام خاندان والوں نے دعوت اسلام کو رد کرتے ہوئے عدم تعاون عملی طور پر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد رات بھر آپؐ کے بچھونے پر سو کر دشمن کو پتہ نہ چلنے دیا تھا کہ آپؐ وہاں موجود نہیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ برأت کا اعلان عرفات میں جا کر کیا۔ وہ مہاجرین میں سابقون الاوّلوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے صلح نامہ حدیبیہ اپنے ہاتھوں سے تحریر فرمایا تھا۔ وہ اصحاب شجرہ بھی تھے۔ انہوں نے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ وہ فاتح خیبر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے۔ انہیں اسد اللہ کے لقب سے نوازا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزندان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپؐ کے نواسے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہترین قاضی تھے۔ ان کی اصابت رائے کا یہ حال تھا کہ خود ان

Marfat.com

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ طلب کرتے تھے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اہم معاملات پر انہیں مشورے دیتے تھے۔ وہ معاش کی تنگی پر صبر کرتے تھے۔ وہ اپنی ازواج اور اولاد سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان پر موسم کا کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی کہ ان کے قاتل ابن ملجم سے قصاص ان کے مرنے کے بعد لیں اور اگر وہ خود زندہ رہ گئے تو حق رکھتے ہیں کہ اس سے قصاص لیں یا معاف کریں (طبقات تذکرہ علیؓ بن ابی طالب) (۸)

☆

احادیث وروایات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل میں فتح یابی کے بعد یہ اعلان فرمایا، ''بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو، زخمی پر حملہ نہ کرو۔ گرفتار ہونے والوں کو قتل نہ کرو۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کو امان دو۔ لوگوں کے گھروں میں گھسو اور عورتوں پر دست درازی نہ کرو، خواہ وہ تمہیں گالیاں ہی کیوں نہ دے رہی ہوں۔'' آپ کی فوج کے بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مخالفین اور ان کے بال بچوں کو غلام بنا کر تقسیم کر دیا جائے۔ اس پر غضبناک ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''تم میں سے کون ام المومنین کو اپنے حصہ میں لینا چاہتا ہے؟'' (۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ سنایا۔ انہوں نے تلوار باندھ رکھی تھی۔ اس میں ایک کاغذ لٹک رہا تھا۔ فرمایا کہ ''خدا کی قسم ہمارے پاس قرآن کے سوا کوئی اور کتاب نہیں جو پڑھی جاتی ہو اس کاغذ کے سوا۔'' پھر کاغذ کھولا تو اس میں اونٹوں کی عمروں کا بیان لکھا ہوا تھا کہ ''مدینہ منورہ کی زمین اعیر سے لے کر ثور تک حرم ہے جو کوئی اس جگہ بدعت کرے، اس پر اللہ، فرشتوں اور سب آدمیوں کی پھٹکار۔ اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول کرے گا اور نہ ہی نفل۔ مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، جس میں ایک معمولی انسان بھی کام کرسکتا ہے سو جس نے مسلمانوں کا ذمہ توڑا اس پر اللہ، فرشتوں اور سب آدمیوں کی

Marfat.com

لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا فرض یا نفل قبول نہیں کرے گا جس نے اپنے صاحبوں کو چھوڑا اور کسی اور کو مولیٰ بنایا تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار، اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول کرے گا، نہ ہی نفل۔'' (۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔

1- مہمان کی خدمت کرنا۔

2- دشمن پر تلوار اٹھانا۔

3- گرمی کا روزہ رکھنا (حافظ ابن حجرؒ۔ المنبہات) (۱۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز قرآن کی تلاوت سے نہ روکتی تھی سوائے جنابت کے (ترمذی)۔ جنابت اور حیض اور نفاس میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، ''اگر میں کسی کو شرعی حد ماروں اور وہ مر جائے تو مجھے تردد نہیں ہوگا لیکن شراب پینے والے کو حد ماروں اور وہ مر جائے تو میں اس کو دیت دوں گا کیوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب میں کوئی حد مقرر نہیں کی۔'' (۱۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ان کے صاحبزادوں کے نام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت محسن رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی صاحبزادیوں کے نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا۔ ان میں سے حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹوں عون بن جعفر رضی اللہ عنہ، محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے نکاح ہوئے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیسری صاجزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح ہوا۔ (۱۴)

☆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ وہ مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا اور جو کوئی رات کو اسے سوتے وقت پڑے گا۔ وہ اس کا پڑوسی اور آس پاس کے دوسرے گھر والے شیطان اور چور سے محفوظ رہیں گے۔ (شعب الایمان۔ بیہقی) (۱۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ قریب ترین آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور مشرک، دل میں کینہ رکھنے والے اور رشتہ داری کو مقطع کرنے والے اور بدکار عورت کے سوا، تمام لوگوں کو بخش دیتا ہے۔'' (غنیۃ الطالبین) (۱۶)

---

(۱) بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی ص 660 (۲) بخاری شریف جلد 2 کتاب المناقب ص 446
(۳) صحیح بخاری جلد 2 کتاب المناقب ص 448 (۴) فضائل اعمال ص 161
(۵) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ ص 288 (۶) فضائل اعمال ص 65
(۷) فضائل اعمال ص 159 (۸) خلفائے راشدین ص 336
(۹) تفہیم القرآن جلد 5 ص 81 (۱۰) بخاری شریف جلد 3 کتاب الاعتصام ص 926
(۱۱) فضائل اعمال ص 314 (۱۲) تفہیم القرآن جلد 5 ص 292، 293
(۱۳) بخاری شریف جلد 3 کتاب الحدود ص 700 (۱۴) فضائل اعمال ص 161
(۱۵) مجموعہ وظائف فقری ص 210 (۱۶) مجموعہ وظائف فقری ص 619

Marfat.com

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے قبیلہ بنی ہاشم میں 568ء میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ ان کے والدین عبدالمطلب بن ہاشم اور والدہ ہالہ بنت وہیب تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مائیں ہالہ اور آمنہ چچازاد بہنیں تھیں۔ ان دونوں کا تعلق بنی زہرہ سے تھا۔ اس رشتے سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی بھی بنتے تھے۔ ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ اس نسبت سے وہ دونوں آپس میں رضاع بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارہ اور ابویعلیٰ تھی۔

عبدالمطلب کی اولاد میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے تلوار کے دھنی تھے۔ انہیں تیر اندازی پر عبور حاصل تھا۔ پہلوانی اور کشتی میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ان کا زیادہ تر وقت سیر و سیاحت، شکار اور پہلوانی کے مقابلوں میں گزرتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک مضبوط جسم کے تندرست و توانا خوبصورت انسان تھے۔ ان کے چہرے کی گھنی داڑھی نے ان کے جفاکش جسم کو پرکشش اور بارعب بنا دیا تھا۔ ان کی شخصیت بہت جاہ و جلال والی تھی۔ ان کی بہادری کا اس قدر چرچا تھا کہ کوئی شخص ان کے مقابلے میں آنے کی جرات نہیں رکھتا تھا۔ شمشیر زنی پر انہیں اس قدر عبور حاصل تھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے

Marfat.com

شمشیر بآسانی چلا سکتے تھے۔ اگرچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپؐ کے چچا تھے۔ مگر تقریباً ہم سن ہونے کی وجہ سے ان کے مراسم بہت دوستانہ تھے اور آپس میں بہت انس تھا۔

☆

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپؐ نے اعلان نبوّت کیا۔ مشرکین مکہ مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے لگے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بے نیازی سے اپنی سیر وتفریح اور پہلوانی میں مصروف رہے۔ وہ مکہ مکرمہ میں ہونے والے واقعات سے بے خبر تھے اور دھیان نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے خود بھی ابھی دین اسلام قبول نہیں کیا تھا اور نہ ہی انہیں مذہب سے دلچسپی تھی۔ وہ کفار مکہ کے مظالم سے لاعلم تھے۔ اس طرح نبوت کا چھٹا سال آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی اذیتوں سے بیزار ہوکر دار ارقم میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپؐ کے ساتھ گنتی کے چند مسلمان تھے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے قوت بھی کم تھی۔ اس لئے وہ چپ چاپ مشق ستم بنتے تھے۔ اگر اتفاقاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کبھی مذہب اسلام بعثت یا مخالفین کی زیادتیوں کا ذکر سنا بھی تو اہمیت نہیں دی۔

ایک دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ابوجہل اور اس کے دو ساتھی عدی بن حمراء اور ابن الاسداد نے نورِ مجسم کو دیکھا تو آپؐ پر نجاست پھینکی اور رکیک الفاظ کا طنزیہ استعمال کر کے تضحیک کی۔ انہوں نے آپؐ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سب زیادتی برداشت کرتے رہے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے لوٹے تو بنو تیم کے عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے اس سارے ماجرے کا ذکر ان سے کیا اور کہنے لگی۔

ابوعمارہ رضی اللہ عنہ! اگر تھوڑی دیر پہلے تم یہاں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ ابوجہل نے تمہارے بھتیجے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کس قدر برا سلوک کر کے ستایا ہے"۔

Marfat.com

اس لونڈی نے جو کچھ دیکھا سنا تھا' سب انہیں بتا دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اس لونڈی کی باتیں سن کر خون کھولنے لگا۔ وہ اپنے بھتیجے کی دل آزاری اور بے عزتی برداشت نہ کر سکے۔ انہیں سخت غصہ آیا اور اسی حالت میں خانہ کعبہ پہنچے تو انہیں ابوجہل نظر آیا۔ ابوجہل کے دونوں ساتھی بھی وہیں موجود تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے طیش میں آ کر خانہ کعبہ کے اندر ہی ابوجہل کے سر پر کمان مار کر اسے زخمی کر دیا۔ قبیلہ مخزوم کے لوگوں نے ابوجہل کی حمایت کی اور کہنے لگے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ! تم بھی شاید بے دین ہو گئے ہو''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

بیشک! میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے۔ خدا کی قسم' اب میں اس بات سے نہیں پھر سکتا۔ اگر تم روک سکتے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو''۔

ابوجہل نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا غصہ دیکھا تو لوگوں سے کہا۔

''اس کا غصہ بجا ہے۔ میں نے اس کے بھتیجے کو بہت برا بھلا کہا تھا اس لئے اسے کچھ نہ کہو''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ سے نکل کر سیدھے دار ارقم پہنچے۔ انہوں نے اپنے برادر زادے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو جاتے جاتے خانہ کعبہ میں کہا۔

''تمہارے برابر کم عقل کون ہوگا جو پتھروں کی پرستش کرتا ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ اسلام لانے سے قبل وہ ایک مردہ کی طرح تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کا نور دے کر زندہ کر دیا اور ابوجہل کو کفر کی تاریکی میں گرفتار رکھا۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ان کی بہادری کے آگے کوئی ٹھہرتا نہ تھا۔ان کے دائرہ اسلام میں آ جانے سے مسلمانوں کو بہت حوصلہ اور تقویت ملی۔ان کے ایمان قبول کرنے کے بعد کفار نے نسبتاً اپنی سختیوں میں کمی کر دی۔

ایک دن دار ارقم کے دروازے پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شمشیر بکف پہنچے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے جوش سے فرمایا۔

''اگر عمر رضی اللہ عنہ نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر' ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا''۔

چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر داخل ہو کر کہا۔

''میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں''۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ بات سنی تو انہوں نے خوشی سے نعرے لگائے۔اب مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت میں دو بہادر' دلیر اور نامور پہلوانوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شامل ہو جانے کی وجہ سے طاقت پیدا ہو گئی۔قریش کے لوگ ان دونوں بہادروں سے خائف تھے لیکن ابھی تک مسلمانوں کی اقلیت تھی۔قریش تعداد میں ان سے کئی گنا زیادہ تھے۔اس لئے جب کفار نے مسلمانوں سے معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کیا تو انہیں بھی تمام تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ 7 نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین کی اذیتوں سے تنگ آ کر شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تین سال تک آپؐ کے ساتھ دھوپ گرمی بھوک پیاس کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔تین سال بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ابوطالب نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر مخالفت بھی نہیں کی تھی۔ وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے مگر انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ خود کو بھی محصور کر لیا تھا۔ ابوطالب کے انتقال کے بعد انکا دوسرا بھائی ابولہب قبیلہ بنی ہاشم کا سردار بنا۔اس نے بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر محاصرہ اٹھا لیا۔ابولہب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔اس نے مسلمانوں

Marfat.com

کو مکہ مکرمہ آنے کی اجازت دے دی مگر مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کا رویہ اب بھی نہ بدلا تھا۔

☆

13 نبوی میں جب مشرکین کے ہاتھوں مسلمانوں کا مکہ مکرمہ میں رہنا دوبھر ہو گیا تھا' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموشی سے مدینہ منورہ (یثرب) کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن خشیمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں اسلامی بھائی چارہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔ ان دونوں کی آپس میں گہری چھنتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے تھے اور بہت شفقت اور محبت سے ایک دوسرے کا خیال کرتے تھے۔

ماہ رمضان یکم ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مجاہدین کا سردار مقرر کر کے انہیں سریہ سیف البحر کی مہم پر روانہ کیا۔ ان کا مقابلہ سردار۔ ابوجہل کی سربراہی میں تین سو کفار سے تھا۔ یہ قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں مجدی بن عمرو الجہنی نے باہم مذاکرات کرائے اور خون ریزی ہونے سے رہ گئی۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا علم دیا گیا تھا۔

دو ہجری میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلامی علم بردار بن کر ستر صحابہ کرام کے ساتھ غزوۂ ابوا میں شامل ہوئے۔ اسلامی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ابوا سے قریش کا لشکر کوچ کر چکا تھا۔ بنوضمرہ سے معاہدہ ہوا کہ وہ جنگ کی صورت میں غیر جانبدار رہیں گے۔ اس کے غزوۂ ذرالعشیرہ ہوا جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سو مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے۔ اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہاں پر ان کے پہنچنے سے پہلے قریش کا لشکر وہاں سے جا چکا تھا۔ ان کا مدلج کے قبیلے سے تعاون کا معاہدہ ہوا۔ کہیں پر بھی خون خرابہ نہ ہوا۔

Marfat.com

☆

ماہ رمضان دو ہجری میں غزوۂ بدر میں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب شامل ہوئے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے پرانی رسم کے مطابق لشکر کفار سے تین سورما عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان جنگ میں آئے اور انہوں نے مسلمانوں کو مبارزت کے لئے للکارا۔ ان تینوں کے مقابلے کے لئے عوف رضی اللہ عنہ، معاذ رضی اللہ عنہ اور معوز رضی اللہ عنہ پسران عفراء میدان میں آئے مگر وہ تینوں انصاری تھے۔ مشرکین نے ان سے لڑنے سے انکار کر دیا اور مہاجرین مکہ کے تین مجاہدین طلب کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے مقابلے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں شیبہ بن ربیعہ تھا۔ انہوں نے جوش وخروش سے شیبہ پر وار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عتبہ کو ہلاک کر دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ (جو عمر رسیدہ تھے) بہت دیر تک ولید سے لڑتے لڑتے زخمی ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ولید کو موت کی نیند سلا دیا۔ اس کے بعد باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ قریش کے نامور جنگ جو بہادر طعیمہ بن عدی سے ہوا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے تینوں عتبہ، شیبہ اور ولید ان کے قریبی رشتے دار تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لشکر کفار کی صفوں میں گھس کر دونوں ہاتھوں سے شمشیر زنی کرنے لگے۔ ان کی دستار پر کلغی لگی ہوئی تھی۔ وہ جوش جہاد میں کئی کافروں کو تہ تیغ کر چکے تھے۔ ان کے ہاتھوں بنو مخزوم کا ایک بہادر جنگجو اسود بن عبدالاسد بن ہلال زخمی ہوا تو اس نے بھاگ کر حوض میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے بھاگے اور انہوں نے بھی پانی کے اندر چھلانگ لگا دی اور پانی کے اندر اسے جہنم رسید کیا۔ ان کے ہاتھوں بہت سے مشرکین زخمی ہوئے۔

Marfat.com

انہوں نے ایک مشرک اسود بن عامر کو گرفتار کر کے اسیر کیا۔ غزوۂ بدر میں ستر مشرکین ہلاک اور ستر مشرکین اسیر ہوئے تھی۔ طلحہ بن ابی طلحہ نے دو ہزار دینار فدیہ دے کر مسلمانوں سے اسود بن عامر کو چھڑا لیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عبدی کو ہلاک کیا تھا' اس بات سے اس کے بھتیجے جبیر بن مطعم پر انتقام کا بھوت سوار تھا۔ جبیر بن مطعم کو اپنے چچا کی ہلاکت پر بہت غصہ آیا تھا۔ اس نے اپنے غلام وحشی کو اس شرط پر آزاد کرنے کا وعدہ کیا کہ وہ اس کے چچا طعیمہ کے قاتل سے انتقام لے گا۔ غزوۂ بدر میں مسلمان فتحیاب ہوئے۔

☆

یہودیوں کی نیت میں شروع سے ہی فتور تھا۔ انہیں مسلمانوں کی جیت نہ بھائی۔ انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی حملہ آور ہوا تو وہ ان کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے معاہدے پر قائم نہ رہے۔ یہودیوں کے علاقے میں ایک یہودی نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کی۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر مشتعل ہو گیا اور اس نے اس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو پکڑ کر شہید کر دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنو قینقاع کے یہودیوں کی مسلسل عہد شکنی کو دیکھ کر اعلان جنگ کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اسلامی لشکر نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ غزوۂ بنو قینقاع میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ علم بردار تھے۔ بالآخر یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔ یہ لوگ ملک شام کے ضلع ازرعات میں جا کر آباد ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نہایت بہادری سے علمبرداری کے فرائض انجام دیتے رہے۔

☆

3 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت سات سو مجاہدین اور پہنچے۔ ان کے مقابلے میں تین ہزار مشرکین کا لشکر تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک دستے کے سالار تھے۔ قریش کے لشکر میں سے عثمان بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور اس نے مبارزت طلب کی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میدان میں نکل کر تلوار کے پہلے ہی وار میں اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ اس کے بعد باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سامنے سباع بن

Marfat.com

عبدالعزیٰ خزاعی آ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارا۔

''اے ام انمار' ختنہ کرنے والی کے ناپاک بچے! کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑنے آیا ہے؟''

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر بھرپور وار کیا اور اسے وہیں ہلاک کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے شیر تھے۔ وہ بہت بہادری سے دونوں ہاتھوں سے دائیں بائیں تلوار بازی کر کے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نہایت دلیری سے لڑ کر تن تنہا اکتیس مشرکین کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ وہ دو دستی شمشیر زنی کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس کر ان کی صفوں کا شیرازہ بکھیر دیتے تھی۔ اچانک لڑتے لڑتے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر پڑے۔ جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے قاتل سے انتقام لینے کے لئے اپنے غلام وحشی کو مقرر کیا ہوا تھا۔ وحشی چھپ کر تاک میں مناسب موقع کی تلاش میں بیٹھا ہوا تھا۔ جونہی اسدالرسولؐ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو گرتے ہوئے دیکھا' اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس زور سے اپنا بھالا پھینکا کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی جگہ شہید ہو گئے۔

لشکر کفار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کی خبر سن کر خوسی سے نعرے لگانے لگا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' حضرت مصعب رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعیدؓ بن زید نے نذر مانی تھی کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کریں گے تو ثابت قدم رہیں گے تاکہ شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ شہید ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔

ابوسفیان بن حرب کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے جنگ بدر کے بعد عہد کیا تھا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ کھائے گی۔ اس نے آگے بڑھ کر ان کا پیٹ چاک کیا او رکلیجہ باہر نکال کر چبا ڈالا۔ اس کے بعد اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کان' ناک اور

Marfat.com

ہونٹ کاٹ دے۔ وہ خوشی سے ناچنے لگی۔ وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی کہ بدر کا انتقام پورا ہو گیا ہے۔ مشرکین نے شہداء کی لاشوں کا مثلہ کر ڈالا تھا۔ انہوں نے شہیدوں کے ناک' کان اور ہونٹ کاٹ کاٹ کر ہار پروئے اور گلے میں ڈال کر خوشی کا اظہار کیا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسداللہ واسد رسولہ' کا لقب عنایت فرمایا تھا۔ میدان جنگ میں وہ زرہ نہیں پہنتے تھے۔ وہ دو دستی تلوار چلاتے ہوئے فرماتے تھے "میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں"۔ ان کی بارعب شخصیت کی وجہ سے کوئی ان کے مدمقابل آنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں بہت نقصان ہوا۔ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔

جنگ ختم ہوگئی۔ لشکر کفار جنگ سے فارغ ہو کر واپس چلا گیا۔ سپہ سالار اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان میں آئے۔ ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچ گئیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ بن عوام سے فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کو سنبھالیں اور انہیں لاش دیکھنے سے روکیں۔ آپ علیہ السلام کا خیال تھا کہ وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر پائیں گی۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو منع کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔

"اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے؟ ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور صبر کروں گی"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپؐ نے انہیں دیکھنے کی اجازت دے دی۔ وہ اپنے ساتھ دو چادریں لائی تھیں۔ انہوں نے اپنی چادریں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیں تاکہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفن پہنائیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے پاس حضرت سہیل انصاری رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

لاش پڑی تھی۔ ان چادروں میں سے ایک چادر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر اور دوسری چادر حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کی لاش پر ڈال دی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قد لمبا تھا اور چادر قدرے چھوٹی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے سر کو چادر سے ڈھانپ دو اور ان کے پیروں کی طرف پتے رکھ دو (خمیس)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد ایک ایک شہید کی میت پر علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر دو، دو شہیدوں کو اکٹھا ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں اکٹھے دفن کر دیا گیا۔

☆

سید الشہداء اسد الرسول حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی عمر شہادت کے وقت ستاون برس تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا آپس میں بہت پیار تھا۔ شہداء کو دفن کرنے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ وہ بہت مغموم تھے۔ بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے گھروں سے ماتم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''افسوس، آج حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والا کوئی نہیں ہے''۔

انصاریوں نے ان کی بات سن لی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے گھروں سے عورتوں کو بھیج دیا تا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر روئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی تھی۔ جب آپؐ بیدار ہوئے تو انہیں رونے دھونے کی آوازیں سنائی دیں۔ آپؐ نے انہیں رونے سے منع کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ آئندہ کوئی بھی میت پر رونا دھونا مت کرے۔ آپؐ نے انصار کی عورتوں کے لئے دعا فرمائی۔

☆

Marfat.com

شادیاں اور اولاد:

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تین شادیاں ہوئی تھیں۔

ان کی پہلی زوجہ کا نام بنت الملۃ بن مالک تھا۔ ان کے بطن سے یعلی اور عامر دو بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت ابویعلی اسی بیٹے کی نسبت سے ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کا نام خولہ بنت قیس تھا۔ ان کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئیں جس کا نام عمارہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کی دوسری کنیت ابوعمارہ اسی نسبت سے ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تیسری بیوی کا نام سلمٰی بنت عمیس تھا۔ ان کے بطن سے بھی ایک بیٹی امامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئیں۔

یعلی بن حمزہ کے بچے بچپن میں ہی فوت ہوئے۔ عامر اور عمارہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا لیکن ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب نہ تو بیٹوں سے آگے چل سکا اور نہ ہی بیٹیوں سے۔ ان کا سلسلہ نسب یہیں پر رک گیا۔

☆

فتح مکہ کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل حبشی جو غزوۂ احد کے بعد مکہ مکرمہ میں رہتا تھا' بھاگ کر طائف چلا گیا۔ حبشی ماہ رمضان 9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس نے آپؐ سے معافی طلب کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا اور فرمایا "تم میرے سامنے مت آنا کیوں کہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا کی یاد آنے لگتی ہے"۔

حضرت حبشیؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مسیلمہ کذاب کو ہلاک کیا تو انہوں نے کہا کہ قبل از ایمان میرے ہاتھوں ایک بہترین انسان کا قتل ہوا اور اسلام لانے کے بعد میں نے ایک بدترین شخص کو قتل کیا۔

Marfat.com

40ہجری میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے احد کی طرف سے نہر کھدوائی تو ایک بیلچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیروں پر لگا۔ ان کے پاؤں سے تازہ خون کی چھینٹیں اڑیں۔ (بحوالہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (اصابہ)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھیں۔ 7ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے تشریف لے گئے تو امامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ لے جانے کا مسئلہ اٹھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے اسلامی بھائی چارہ تھا۔ وہ ان کے دینی بھائی تھے' اس لئے وہ اپنا زیادہ حق بچی پر سمجھتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بچی کو لے جانا چاہتے تھے کیونکہ وہ ان کے چچا کی بیٹی تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا رشتہ دھرا تھا۔ ایک تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی چچا کی بیٹی تھی' دوسرے ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں دے دیا۔

---

۱ کنزالایمان ص 257
۲ کنزالایمان ص 980
۳ بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی ص 598
۴ بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی ص 599
۵ کنزالایمان ص 758
۶ فضائل اعمال- حکایات صحابہؓ ص 77
۷ اخلاقِ رسول نمبر ص 444
۸ بخاری شریف کتاب المغازی ص 673

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے ایک معزز قبیلہ بنی مخزوم میں ایک بزرگ شخص ولید بن مغیرہ کے ہاں خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے جنم لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث تھا۔ اُن کی خالہ کا نام سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا تھا جو ام المومنین بنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی' عاتکہ بنت عبدالمطلب' حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی چچی تھیں جو ان کے چچا ابوامیہ کی زوجہ تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا والد ولید بن مغیرہ ایک شریف نیک دل اور درویش منش انسان تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے کھانا پکا پکا کر حاجیوں کو کھلاتا تھا اور ہر تیسرے سال خانہ کعبہ کا غلاف بدلتا تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر نو ہو رہی تھی اور کوئی شخص اسے گرانے کے لئے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ ولید بن مغیرہ نے اس عمارت کو تعمیر نو کیلئے گرایا۔ اپنے باپ کی طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی شروع ہی سے خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے۔ قبہ اور اعنہ یعنی فوج کی سپہ سالاری اور اس کے انتظام کے عہدے انہی کے پاس تھے۔ ولید بن مغیرہ کو مکہ مکرمہ کے عوام بہت چاہتے تھے اور انہیں بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی غیر معمولی شجاعت اور جرأت کی وجہ سے اپنی قوم میں بہت ممتاز تھے۔ ولید بن مغیرہ اپنے آبائی مذہب کا دلدادہ تھا۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو ولید کو یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ آپ ؐ کی مخالفت کرنے لگا۔ باپ کو

Marfat.com

دیکھتے ہوئے خالد رضی اللہ عنہ بھی اسلام دشمنی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے تھے۔ غزوۂ احد میں وہ لشکر کفار کے ساتھ تھے اور ایک دستے کے سالار تھے۔ جب ابوسفیان نے تین ہزار مشرکین کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا تو وہ بھی مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے پچاس تیر اندازوں نے بغیر حکم کے درہ چھوڑ کر مالِ غنیمت لوٹنا شروع کیا تو خالد رضی اللہ عنہ نے عقب سے آ کر اچانک اسلامی لشکر پر حملہ کیا اور اسے بھاری نقصان ہوا۔ مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی اور ان کی جیتی ہوئی بازی کی کایا پلٹ ہوگئی۔

6ہجری میں جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کا قافلہ لے کر عمرے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو مشرکین نے مسلمانوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لئے دوسو سواروں کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عکرمہؓ بن ابوجہل کی سربراہی میں بھیجا۔ اس وقت تک خالد رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی طرح مسلمانوں کے دشمن تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر مکہ اور مدینہ کے راستے پر ذی طویٰ کے مقام پر منتظر تھا مگر اسلامی لشکر مکہ اور جدہ کے درمیان راستہ بدل کر حدیبیہ پہنچ گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو بھی مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے رقعہ بھیجا تھا۔ اس سے اگلے سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تو اس وقت مکہ میں خالد رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ عمرہ کرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تجویز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ بعد میں جب خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ بھی آپؐ کے پیچھے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ عمروؓ بن العاص بھی حبشہ سے مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ ہدہ کے مقام پر ان کی ملاقات خالد رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ دونوں ہم سفر بن گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر عمرو رضی اللہ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی دنیا ہی بدل گئی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے،

Marfat.com

اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اس سے کئی گنا زیادہ شدت سے مشرکین کے دشمن بن چکے تھے۔ انہوں نے مستقل طور پر اپنا قیام مدینہ منورہ میں کرلیا۔

8 ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو غزوۂ موتہ کی مہم پر بھیجا۔ اس جنگ میں تین سپہ سالار حضرت زیدؓ بن حارثہؓ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ باری باری شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا جس کا مقابلہ دشمن کی ایک لاکھ فوج سے تھا' گویا ایک ایک مجاہد کا تینتیس مشرکین سے ہو رہا تھا۔ تینوں سپہ سالاروں کے شہید ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے کمان سنبھالی۔ وہ بہت بہادری سے لڑے۔ مسلمانوں کا بہت نقصان ہو چکا تھا۔ وہ حکمت عملی سے لڑتے لڑتے بڑی ہوشیاری سے باقی ماندہ مسلمانوں کے لشکر کو دشمن کے نرغے سے نکال کر واپس لے گئے۔ اس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے نو تلواریں ٹوٹیں۔ ان کو اس بہادری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیف اللہ'' کے لقب سے نوازا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے دو ہزار مجاہدین نے جام شہادت پیا۔

رمضان آٹھ ہجری بمطابق 629ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے ہم رکاب تھے۔ وہ میمنہ کے سالار تھے۔ قریش دس ہزار مجاہدین کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اسلامی لشکر کو بغیر جنگ لڑے فتح حاصل ہوئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے کدا کی طرف سے اپنے دستے کی سربراہی کرتے ہوئے داخل ہوئے تو مشرکین کا ایک گروہ ان پر حملہ آور ہوا۔ اس جھڑپ میں چند کفار ہلاک ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سواروں میں سے دو شخص جہیش رضی اللہ عنہ ابن اشعر اور کرزین رضی اللہ عنہ جابر فہری نے جام شہادت نوش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھڑپ کی تفصیل سن کر فرمایا ''اللہ کی مرضی بہتر ہے''۔

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

بیس مجاہدین کا سردار بنا کر بنت عزیٰ کو توڑنے کے لئے بھیجا۔ اس سریہ میں وہ کامیاب ہو کر لوٹے۔ یہ قریش و کنانن کا سب سے بڑا بت تھا۔ اس کا مجاور بنی شیبان تھا۔ جس کا تعلق بنی سلیم سے تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ساڑھے تین سو مسلمانوں کا سربراہ بنا کر مکہ مکرمہ کے نچلے علاقے یلملم کی جانب ایک مہم پر بھیجا۔ وہاں قبیلہ بنی کنانہ کی شاخ بنوخزیمہ رہتی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے دعوت اسلام قبول کر لی مگر گھبراہٹ میں کہنے لگے کہ ''ہم نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے''۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ انہوں نے سوچا کہ انہوں نے یہ کیوں نہیں کہا کہ ''ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے''۔ اس غلطی فہمی کی وجہ سے حضرت خالدؓ بن ولید نے حکم دیا کہ ہر مسلمان اپنے اپنے قیدی کو ہلاک کر ڈالے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا ''یا اللہ میں خالد رضی اللہ عنہ کے کام سے الگ ہوں''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعے مقتولین کے فدیئے ادا کئے۔

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقدم الجیش کے سپہ سالار تھے۔ وہ بہت بہادری سے دشمن سے لڑے۔ اس جنگ میں ان کے جسم پر کئی زخم آئے۔ اس جنگ میں ہوازن اور بنوثقیف کے کفار نے حصہ لیا تھا۔ اس غزوہ میں اسلامی لشکر فتحیاب ہوا۔ کفار کی شکست نے انہیں طائف کے قلعہ کے اندر محصور ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرۂ طائف میں بھی مقدم الجیش کی قیادت حضرت خالدؓ بن ولید کر رہے تھے۔

9 ہجری میں غزوۂ تبوک ہوا، جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ وہاں پر بغیر جنگ لڑے ایلہ اور اذرح کے رئیسوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے سرداروں نے اطاعت قبول کی، صرف دومتہ الجندل کا رئیس اکیدر بن عبدالملک سینہ سپر ہو گیا۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ

Marfat.com

بن ولید کو چار سو مجاہدین کا سردار بنا کر مقابلے کے لئے بھیجا۔ مقابلہ کرتے ہوئے اس کا بھائی حسان بن عبدالمالک ہلاک ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دو ہزار اونٹ' آٹھ سو بکریاں' چار سو وسق گندم اور چار سو زرہیں بطور غنیمت حاصل کیں۔ اکیدر نے دین اسلام قبول کر لیا اور جزیہ دینے پر رضامند ہو گیا۔

دس ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو سپہ سالار بنا کر ایک لشکر کے ساتھ بنو عبدالمدان نجرانی کی طرف ایک سریہ پر روانہ کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ "پہلے دعوت اسلام دینا اور جلد بازی میں تلوار مت چلانا"۔ انہوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بنو عبدالمدان کو دینی تعلیمات دیں اور انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوایا۔ 8 ہجری میں ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو یمن بھیجا۔ ان کی تبلیغ سے قبیلہ ہمدان کے لوگ کچھ زیادہ متاثر نہیں ہو رہے تھے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری جماعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سربراہی میں یمن بھیج دیا۔ ان کی تبلیغ سے سب قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری ج 8' ص 152)

شروع میں وہاں کے لوگوں نے مزاحمت کی مگر بہت جلد انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ 10 ہجری میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے نجران کا قبیلہ حارث بن زیاد مسلمان ہو گیا۔ (زرقانی ج 2' ص 116) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے فتنے پیدا کر دیئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک اسلامی لشکر کا سپہ سالار حضرت خالدؓ بن ولید کو بنا کر نبوت کے جھوٹے دعویدار طلحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لئے بزاخہ بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے طلحہ کو شکست دی۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ یمامہ کی طرف بڑھے جہاں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ سے جنگ لڑ رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ وحشی نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ اس لڑائی میں بہت سے حفاظ

Marfat.com

قرآن شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے ساتھ مقابلے کئے اور ہر میدان میں فتح یاب ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں امیر لشکر بنا کر عراق بھیجا تا کہ وہاں پہنچ کر مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔ عرب میں ایک طرف شام میں رومیوں کا تسلط تھا تو دوسری طرف عراق میں کیانی خاندان برسر اقتدار تھا۔ ان دونوں کی طرف سے عرب کو مسلسل خطرہ لاحق تھا۔ عراق کی پہلی جنگ کو ذات السلاسل کہتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے مل کر ایرانیوں کو شکست فاش دی۔ تیس ہزار ایرانی جنگ میں کام آئے۔ جنگ مذار کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ امیں اور امغیشیا پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے حیرہ پہنچ کر محاصرہ کیا۔ بالآخر تنگ آ کر انہوں حضرت خالدؓ بن ولید ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ خراج ادا کرنے کا معاہدہ کر کے صلح کر لی۔ حیرہ کے اطراف والوں نے بیس لاکھ سالانہ خراج دینا قبول کر لیا۔ ایرانی فوجیں عین التمر' انبار اور فراض کے علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ فتح کرنے کے بعد انبار اور عین التمر کو بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ شمالی عراق میں شام کی سرحد پر واقع فراض کے مقام پر پہنچے۔ یہ علاقہ شام' عراق اور جزیرہ کی سرحدوں پر واقع ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوت ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے کمک بھیجیں۔ دومتہ الجندل میں حضرت عیاضؓ بن غنم کو سرکوبی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف سے دومتہ الجندل کا محاصرہ کیا۔ جہاں دو حکمران جودی اور اکیدر مقابلہ میں لڑ رہے تھے۔ اس جنگ میں اکیدر مارا گیا اور جودی گرفتار ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جودی کو قتل کرا دیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس مہم کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ حیرہ واپس آئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے قعقاع رضی اللہ عنہ ابویعلی اور عروہ کے لشکروں کے ساتھ مل کر شب خون مار کر سب ایرانیوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔ ان تینوں نے تین اطراف سے حملہ کر کے ان کا صفایا کر دیا۔ اس کے بعد ان تینوں نے مل کر ثنی پر شب خون مار کر دشمن کو ہلاک کیا۔

Marfat.com

صرف امیر ہذیل زندہ بچا۔ وہ بھاگ کر بشر چلا گیا۔ ان تمام علاقوں کو فتح کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ رضاب پہنچے۔ وہاں سے فراض پہنچ کر نئے سرے سے فوج کو مرتب کیا۔ دریائے فرات کے ایک طرف مسلمان تھے اور دوسری طرف ایرانی اور رومیوں کی افواج تھیں۔ زبردست جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد وہ حیرہ لوٹے تو حضرت خالدؓ بن ولید حج کے لئے چلے گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دربار خلافت سے عراق چھوڑ کر شام جا کر اسلامی لشکر کی مدد کا حکم ملا۔ چنانچہ حج سے واپسی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ شام چلے گئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے بصریٰ کے بطریق پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ بصریٰ کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید' حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے مل کر اجنادین کے مقام پر بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور فتحیاب ہوئے۔ اس کے بعد محاصرہ دمشق ہوا۔ یہ محاصرہ تین مہینوں تک جاری رہا۔ ایک دن پادری کا بیٹا پیدا ہوا تو لوگ اس کی خوشی میں جشن منا رہے تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور رسیوں کی سیڑھی بنا کر اسے فصیل کے کنگروں میں پھنسا لیا اور اس کے ذریعے اوپر چڑھ گئے۔ پھر یہی رسیاں فصیل کی دوسری طرف لٹکا کر اس کی مدد سے قلعہ کے اندر اتر گئے اور اندر جا کر قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ یہ قلعہ کا مشرقی حصہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہرہ داروں کو ہلاک کر دیا۔ وہ اسلامی لشکر مشرقی دروازہ سے اندر گھس کر دشمنوں سے لڑ کر آگے بڑھتا گیا۔ دشمن نے دوسری طرف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے دروازے کھول دیئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ باب جابیہ سے لشکر لے کر شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فاتحانہ انداز میں لڑتے لڑتے شہر کے وسط میں پہنچ چکے تھے کہ ان کی ملاقات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان کے حکم سے انہیں جنگ روکنا پڑی۔ مشرقی دروازے کے قریب گرجا ''دیر صلیبا'' تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی نسبت سے اس کا نام ''دیر خالد'' پڑ گیا۔ مصالحانہ شرائط پر صلح نامہ تیار کیا گیا۔ اسی جنگ کی فتح کا سہرا حضرت خالدؓ بن ولید کے سر ہے۔ آدھے شہر کی عبادت گاہوں اور املاک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور باقی آدھے شہر پر جزیہ لگا دیا گیا۔

Marfat.com

دمشق کے چودہ گرجوں میں سے سات پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا گرجا ''یوحنا معمدان'' تھا۔ جس کے اندر دن کے پہلے حصے میں عیسائی عبادت کرتے تھے اور دوسرے حصے میں مسلمان نماز پڑھتے تھے۔ یہ تقسیم اسی سال تک رہی۔

دمشق کی فتح نے رومیوں کے دلوں میں انتقام لینے کے لئے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ سقلار بن مخراق جو ہرقل کا ایک نامور سپہ سالار تھا اپنی فوجوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ اس کی توقع کے خلاف مسلمان لڑائی کے لئے چوکنے تھے۔ مقدمتہ الجیش پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔ دونوں فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ رومیوں کے لشکر کی تعداد اسی ہزار تھی۔ حضرت خالدؓ بن ولید اور ضرار بن ازور نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ سقلار کو قتل کر دیا گیا۔ دشمن کی فوج پسپا ہو کر بھاگنے لگی۔ راستے میں دلدل تھی۔ ان کا تعاقب اسلامی لشکر کر رہا تھا۔ انہوں نے اپنے نیزوں اور تلواروں سے دشمن کے سپاہیوں کو دلدل میں گرا گرا کر قتل کیا۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ رومیوں کے اسی ہزار سپاہیوں میں سے گنتی کے چند لوگ بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دمشق واپس چلے گئے کیونکہ انہوں نے حمص جانا تھا۔ ہرقل نے توذر بطریق کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا' جس نے دمشق کے مغربی طرف مرج روم میں ڈیرہ جمایا۔ مرج روم کی دوسری طرف مسلمان لشکر نے پڑاؤ کیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کا لشکر توذر سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا مگر بجائے مقابلہ کرنے کے توذر دمشق واپس چلا گیا۔ اس کے تعاقب میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ گئے۔ رومیوں کا ایک اور دستہ شنس کی قیادت میں پہنچا۔ اس کی خبر سن کر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ میدان میں نکلے۔ دمشق کے باہر جنگ چھڑ گئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید بھی پہنچ گئے۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مل کر رومیوں کا مقابلہ کر کے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ پے در پے کی شکستوں نے رومیوں کو برہم کر دیا تھا۔ وہ دو لاکھ فوج کے ساتھ ماہان کی سربراہی میں یرموک پہنچے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے یرموک کی جنگ میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چاروں سپہ سالاروں

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ کو یکجا کر ان کا ایک سربراہ مقرر کرنے کی تجویز دی۔ ان سب نے مل کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اعظم مان لیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں رومیوں کو بہت نقصان پہنچا۔ رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ یرموک کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو قنسرین بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فتح حاصل کی۔ قنسرین کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معاہدۂ بیت المقدس کے لئے پہنچے۔ جابیہ کے مقام پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دستے نے حریر کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے ''تم لوگوں نے اپنی عادات تبدیل کر لی ہیں''۔ 17 ہجری میں حمص کے عوام نے بغاوت کر دی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس بغاوت کو فرو کیا۔ یرموک کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو سپہ سالاری کے منصب سے الگ کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوجی مصارف کا حساب کتاب بھیجنے میں لاپرواہی برتتے تھے۔

(اصابہ جلد 2' ص 99)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک شاعر کو دس ہزار کی رقم دی۔ اس خبر کو سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باز پرس کی کہ اگر اپنی جیب سے یہ رقم دی ہے تو اسراف ہے اور اگر بیت المال سے دی ہے تو خیانت ہے۔ اسلئے انہیں معزول کیا جاتا ہے۔ عام طور پر مشہور ہو گیا تھا کہ تمام فتوحات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دم سے ہو رہی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لئے بھی انہیں برطرف کر دیا تاکہ لوگ جنگوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو شگون کے طور پر نہ سمجھنا شروع کر دیں کہ اسلامی فتوحات حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قوت بازو سے ہو رہی ہیں۔ جب حضرت خالدؓ بن ولید کو معزولی کا پروانہ دیا گیا تو انہوں نے چپ چاپ قبول کر لیا اور کسی قسم کا احتجاج یا ردعمل نہیں کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں نے اس حکم کو سنا اور مانا اور اب بھی میں اپنے

Marfat.com

افسروں کے احکام ماننے اور خدمات بجا لانے کے لئے تیار ہوں‘‘(طبری ج 5‘ ص2528) اس کے بعد بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک سپاہی کی مانند حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لڑتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی جرم یا بدعنوانی کی وجہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول نہیں کیا گیا بلکہ اس لئے معزول کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ اسلامی فتوحات کا انحصار خالد رضی اللہ عنہ کے بازوؤں کی قوت پر نہیں ہے۔ معزولی کا حکم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محمیہ بن زنیم اور شداد بن اور اس کے ہاتھوں شام بھیجا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں کی وجہ سے لوگوں کو فتنے میں مبتلا ہوتے دیکھا‘ اس لئے معزول کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ (طبری جلد 5‘ ص2528)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاری سے معزول کرنے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حران‘ امد اور لرتہ کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض نبھائے لیکن ایک سال بعد انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد وہ مستقل طور پر مدینہ منورہ میں رہنے لگے۔

☆

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کئی شادیاں کیں۔ وہ کثیر الاولاد تھے۔ ان کی اولاد میں سے صرف دو بیٹوں مہاجر اور عبدالرحمٰن کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ مہاجر بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیر قیادت جنگ صفین میں حصہ لیا۔ ان کے دوسرے بیٹے عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ قسطنطنیہ میں حصہ لیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے بعد تمام عمر میدان جنگ میں رہے۔ انہیں جہاد کا بہت شوق تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سوا سو جنگوں میں حصہ لیا۔ ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا‘ جہاں پر تلواروں‘ نیزوں یا تیروں کے زخم نہ لگے ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت خالدؓ بن ولید کی سپاہیانہ صلاحیتوں کی قدر فرماتے

Marfat.com

تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محاسبہ کرایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ذمہ بیس ہزار نکلتے تھے جو انہوں نی بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور مخلص انسان تھے۔ وہ سرکار دو عالم رسالتماب سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپؐ کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا' پھر کچھ عرصہ بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کی جگہ بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سونے کا ٹکڑا آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹکڑا عینیہ بن بدر' اقرع بن جابس' زید بن خیل اور علقمہ بن علاثہ میں تقسیم کر دیا۔ ایک صحابی کہنے لگا ''ہم تو ان لوگوں سے زیادہ اس سونے کے مستحق تھے''۔

یہ سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''تم لوگ میرا اعتبار نہیں کرتے اور اس پروردگار کو میرا اعتبار ہے جو آسمانوں پر ہے۔ صبح اور شام آسمان سے مجھ کو خبر آتی رہتی ہے''۔ اس وقت ایک اور شخص کھڑا ہوا اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ سر منڈا ہوا تھا۔ گال پھولے ہوئے تھے اور پیشانی بلند تھی اور اس کی ڈاڑھی گھنی تھی۔ وہ کہنے لگا ''یا رسول اللہ' اللہ سے ڈرو''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

تیری خرابی' کیا میں ساری زمین والوں میں اللہ سے ڈرنے کے زیادہ لائق نہیں ہوں؟''

جب وہ شخص پیٹھ موڑے جا رہا تھا تو حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا۔

''یا رسول اللہ! میں اس شخص کی گردن اڑا دوں؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''نہیں' شاید وہ نماز پڑھتا ہو''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''یا رسول اللہ! بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کی زبان اور دل مختلف ہوتے ہیں یعنی

Marfat.com

وہ منافق ہیں''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ تو صحیح ہے مگر مجھے یہ حکم نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں کی بات کھود کر نکالوں یا ان کے پیٹ چیروں''۔

جب مکہ فتح ہوا تو قوم بنی کنانہ آگے بھا گی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے تعاقب کر کے انہیں گھیر لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ بچنے کی کوئی صورت نہیں تو انہوں نے ڈر کے مارے اسلام کا اظہار کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عذر قبول نہیں کیا اور انہیں قتل کر دیا کیونکہ حالت قتل میں ان کا ڈر کے مارے ایمان لانا قبول نہیں تھا۔ (۱۱)

یرموک کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا۔ اس حالت میں ایک عیسائی رومی جرجہ اپنی فوج سے نکل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے گفتگو کر کے مذہب اسلام کا قائل ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کو اپنے خیمہ میں لے گئے۔ اسے غسل کرایا۔ ان کی تبلیغ سے جرجہ ایمان لے آیا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے بعد جرجہ بھی تلوار لے کر لشکر اسلام کی طرف سے جنگ لڑنے لگا۔ جرجہ صبح کے وقت رومیوں کی طرف سے لڑ رہا تھا اور اب وہ ان کے خلاف لڑ رہا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ اسی میدان کارزار میں نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے جرجہ نے جام شہادت نوش کیا۔ (۱۲)

ایک دفعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ لڑائی کے دوران حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا ''تم لوگ اپنی پچھلی خدمات کی بنا پر ہم سے دوں کی لیتے ہو''

یہ بات جب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلی تو آپؐ نے فرمایا ''اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم لوگ احد کے برابر سونا بھی خرچ کرو تو ان لوگوں کے اعمال کو نہیں پہنچ سکو گے''۔ (امام احمد) (۳) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ایک موقع پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے گرما گرمی ہو گئی۔ آپؐ نے انہیں فرمایا۔

Marfat.com

''جو شخص عمار رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے' وہ خدا سے رکھتا ہے''۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر اس بات کا بہت اثر ہوا۔ انہوں نے حضرت عمار کو منایا' تب انہیں چین آیا۔ (۱۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو نصیحت کی'' جاہ و عزت سے بھاگو' عزت تمہارے پیچھے پھرے گی۔ موت پر دلیر رہو' تم کو زندگی بخشی جائے گی''۔ (۱۵)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے تو بستر مرگ پر پڑ گئے۔ اس بات کا انہیں افسوس تھا کہ تمام زندگی میدان جنگ میں گزارنے کے بعد اس طرح پڑے ہوئے ہیں۔ وہ چند روز علالت گزارنے کے بعد اکسٹھ سال کی عمر میں چل بسے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی نماز جنازہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

۱- بخاری شریف جلد نمبر۲' کتاب المغازی ص ۶۷۷ ۲- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۶۸۳

۳- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۰۸ ۴- کنز الایمان ص ۳۴۶

۵- جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم ص ۲۸۳ ۶- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۱۳

۷- تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ص ۸۱ ۸-۹- تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ص ۱۷۲' ۱۷۳

۱۰- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۱۴ ۱۱- کنز الایمان ص ۷۵۱

۱۲- خلفائے راشدین نمبر ص ۸۸ ۱۳- تفہیم القرآن جلد نمبر۵' ص ۳۰۹

۱۴- صحابہ کرام نمبر ص ۲۹۴ ۱۵- خلفائے راشدین نمبر ص ۱۰۳

Marfat.com

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

''پھر جب زید (رضی اللہ عنہ) اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون) سے تمہارا نکاح کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے حاجت پوری کر چکے ہوں''۔ (الاحزاب 37)

''(لوگو) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔ (الاحزاب 40)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق یمن کے ایک قبیلے بنو قضاعہ سے تھا۔ اس کی ایک شاخ بنو کلب کا سردار حارثہ بن شراجیل تھا۔ قبیلہ طے کی شاخ بنو معن سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون سعدیٰ بنت ثعلبہ اس سردار حارثہ کی زوجہ تھی۔ حارثہ اور سعدیٰ ہنسی خوشی اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ ایک متمول گھرانہ تھا۔ حارثہ اور سعدیٰ کے تین بچے تھے۔ جن کے نام اسماءؑ جبلہ اور زیدؓ تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی پیدائش 579ء میں ہوئی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے آٹھ سال کے بیٹے زید رضی اللہ عنہ کو لے کر اپنے میکے بنو معن والوں سے ملنے کے لئے گئی۔ زیدؓ ننھیال پہنچ کر بہت خوش تھا۔ وہ کھیل کود کے لئے گھر سے باہر نکلا۔ وہ ہنسی خوشی کھیلنے میں مشغول تھا کہ کچھ ڈاکوؤں کی اس پر نظر پڑی جو ادھر سے گزر رہے تھے۔ ان ڈاکوؤں کا تعلق بنی قین بن حسر سے تھا۔ ان ڈاکوؤں کی نیت خراب ہو گئی اور انہوں نے اس معصوم بچے کو اغوا کر لیا۔ ماں باپ کو جب

Marfat.com

اپنے لاڈلے بیٹے کے اغوا کا پتہ چلا تو ان پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انہیں بیٹے کی جدائی کا بہت صدمہ ہوا۔ وہ دونوں شب و روز اپنے لختِ جگر کی جدائی میں تڑپ رہے تھے۔ بسیار تلاش کے باوجود انہیں اپنا گم شدہ پیارا بیٹا نہ مل سکا۔ وہ اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ وہ ہر طرف کھوج لگا رہے تھے۔ اس حادثے نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ وہ دن رات اپنے پیارے بیٹے کو یاد کر کے ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے۔ وہ اس کی جدائی میں رو رو کر ہلکان ہو رہے تھے مگر بیٹے نے نہ ملنا تھا نہ مل سکا۔ ماں باپ کو اب نہ تو دن کو چین تھا اور نہ ہی رات کو آرام۔ اس غم سے گویا وہ زندہ درگور ہو گئے تھے۔ یوں وقت کا پنچھی پرواز کرتا جا رہا تھا۔

ادھر بنی قین بن جسر کے ڈاکوؤں نے زید رضی اللہ عنہ کو اغوا کر کے تیزی سے راستہ طے کرتے ہوئے سیدھے عکاظ کے میلے کا رخ کیا۔ عکاظ کا میلہ بہت مشہور تھا۔ اس میلے میں مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح سے لوگ خرید و فروخت کے لئے آتے تھے۔ اس میلے میں نیلامی بھی ہوتی تھی۔ بنی قین کے لٹیروں نے عکاظ کے میلے میں لا کر آٹھ سالہ زیدؓ بن حارثہ کو نیلام گھر میں نیلامی کے لئے کھڑا کر دیا۔ لوگ اس کے دام لگا رہے تھے اور وہ خاموش کھڑا اپنے ہی بکنے کا منظر ششدر ہو کر دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سگے بھتیجے حکیم بن حزام کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے بھی نیلامی دیکھ کر بولی لگائی۔ ان کی بولی سب سے زیادہ چار سو درہم تھی۔ حکیم بن حزام نے رقم ادا کر کے زیدؓ بن حارثہ کو اپنی تحویل میں لیا اور چل دیئے۔ وہ سیدھا اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور اس زرخرید لڑکے کو ان کی خدمت گزاری کے لئے تحفتاً پیش کر دیا۔ زیدؓ بن حارثہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہنے لگا اور بہت جلد اپنی اچھی عادات سے ان کا دل موہ لیا۔ زیدؓ بن حارثہ کے اچھے اخلاق اور خدمت گزاری کو دیکھتے ہوئے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسے اپنے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہوئے زیدؓ بن حارثہ کو سکون ملا۔

Marfat.com

وہ دل و جان سے ان کی اطاعت کرتا تھا۔ اس نے آپؐ کے دل میں گھر کر لیا۔ کبھی کبھی زید رضی اللہ عنہ اپنے والدین کو یاد کر کے بے چین ہو جاتا تھا مگر حارثہ بن شرجیل کو تو بیٹے کی جدائی کا روگ کھائے جا رہا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کا بیٹا زندہ بھی ہے یا نہیں؟ وہ اس کے غم میں بے قرار رہتا تھا اور شعر و شاعری کرتا تھا۔

بنی کلب کے چند افراد حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے۔ وہاں پر اچانک ان لوگوں کی نظر زیدؓ بن حارثہ پر پڑی۔ اگرچہ کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر پھر بھی انہوں نے پہچان لیا۔ انہوں نے زید رضی اللہ عنہ کو روک کر اس سے باتیں کیں اور اس کا اتہ پتہ پوچھا۔ جب یہ لوگ واپس اپنے وطن گئے تو انہوں نے حارثہ کو زید رضی اللہ عنہ کے ملنے کا مژدہ سنایا۔ حارثہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے زندہ ہونے کی خبر سن کر وہ خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے قبیلے میں پھیل گئی۔ خاندان کے سبھی لوگ خوشی سے جھوم اٹھے۔ باپ کی تو خوشی سے باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ جب ذرا قرار آیا تو حارثہ نے اپنے بھائی کعب بن شرجیل کو ساتھ لیا اور مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا۔ حارثہ اور کعب مکہ مکرمہ میں پتہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ پر پہنچے اور آپؐ سے ملاقات کی۔

حارثہ نے رو رو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے زید رضی اللہ عنہ کے اغوا ہونے کا واقعہ سنایا۔ اس نے آپؐ کو فدیہ کی رقم ادا کرنے کی پیشکش کرتے ہوئے درخواست کی کہ زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیں تاکہ وہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ سرکار دو عالم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو زیدؓ بن حارثہ سے بہت انس تھا اور آپؐ اس کی اطاعت گزاری اور عمدہ اخلاق کے معترف تھے۔ آپؐ کو معلوم تھا کہ زید رضی اللہ عنہ بھی آپؐ سے بہت محبت کرتا ہے۔ جب آپؐ نے ان کا مطالبہ سنا تو سوچ میں پڑ گئے۔ آپؐ نے زید کے والد اور چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''جو زید پسند کرے، وہی مجھے منظور ہوگا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ بخوشی جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، لیکن اگر وہ یہیں رہنے کو ترجیح دے تو میں اسے اپنے سے ہرگز

Marfat.com

جدا نہیں کروں گا''۔ یہ کہہ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور اس کی باپ اور چچا سے ملاقات کرائی۔ باپ نے جب بیٹے کو دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ زید رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں پہچان لیا۔ باپ اور چچا دونوں بہت خوش ہوئے۔ وہ لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے۔ حارثہ کو تو جیسے کھویا ہوا خزانہ مل گیا تھا۔ حارثہ کو زید رضی اللہ عنہ کی گم شدگی کا بہت صدمہ تھا۔ وہ تو اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے بالکل مایوس ہو چکا تھا کہ اچانک قدرت نے یہ معجزہ دکھایا اور ان کا ملاپ ہو گیا۔ حارثہؓ کعب اور زید رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ امیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم زید رضی اللہ عنہ کو اس کی نیک عادات اور اطوار کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے۔ زیدؓ بن حارثہ بھی اپنے آقا کی غلامی میں خوش تھا۔ وہ آپؐ کی شفقت کے سایہ تلے اپنی جان قربان کرنے کو بھی تیار تھا۔ زید رضی اللہ عنہ اپنا اولین فرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سمجھتا تھا۔

نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ اس کے والد اور چچا اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ یہ سن کر زید رضی اللہ عنہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے کبھی اپنے والد کو دیکھتا تو کبھی اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا۔ آخر کار زیدؓ بن حارثہ نے اپنے ذہن میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے والد اور چچا کے ساتھ نہیں جائے گا بلکہ یہیں وہ غلامی کو ترجیح دینا پسند کرے گا۔ اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ باپ اور چچا کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ وہ تو جیسے سکتے میں چلے گئے ہوں۔ وہ حیران ہو کر زید رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے تھے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی زید رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

''اگر زید رضی اللہ عنہ بخوشی جانا چاہتا تو میں اسے اجازت دے دیتا مگر اب ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اپنے ترجیح دینے والے پر کسی اور کو ترجیح دوں''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زید رضی اللہ عنہ کا یہ انداز ہ بھا گیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا حیران تھے کہ اس نے آزادی کی بجائے غلامی کو کیوں ترجیح دی ہے؟

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کا ہاتھ پکڑا اور خانہ کعبہ لے

Marfat.com

گئے۔ آپؐ نے خانہ کعبہ میں اعلان کیا کہ اب زید رضی اللہ عنہ آپ کا بیٹا اور وارث ہے۔ باپ اور چچا جو اپنے بچے کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور عقیدت دیکھ کر عش عش کر رہے تھے خانہ کعبہ میں آپؐ کا اعلان سن کر مطمئن ہو گئے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی بغیر فدیہ لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو اپنی غلامی سے آزاد کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا واپس چلے گئے۔ اس اعلان کی وجہ سے مکہ مکرمہ کے لوگوں نے زیدؓ بن حارثہ کو زیدؓ بن محمدؐ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دیکھ کر ان کا لقب ''حب رسول اللہ'' پڑ گیا۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ غلاموں میں سے پہلے شخص تھے جو مسلمان ہوئے۔ وہ ''اول المسلمین'' میں سے تھے۔ ان کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تیس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا اور اس وقت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہیں پندرہ سال ہو چکے تھے۔

☆

ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص کسی جنتی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو وہ ام ایمن سے کر لے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا تھیں اور آپؐ انہیں اماں پکارتے تھی۔ ان کی عمر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ تھی مگر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے اور انہیں بھی ''حب رسول اللہ'' کا لقب ملا تھا۔

☆

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی چارہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے قائم کر دیا تھا جو آپؐ کے چچا تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوات میں شریک ہوتے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کرتے تھے۔

آغاز اسلام میں مسلمانوں پر مکہ مکرمہ کے مشرکین نے بہت سختیاں کیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تمام اذیتوں کا نشانہ بنے مگر وہ ثابت قدم رہے۔ وہ ہر محاذ پر قدم قدم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ جب کفار مکہ کی سختیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دسویں سال حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لیا اور قبیلہ بنو بکر اور قبیلہ بنو قحطان گئے مگر ان لوگوں نے عدم تعاون کیا۔ اس کے بعد آپؐ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے طائف کا سفر کیا۔ وہاں کے تینوں سردار بھائیوں' عبد بن عمرو' مسعود بن عمرو اور حبیب بن عمرو نے آپؐ سے بہت بداخلاقی کا سلوک کیا۔ طائف کے آوارہ گرد لوگوں اور لڑکوں نے بدتمیزی کی حد کر دی۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازے کستے اور پتھر پھینکتے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپؐ کو ہر ممکن طریقے سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ آپؐ کے لئے ایک ڈھال بن گئے تھے مگر پھر بھی دونوں پتھروں سے کافی زخمی ہو گئے تھے۔ لوگوں کے طنز' مذاق اور پتھروں سے بچنے کے لئے مجبوراً انہوں نے ایک انگور کے باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کی ملکیت تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو صاف کیا۔ انہوں نے وہاں کچھ دیر استراحت کی اور موقع پا کر وہ وہاں سے نکلے اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس باغ میں حضورؐ نے قرآن کی تلاوت کی جسے جنات کی ایک ٹولی نے سنا۔ اس کا تذکرہ قرآنِ پاک میں موجود ہے۔

☆

جب ہجرت مدینہ منورہ کا حکم ہوا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ میں وہ کلثوم بن الہدم انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کا اسلامی بھائی چارہ مدینہ منورہ میں ایک بزرگ شخصیت سے قائم کیا۔ ان کا نام حضرت اسید بن حضیر

Marfat.com

انصاری رضی اللہ عنہ تھا اور وہ قبیلہ عبدالاشہل کے رئیس تھے۔ پھر وہ مسجد نبویؐ اور اس کے ساتھ رہائشی حجروں کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ جب مسجد نبویؐ تعمیر ہوگئی اور رہائش کے لئے حجرے بھی بن گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ ان دونوں کے کنبے والوں کو مدینہ لے آئیں۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ ان دونوں کنبوں کے ساتھ ساتھ اپنی زوجہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ اور بچوں کو بھی ساتھ لے آئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ان کا حجرہ تیار ہوگیا تو اس میں منتقل ہو گئے۔

☆

سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی خاندان میں سے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دونوں اس غلام زادے کو حقیر سمجھتے ہوئے اس رشتے پر ناخوش تھے مگر آپؐ کے کہنے پر خاموش ہو گئے۔ شادی کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی آپس میں نہ نبھ سکی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بارہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایات کیں اور چاہتے تھے کہ علیحدگی کرلیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار انہیں منع کرتے اور سمجھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو اپنے خاندان کی برتری کا احساس تھا اور اپنے شوہر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے سے کم تر سمجھتی تھیں۔ آخر کار شادی کے ایک سال بعد طلاق ہوگئی۔ عدت کی مدت کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہاتھوں اپنی شادی کا پیغام حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملتا، میں کچھ نہیں کہتی''۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے واپس آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا جواب پہنچایا۔ اتنے میں وحی نازل ہوئی۔

Marfat.com

''پھر جب زید رضی اللہ عنہ اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس مطلقہ خاتون کا نکاح تم سے کر دیا''۔ (الاحزاب 37)

اس زمانے میں متبنّی بیٹے کی بیوی کو اصلی بہو کی مانند سمجھا جاتا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت کے یہ رسم ختم کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کو موقع مل گیا کہ اعتراض کریں۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے جو ناجائز ہے۔ جب اس سلسلے میں آیات نازل ہوئیں تو سب کو احساس ہوا کہ واقعی حضرت زید رضی اللہ عنہ آپؐ کے حقیقی بیٹے نہیں تھے اس لئے ان کی مطلقہ بیوی سے نکاح جائز ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اکثر لوگ زیدؓ بن محمدؐ کہنے لگے تھے' اب انہیں دوبارہ زیدؓ بن حارثہ کہا جانے لگا۔

☆

مہمات:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بچپن سے لے کر آخری دم تک اپنی زندگی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کی۔ وہ آپؐ کی تعلیمات سے مستفیض ہوتے رہے۔ انہوں نے آپؐ کے ساتھ مختلف مہمات میں حصہ لیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری سے غزوۂ بدر سے لے کر جنگ موتہ تک ہر جہاد میں شرکت کی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اپنی زندگی میں نو دفعہ سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے۔ غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑا تھا' اس لئے وہ اس غزوہ میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فتح کا مژدہ سنانے مدینہ بھیجا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے 3 ہجری میں سریہ قردہ میں ایک سو مجاہدین پر مشتمل اسلامی لشکر کی قیادت کی۔ انہیں بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ انہوں نے دشمن کے سردار فرات بن حیان عجلی کو اسیر کیا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ فتحیاب ہو کر لوٹے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ فرات بن حیان عجلی کو مدینہ منورہ لے گئے۔ وہاں پہنچ کر اس نے دین اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

6ہجری میں سریہ جموم ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بنی سلیم کے مقابلے کے لئے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیر قیادت اسلامی لشکر بھیجا گیا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ مالِ غنیمت میں کچھ مویشی ہاتھ لگے اور چند لوگ اسیر ہوئے۔

6ہجری ہی میں سریہ عیص پیش آیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک سوستر مجاہدین کو ایک قافلے کو روکنے کے لئے بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قافلہ روک کر مالِ غنیمت اور اسیروں کو مدینہ منورہ پہنچایا۔ ان قیدیوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بھی شامل تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ابوالعاص کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیج کر اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منگوا لیا۔

6ہجری میں ایک اور سریہ ہوا اسے سریہ طرف کہا جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی سربراہی میں مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر پندرہ مجاہدین کو روانہ کیا۔ انہوں نے طرف کے چشمے پر بنی ثعلبہ کا مقابلہ کیا۔ اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہوئی۔ دشمن نے راہ فرار لی۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت لگا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ کی سفارت سے واپس مدینہ منورہ آ رہے تھے کہ راستے میں بنو حذام کے لوگوں نے حسمیٰ کے مقام پر انہیں روک کر لوٹ لیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پانچ سو مجاہدین کا اسلامی لشکر بنو حذام کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ اسلامی لشکر نے اچانک پہنچ کر دشمن پر دھاوا بول دیا۔ لڑائی میں ان کا سردار ہنید بن عوض اور اس کا بیٹا مارا گیا۔ مسلمانوں کے قبضہ میں بہت سا مالِ غنیمت اور اسیر آئے۔ بنی حذام کا ایک شخص مسلمان ہو چکا تھا۔ ان کا نام ابو یزید بن عمرو خدامی رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کی سفارش پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اسیروں کو چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت انہیں واپس دے دیا۔

Marfat.com

سریہ حسمیٰ کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ وادی القریٰ سے گزر رہے تھے کہ ان پر بنی فزارہ کے لوگوں نے حملہ کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ مسلمانوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ بھی زخمی ہوئے اور بڑی مشکل سے جان بچا کر مدینہ منورہ پہنچے۔ اس اچانک حملے سے کئی مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے سارا واقعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک مضبوط مجاہدین کا دستہ بنو فزارہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی اچانک حملے سے دشمن کے لوگ بوکھلا گئے۔ افراتفری میں انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔ ان کی حکمران ام قرفہ بنت ربیعہ بن بدر کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ فتحیاب ہو کر سریہ وادی القریٰ سے واپس آئے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر اطلاع ملی کہ بنی قریظہ مدینہ منورہ پر شب خون مارنا چاہتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے مامور کیا۔

8 ہجری میں موتہ کے مقام پر مشہور جنگ ہوئی جسے تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے لئے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو بصریٰ کے حاکم کے پاس مراسلہ دے کر بھیجا۔ بلقاء کے رئیس شرجیل بن عمرو غسانی نے دمشق کے نزدیک موتہ میں انہیں شہید کر ڈالا۔ قاصد کا قتل ایک غیر انسانی حرکت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے قتل کا بہت رنج تھا۔ آپؐ نے انہیں سبق سکھانے کے لئے تین ہزار مجاہدین پر مشتمل اسلامی لشکر روانہ کیا۔ اس لشکر کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب یہ لشکر موتہ کے مقام پر پہنچا تو اس کے مقابلے کے لئے دشمن کا ایک لاکھ کا لشکر موجود تھا۔ دشمنوں کے عظیم لشکر کی کمک بھی ایک لاکھ فوجیوں کی مزید پہنچنے والی تھی۔ مسلمانوں کو اس جم غفیر کی

Marfat.com

قطعاً پہلے سے اطلاع نہ تھی۔ وہ جذبۂ جہاد سے سرشار تھے۔ ایک ایک مسلمان مجاہد کا مقابلہ دشمن کے تینتیس سپاہیوں سے تھا۔ تھوری دیر کے لئے تو مسلمان گھبرا گئے مگر پھر انہوں نے پیچھے بھاگنے کی بجائے جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے میدان جنگ میں لڑے۔ شدید خون ریزی ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے کہ وہ ان کی زد میں آ گئے۔ دشمن کے ایک نیزہ لگنے سے شدید زخمی ہو کر گر پڑے اور وہیں شہید ہو گئے۔

ابھی میدان کارزار گرم تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں لوگوں کو بتایا۔

''پہلے زید رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاری کا پرچم سنبھالا' وہ شہید ہوئے پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے سنبھالا وہ شہید ہوئے پھر عبداللہؓ بن رواحہ نے پرچم سنبھالا وہ بھی شہید ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جب انہیں ان تینوں سپہ سالاروں کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو انہیں بہت صدمہ ہوا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بیٹی نے زاروقطار رونا شروع کر دیا تو آپ ؐ کی بھی روتے روتے گھگی بندھ گئی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''یہ جذبہ محبت ہے''

☆

شادیاں اور اولاد:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پانچ نکاح ہوئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ زیادہ قربت داری ہوئی۔ ان کی پہلی زوجہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ انہیں ایک سال بعد طلاق ہوئی۔

Marfat.com

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تیسرا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اروی بنت کریز کی بیٹی ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط سے ہوا۔ ان کے بطن سے ایک بیٹا زید بن زید رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی رقیہ بنت زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا چوتھا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی بیٹی درہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پانچواں نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہند بنت عوام رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ وہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی تھیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے صرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جوان ہوئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے انس تھا۔ آپؐ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی حضرت زینبؓ بنت جحش سے خود پڑھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی جانب سے دس دینار اور ساٹھ درہم خود مہر ادا کیا۔ آپؐ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کچھ کپڑے تحفتاً دیئے اور گھر کے خرچہ کے لئے کچھ خوراک بھیجی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ناچاقی کی وجہ سے طلاق کا ارادہ ظاہر کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو طلاق مت دو''۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو خبر دے چکا تھا کہ زینب رضی اللہ عنہ آپؐ کی ازواج میں شامل ہونے والی ہیں۔ اس لئے جب زید رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اور ان کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بہو سے کیسے نکاح کر لیا؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے نہیں تھے کیونکہ آپؐ کا سرے سے کوئی بیٹا تھا ہی نہیں کہ اس کی چھوڑی ہوئی بیوی سے نکاح ناجائز

Marfat.com

ہوتا دراصل آپؐ آخری نبی تھے اور دور جاہلیت کی اس فرسودہ رسم کو ختم کرنا ضروری تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کے بہت چہیتے تھے مگر بیٹے نہیں تھے۔

☆

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ابتدائی چند سال والدین کے ساتھ گزارے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تمام عمر نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قد چھوٹا تھا۔ ان کی ناک چپٹی تھی اور رنگت گہری گندمی تھی۔ (اصابہ) حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر قدم پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ وہ آپؐ کی آغوش محبت میں پروان چڑھنے کی وجہ سے تمام اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی پوری عمر محبت نبویؐ اور اطاعت نبویؐ میں گزاری۔ وہ واحد صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو گھر کے ایک فرد کی طرح سمجھتے تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی تبلیغ کے لئے جاتے تھے تو حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی شفقت کا ذکر اس طرح بیان کیا کہ ''ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان پر تشریف فرما تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپؐ بغیر چادر لئے چل دیئے۔ واللہ میں نے کبھی اس سے پہلے آپ کو کبھی برہنہ یعنی بغیر چادر اوڑھے کسی کے پاس جاتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی اس طرح اس کے بعد کبھی دیکھا۔ حضورؐ نے انہیں گلے لگا کر بوسہ لیا''۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ باقاعدگی سے نمازیں پڑھتے تھے۔ وہ تہجد گزار تھے۔ رات کو عبادت الٰہی کرنے کی وجہ سے کم سوتے تھے۔ وہ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے اور اکثر ان کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ ان کی خوراک سادہ تھی وہ مہمان نواز تھے اور غریبوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

☆

Marfat.com

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر انسان تھے۔ انہیں جہاد کا بہت شوق تھا۔ وہ تیر اندازی اور تلوار بازی پر عبور رکھتے تھے۔ اگرچہ وہ جنگوں میں اپنے لشکر یا اپنے دستے کے سپہ سالار ہوتے تھے مگر میدان جنگ میں ان میں اور ایک سپاہی میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سات جنگیں حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ لڑیں۔ وہ ہر لڑائی میں سپہ سالار ہوتے تھے"۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ غزوۂ خندق میں مہاجرین کے علمبردار تھے۔ وہ اپنے لئے جنگ میں کبھی خیمہ نہیں لگواتے تھے۔ اگر کوئی شخص حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فالتو بات کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افسوس ہوتا تھا۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سربراہ مقرر فرماتے تھے۔ اگر وہ آپؐ کے وصال کے وقت تک زندہ ہوتے تو انہیں اپنا جانشین مقرر کرتے"۔ غزوہ مریسیع میں آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو جانشین مقرر فرمایا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک کامیاب سپہ سالار تھے۔ جب وہ شہید ہوئے، ان کی عمر بچپن سال تھی۔

۱ تفہیم القرآن جلد نمبر 4 ص 99
۲ فضائل اعمال ص 189
۳ تفہیم القرآن جلد نمبر 4 ص 100
۴ بخاری شریف جلد نمبر 3 کتاب التوحید۔ص 980
۵ انوار القرآن جلد نمبر 1 ص 538
۶ انوار القرآن جلد نمبر 1 ص 542
۷ بخاری شریف جلد نمبر ص
2 کتاب المغازی ص 676
۸ بہار شریعت جلد نمبر 2 حدیث نمبر 13 ص 648
۹ جہاد نمبر ص 92

Marfat.com

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے قبیلہ بنی ہاشم میں 563ء میں پیدا ہوئے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام سخیلہ بنت خزاعی ابن الحویرث بن حبیب تھا۔ ان کے بھائی کا نام عبداللہ بن حارث تھا۔ ان کی کنیت ابومعاویہ رضی اللہ عنہ تھی۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ درمیانہ قد و قامت اور گندمی رنگ کے خوش شکل انسان تھے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔

بنو ہلال قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھی' جس سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا نام خزیمہ بن حارث تھا۔ بعثت سے تیرہ سال پہلے خزیمہ بن حارث کے ہاں ایک بچی نے جنم لیا جس کا نام زینب بنت خزیمہ رکھا گیا۔ جب زینب جوان ہوئیں تو ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بڑے بیٹے طفیل بن حارث سے ہو گئی۔ طفیل بن حارث اور زینب بنت خزیمہ کی شادی کے بعد آپس میں نہ نبھ سکی اس لئے تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ طفیل بن حارث نے اپنی زوجہ زینب کو عروسی بندھن سے آزاد کر دیا۔

ابھی زینبؓ بنت خزیمہ طلاق کے بعد عدت کی مدت پوری کر رہی تھی کہ طفیل بن

Marfat.com

حارث کے دوسرے بھائی حضرت عبیدہؓ بن حارث نے اپنا پیغام دے دیا۔ چنانچہ عدت کے بعد حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا نکاح ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئی تھیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم بن ابی الارقم کے مکان میں پناہ لینے سے پہلے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت پسند کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی چارہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے قائم کیا تھا۔ آغاز اسلام میں مسلمان مشرکین مکہ کی سختیوں کا نشانہ بنتے رہے۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بھی ظلم و ستم برداشت کرتے رہے مگر دین اسلام پر قائم رہے بلکہ ان کے بھائیوں نے بھی اپنا آبائی مذہب چھوڑا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت مدینہ منورہ کا حکم دیا تو حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کا ایک چھوٹا سا قافلہ بن گیا جس میں ان دونوں کے ساتھ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے دونوں بھائی حضرت طفیلؓ بن حارث اور حضرت حصینؓ بن حارث بھی شامل تھے۔ یہ کارواں بڑی خاموشی سے مکہ مکرمہ سے نکلا اور سوئے مدینہ روانہ ہو گیا۔ اس قافلے میں حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شریک ہو گئے۔ مشرکین مکہ سے چوری چھپے یہ قافلہ مدینہ کی راہ پر گامزن تھا۔ ابھی قافلہ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کو ایک زہریلے بچھو نے کاٹ لیا۔ بچھو کے ڈنگ سے انہیں اس قدر تکلیف ہوئی کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ انہوں نے حضرت عبیدہؓ بن حارث کو سفر جاری رکھنے کے لئے کہا۔ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ قافلے کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے' اس لئے وہ پیچھے رہ گئے۔ دوسرے دن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ انہوں نے کچھ ٹھیک نہیں کیا کہ اپنے ایک مجبور ہم سفر کو تکلیف کی حالت میں راستے میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ ضمیر کے ملامت کرنے پر وہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکے اور واپس ہو گئے۔ انہوں نے

Marfat.com

واپس آ کر حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے مگر حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی تکلیف کی وجہ سے قافلے کی رفتار سست پڑ گئی۔ جوں توں کر کے یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ مدینہ منورہ میں ان کا قیام حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہ العجلانی رضی اللہ عنہ کے ہاں ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کی بہت اچھی طرح پذیرائی کی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بہت نیک اور ہمدرد انسان تھے۔ ان کی عمدہ صفات کی وجہ سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''شیخ المہاجرین'' کے لقب سے نوازا تھا۔ ان کی زوجہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ اپنی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے مشہور تھیں۔ انہیں ''ام المساکین'' کا لقب ملا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی سے بہت لگاؤ تھا۔ آپؐ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہؓ بن حارث کا اسلامی بھائی چارہ حضرت عمیر بن العمال انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔

ہجرت کے آٹھ مہینے گزرے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ابواء سے لوٹے ہی تھے کہ آپؐ کو اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ سے ابوسفیان بن حرب کا قافلہ آیا ہوا ہے جس میں دو سو مشرکین شامل ہیں۔ اس قافلے نے بطن رابغ کے چاہ احیاء پر پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ ابوسفیان کا لشکر اونٹوں کو چرانے کے لئے رکا ہوا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہؓ بن الحارث کی قیادت میں ساٹھ مجاہدین کا لشکر بھیجا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے' کچھ تیراندازی بھی ہوئی مگر باقاعدہ جنگ نہ چھڑی' کیوں کہ کفار مکہ کا لشکر یہ سمجھ کر کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پیچھے مسلمانوں کا بڑا لشکر ہوگا' اپنا راستہ بدل کر بغیر مقابلہ کئے وہاں سے نکل گیا۔ مشرکین کا یہ قافلہ ایک تجارتی قافلہ تھا' جس میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہ نے اپنے قافلے کو چھوڑ دیا اور اسلامی قافلے سے آ ملے۔ یہ

Marfat.com

دونوں قدیم الاسلام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سریہ کو سریہ رابغ کہا جاتا ہے۔ اسلامی لشکر کے پہلے سربراہ بننے کا اعزاز حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ سریہ رابغ میں خونریزی نہیں ہوئی تھی۔ اس سریہ کے بعد وہ اپنے لشکر سمیت مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔ اس لشکر میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ انہوں نے اسلام کی راہ میں چلنے والا پہلا تیر چلایا تھا۔

ہجری کے دوسرے سال ماہ رمضان میں حضرت عبیدہؓ بن حارث کو اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ طور پر جہاد کا اعلان فرما دیا ہے۔ کفر اور اسلام کا پہلا مقابلہ مدینہ منورہ سے کوئی اٹھانوے میل کے فاصلے پر بدر کے مقام پر ہونا تھا۔ اسلامی لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ اس لشکر میں حضرت عبیدہؓ بن حارث بھی شامل تھے۔ غزوۂ بدر سترہ رمضان المبارک کو ہوا۔ پہلی دفعہ مسلمان اور کفار ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور کفار کی تعداد ان سے تین گنا زیادہ تھی۔ مسلمانوں کے پاس حرب کے وسائل بہت کم تھے۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق کفار کے لشکر سے تین سورما میدان جنگ میں نکلے۔ ان کے نام عتبہ' شیبہ اور ولید تھے۔ انہوں نے مبارزت کے لئے مسلمانوں کو للکارا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین بہادر سرداروں کے مقابلے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو میدان میں جانے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ اور شیبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید مدمقابل تھے۔ ان کا مقابلہ سخت تھا۔ دونوں بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے اور زخمی ہو گئے تھے مگر فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ لڑتے لڑتے دونوں تھک کر چور ہو چکے تھے۔ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کا ایک پاؤں شہید ہو چکا تھا۔ دونوں گھائل تھے اور نڈھال ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آگے

Marfat.com

بڑھے اور انہوں نے ولید کو ڈھیر کر دیا۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا سر اپنی گود میں رکھا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد لشکر اسلام نے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے جسم پر کاری زخم لگے تھے اور شدید خونریزی ہو رہی تھی۔ اس وقت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو بدر سے واپسی پر صفراء کے مقام پر سپرد خاک کیا۔ ان کا مزار وہاں پر موجود ہے۔ جب لشکر اسلام واپس مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کو اس سانحہ کا پتہ چلا۔ انہوں نے دین اسلام کی خاطر اس صدمہ کو برداشت کیا۔ عدت گزرنے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ جب وہ بھی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔ اس نکاح کے آٹھ ماہ بعد ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً آٹھ سال بڑے تھے۔ آپؐ کا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا آپس میں بہت پیار تھا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ہمہ وقت دین اسلام کی خاطر ہر خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ انہوں نے کئی شادیاں کیں، جن میں سے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے بیٹوں کے نام معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد اور ابراہیم تھے اور ان کی بیٹیوں کے نام ریطیہ، خدیجہ، سخیلہ اور صفیہ تھے۔[1]

---

[1] جرنیل صحابہؓ ص 35

Marfat.com

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت زیدؓ بن حارثہ تھا۔ ان کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلے بنو قضاعہ کی ایک شاخ بنو کلب سے تھا۔ حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں 617ء میں ہوئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام برکتہ تھا مگر وہ اپنی کنیت کی وجہ سے ام یمن رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ حضرت ام یمن رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا تھیں۔ آپؐ انہیں اماں اماں کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت ام یمن رضی اللہ عنہ عمر میں حضرت زیدؓ بن حارثہ سے بہت بڑی تھیں مگر حضرت زیدؓ بن حارثہ نے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر ان سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ وہ ''اول المسلمین'' کے چار لوگوں میں سے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ام یمن رضی اللہ عنہ دونوں ''سابقون الاولون'' میں سے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سات سال بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو غلامی سے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بیٹا بنالیا تھا اس لئے جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی باپ کی طرح ''حب رسول اللہ'' کا لقب ملا تھا۔

ہجرت نبویؐ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ جب آٹھ ماہ بعد

Marfat.com

مسجد نبویؐ کے ساتھ ساتھ رہائشی حجرے بھی تعمیر ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مکہ مکرمہ سے اپنا کنبہ لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے آپؐ کے کنبے کے ساتھ اپنی زوجہ حضرت ام یمن رضی اللہ عنہ اور فرزند حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی لے آئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا کہا ہوا تھا۔ آپؐ اسے اپنے بچوں کی طرح چاہتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب دنیا میں آنکھ کھلی تو خود کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش محبت میں پایا۔ حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ کی شروع ہی سے پرورش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آپؐ ہی کے گھر ہوئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ایک مسلمان کے گھر تولد ہوئے۔ ان کے والدین پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ پر ہوئی اور وہ ابتدا سے ہی اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپؐ کے گھر کے فرد کی حیثیت حاصل تھی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے جہاد کا شوق تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جہاد کے لئے جوش و خروش دیکھا تو پہلی مرتبہ سریہ حرکات میں لشکر کی سربراہی مقرر کر کے انہیں جہینہ بھیجا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس سریہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے دشمن کے لشکر کے ایک شخص نہیک بن مرداس کو گرا دیا اور اسے قتل کرنا چاہا تو اس شخص نے کلمہ پڑھ لیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ روکنے کی بجائے اس شخص پر وار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپ کو بہت افسوس ہوا۔ آپؐ نے اس بات کی مذمت کی کہ ایک کلمہ گو شخص کو جان سے مار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ نے عہد کیا کہ آئندہ زندگی میں وہ کبھی کسی کلمہ پڑھنے والے کو قتل نہیں کریں گے اور انہوں نے اپنا عہد پورا کیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ

Marfat.com

سالار بنا کر مجاہدین کا ایک لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں جہاد کے لئے بھیجا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد رومیوں کے لشکر کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بہت بہادری سے جنگ شروع کی مگر وہ شہید ہو گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کا بہت صدمہ ہوا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اکثر اوقات سفر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ وہ خانہ کعبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سیاہ فام تھے۔ ان کی ناک چپٹی تھی۔ وہ ایک بہادر انسان تھے۔ سرکار دو جہاں۔ ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ کو اٹھا لیتے اور فرماتے۔

''یا اللہ' ان دونوں سے محبت کر۔ میں بھی ان دونوں سے محبت کرتا ہوں''۔(۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ تھا جبکہ ان کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ گندمی تھے۔ بعض لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب کا طعنہ دیتے تھے۔ جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوتا تو آپ کو بہت افسوس ہوتا۔ ایک دن آپؐ نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

''میرے پاس ایک قیافہ شناس مدلجی آیا تھا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے پیر باہر تھے۔ اس نے دونوں کے پاؤں دیکھے تو کہنے لگا کہ یہ پاؤں تو ایک دوسرے سے نکلے ہیں''۔(۲)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس قیافہ شناس کی بات سن کر پھر کبھی کسی نے انہیں طعنہ نہیں دیا۔

☆

سرکار دو عالم رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

Marfat.com

بہت چہیتے تھے۔ قریش خاندان کی ایک مخزومی عورت پریشان تھی کہ اس نے چوری کی ہے تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ اس نے کہا کہ کون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر اس کی یہ سفارش کرے گا کہ اسے جو سزا بھی دیں، قبول ہے مگر اس کے ہاتھ نہ کاٹیں۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا نام بتایا کہ صرف وہی آپؐ سے بات کر سکتے ہیں۔ لوگوں کے مجبور کرنے پر حضرت سامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے بات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپؐ نے فرمایا۔

''ارے تو اللہ کی حد میں سفارش کرتا ہے''۔

اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''لوگو تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں، وہ اسی وجہ سے تو تباہ ہوئیں جو وہ کیا کرتے تھے۔ جب کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی غریب (بے وسیلہ اور کم ذات) آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر شرعی حد قائم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم، اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا محمدؐ کی بیٹی بھی چوری کرے تو محمدؐ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا''۔ (۳)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا۔

''میرا بیٹا مر رہا ہے، آپ تشریف لے آئیں''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہلوا بھیجا۔

''اللہ کا مال ہے، جو وہ عنایت کرے اور جو لے لے۔ ہر بات کا اس کے پاس وقت مقرر ہے، تو صبر کر''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دوبارہ قسم دے کر آپ ﷺ کو بلوایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لائے۔ بچہ دم توڑ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ! آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

Marfat.com

''یہ تو اللہ کی رحمت ہے جو اس نے اپنے نیک بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ انہی پر رحم کرے گا جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں''۔ (۴)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا۔ ایک دفعہ چوٹ لگنے سے ان کا خون بہنے لگا۔ آپؐ ان کا خون چوس چوس کر تھوکتے جاتے تھے اور انہیں بلاتے ہوئے فرماتے جاتے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتا تو ہم اسے زیور پہناتے اور اچھے اچھے کپڑے پہناتے (احکام القرآن) آپؐ نے فرمایا کہ ریشم اور سونا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔ (۵)

☆

گیارہ ہجری میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ کی شکست کا انتقام لینے کے لئے ایک اسلامی لشکر تیار کرنا شروع کیا مگر اس دوران آپؐ خود علیل پڑ گئے۔ اسلامی فوج کا سپہ سالار آپؐ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تاکہ وہ اپنے باپ کا بدلہ لے سکیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اس وقت عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پرچم تھما کر رخصت کیا۔ اس لشکر میں معمر اور تجربہ کار مجاہدین مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت عبیدہؓ بن جراح' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص' حضرت سعیدؓ بن زید' حضرت قتادہؓ بن نعمان اور حضرت سلمہ بن اسلم بن حریس شامل تھے۔ جیش اسامہ میں موجود بزرگ ہستیوں نے بخوشی کم سن نوجوان کی قیادت کو قبول کر لیا۔ چند لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کیا کہ انہیں کیوں سپہ سالار بنایا جا رہا ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''لوگو! تم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرداری پر طعنہ دیا ہے۔ تم نے اس کے باپ زید رضی اللہ عنہ کی سرداری پر بھی طعنہ دیا تھا۔ خدا کی قسم! زید رضی اللہ عنہ سردار بننے کے لائق تھے۔ زید رضی اللہ عنہ کے بعد اسامہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مجھے عزیز ہیں''۔ (۶)

Marfat.com

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر الجروف میں رکا۔ اس لشکر کو رخصت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو وہ واپس جا کر آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی شدت اور آپؐ کی بے قراری کو دیکھ کر تڑپ اٹھے مگر آپؐ کے حکم کی تعمیل میں عیادت کر کے چلے گئے۔ ابھی وہ اپنے لشکر میں پہنچے ہی تھے کہ انہیں حضرت ام یمن رضی اللہ عنہا کا پیغام ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ آپؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہونے کی وجہ سے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امور ہائے خلافت کے تعاون کے لئے مدینہ منورہ میں رک گئے مگر ان دونوں نے سپہ سالار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مدینہ میں رکنے کی باقاعدہ اجازت طلب کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے تو جھوٹے مدعیان نبوت' مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے شوشوں نے ملک میں جگہ جگہ بدامنی کی فضا پیدا کر دی۔ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی ان مسائل کو اولین ترجیحات دے کر ان فتنوں کو قلع قمع کرنا زیادہ ضروری ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں ہی جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو پرچم اسلامی دے کر شام پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نی اسے روکنا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے آپؐ کے حکم کے مطابق جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ وہ خود اسلامی لشکر کو وداع کرنے کے لئے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پہنچے۔ حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا انہیں پیش کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو گھوڑے سے اترنے دیا اور نہ ہی گھوڑا لیا۔ وہ چند قدم پیادہ چلتے رہے۔ انہوں نے فرمایا "اگر میں تھوڑی دیر تک راہ خدا میں چلوں تو کیا ہی اچھا ہے کیونکہ ہر قدم کے بدلے

Marfat.com

میں سات سونیکیاں ہیں'' (طبری 185)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شام گئے اور دشمن سے مقابلہ کر کے فتحیاب ہوئے۔ وہ کامیاب وکامران ہوکر چالیس دنوں بعد مدینہ منورہ واپس پہنچے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو آگے مدینہ روانہ کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فتح کا مژدہ سن کر چند اصحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود چل کر مدینہ منورہ سے باہر ان کے استقبال کے لئے آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو وہ بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ انہیں احساس تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو چاہتے تھے؟ انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر کیا تھا جبکہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ صرف اڑھائی ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافتوں میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ گوشہ نشین رہے۔

لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرو۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ ان کا منفرد مقام تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''میں ان سے پوشیدہ طور پر گفتگو کر چکا ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اعلانیہ ان کو برا بھلا کہوں اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنے والا میں بنوں اور میں ایسا خوشامدی بھی نہیں ہوں کہ کوئی دو آدمیوں میں حاکم بن جائے تو میں اس کو خوش کرنے کے لئے خوامخواہ کہوں کہ تم اچھے آدمی ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لے کر آئیں گے اور دوزخ میں ڈالیں گے' وہ اسے لے کر اس طرح چکر مارتا رہے گا جیسے کہ چکی کا گدھا گھومتا ہے۔ اس کے گرد دوزخ کے لوگ

Marfat.com

جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے کہ تو دنیا میں اچھا تھا۔ لوگوں کو نیک بات کا حکم دیتا تھا اور بری بات سے منع کرتا تھا۔ تو اس آفت میں کیوں کر گرفتار ہوا"۔

وہ شخص کہے گا۔

"بیشک میں لوگوں کو تو اچھی بات کا حکم کرتا تھا لیکن خود عمل نہ کرتا تھا۔ انہیں بری باتوں سے روکتا تھا لیکن خود باز نہ آتا تھا اور برے کام کرتا تھا"۔(۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا

"وہ کون ہے؟"

ایک شخص نے جواب دیا۔

"تم اس کو نہیں پہچانتے۔ یہ محمد ہے اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیٹا"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے تو اس کے باپ اور دادا کی طرح اس سے بھی محبت کرتے"۔(۸)

☆

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں سات شادیاں کیں۔ ان کی پہلی شادی چودہ سال کی عمر میں حضرت زینب بنت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بیس بچے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایک سو اڑتیس احادیث مروی ہیں۔

54ہجری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً اکسٹھ برس تھی۔ انہیں مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا۔

☆

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میں بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں اکثر وہ لوگ گئے جو دنیا میں محتاج تھے اور مال دار لوگوں کو حساب لئے جانے کے لئے ایک طرف

Marfat.com

روک لیا گیا۔ باقی جو لوگ دوزخی تھے' انہیں دوزخ میں بھیج دیا گیا اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھتا ہوں کہ اس میں بہت عورتیں ہیں''۔(۹)

حضرت فاطمہ بنت قیس الفہر یہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی نے طلاق دے دی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شوہر نے دو طلاقیں دی تھیں۔ پھر وہ یمن چلے گئے اور تیسری طلاق وہاں سے بھیجی۔ چونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت تیز زبان اور بدمزاج تھیں اور ان سے سسرال والے تنگ تھے' انہیں ابن ام کلثوم کے ہاں رکھا گیا (ابو داؤد) انہیں بدمزاجی کی وجہ سے گھر چھوڑنا پڑا تھا۔ شوہر کے رشتہ داروں نے اس کے نفقہ اور سکونت کا حق ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کی روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ ان کے شوہر کو رجوع کا حق نہیں' نہ نفقہ اور نہ ہی سکونت کا اسے حق پہنچتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو رد کر دیا۔ حضور اکرم۔ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ان خاتون نے یہ حدیث بیان کر کے لوگوں کو فتنے میں ڈال دیا تھا حالانکہ ان کا گھر سے نکلنا بدمزاجی کی وجہ سے تھا (ابو داؤد) محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب کبھی فاطمہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کا ذکر کرتی تھیں میرے والد (اسامہ رضی اللہ عنہ) جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگتی' اٹھا کر ناراضگی سے ان پر دے مارتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے سکونت اور نفقہ کا حق ہے۔ (جصاص)(۱۰)

☆

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع میں عرفات سے واپس آتے ہوئے کس چال سے چل رہے تھے؟ انہوں نے کہا ''آپؐ پاؤں اٹھا کر (یعنی ذرا تیز) چلتے تھے اور جب ہجوم نہ ہوتا تھا تو تیز چلتے تھے''۔(۱۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرفات سے رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی سواری پر بیٹھا۔ جب آپؐ بائیں طرف پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے قریب ہے آپؐ نے اونٹ بٹھایا اور پیشاب کیا۔ پھر آئے تو میں نے وضو کا پانی آپؐ پر ڈالا۔ آپؐ نے وضو کیا۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہؐ نماز؟''

آپؐ نے ارشاد فرمایا ''نماز آگے چل کر'' اور آپؐ سوار ہو گئے۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ (۱۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس کے ساتھ احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے کے لئے یہ کہا ''جزک اللہ خیراً'' تو پوری ثناء کر دی'' (ترمذی) (۱۳)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ سب کی مغفرت فرما دیتا ہے مگر جو دو شخص باہم عداوت رکھتے ہیں اور وہ شخص جو قطع رحمی کرتا ہے۔ (طبرانی) (۴)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچے محل پر چڑھے۔ پھر صحابہ کرام سے فرمایا۔

''تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے گھروں میں فتنے کے مقام اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرنے کے مقام (۱۵)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کی زوجہ نے آپؐ سے نہر کوثر کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اس کی زمین یاقوت و مرجان اور موتیوں کی ہے''۔ (مردویہ) (۱۶)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب سنو کہ فلاں جگہ طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب وہاں ہو جائے' جہاں تم ہو تو وہاں سے مت نکلو''۔

Marfat.com

فرمایا ''طاعون عذاب کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو اس میں مبتلا کیا۔ جب سنو کہ کہیں ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہو جائے تو وہاں سے مت بھاگو'' (مسلم) (۱۷)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس سے گزرے' جس میں مسلمان' یہودی اور مشرکین سب موجود تھے۔ آپؐ نے انہیں سلام کیا یعنی مسلمانوں کی نیت سے (بخاری' مسلم) (۱۸)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا''۔ (۱۹)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''ادھار میں سود ہے۔ دست بدست ہو تو سود نہیں (یعنی جب جنس مختلف ہو) (۲۰)

جنگ موتہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑے۔ انہوں نے اس جنگ میں اپنے والد کو اپنی آنکھوں سے شہید ہوتے دیکھا۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال سے کم تھی۔ انہوں نے اپنے والد کو شام میں دفن کیا۔ (۲۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ایک ذہین' متقی اور بہادر شخص تھے۔ انہیں بچپن سے ہی جہاد کا شوق تھا۔ غزوہ احد میں اسے کم سنی کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے کی اجازت نہیں دی تھی اس لئے انہیں رنج تھا۔ غزوہٗ خندق میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شوق جہاد دیکھ کر پندرہ سال کی عمر میں لڑنے کی اجازت دے دی تھی۔ (۲۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بہت انس تھا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات پیدا

Marfat.com

ہوئے اور جنگ ہوئی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس جنگ سے علیحدہ رہے۔ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے معذرت کرتے ہوئے لکھا کہ چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مسلمان کلمہ گو پر تلوار نہ اٹھانے کا وعدہ کیا تھا' اس لئے وہ کسی مسلمان کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے۔ (۲۳)

۱- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المناقب ص۴۵۶
۲- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المناقب ص۴۵۵
۳- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب الحدود ص۴۰۷
۴- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الجنائز ص۵۶۰
۵- تفہیم القرآن جلد نمبر۴' ص۵۳۱
۶- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المناقب ص۴۵۵
۷- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب الفتن ص۸۴۰
۸- صحیح بخاری جلد نمبر۲ کتاب المناقب ص۴۵۶
۹- صحیح بخاری جلد نمبر۳ کتاب الرقاق ص۶۱۳
۱۰- تفہیم القرآن جلد نمبر۵' ص۵۷۵
۱۱- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب المناسک ص۶۹۴
۱۲- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب المناسک ص۶۹۵
۱۳- بہار شریعت جلد نمبر۲ حدیث نمبر۸' ص۴۴۹
۱۴- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۱۰' ص۶۸۴
۱۵- بخاری شریف جلد نمبر۱' کتاب المناسک' ص۶۴۷
۱۶- تفہیم القرآن جلد نمبر۶' ص۴۹۵
۱۷- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث ۲۱' ۲۲- ص۶۶۵
۱۸- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۲۰ ص۶۴۳
۱۹- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب الفرائض ص۶۹۶
۲۰- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۹ ص۲۱۸
۲۱- کمانڈرز آف مسلم آرمی ص۱۴۹
۲۲- ہیروز آف اسلام ص۱۵۶
۲۳- کمانڈرز آف مسلم آرمی ص۱۴۸

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے قبیلہ بنوسہم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام عاص بن وائل تھا۔ وہ ایک بہت معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا۔ ایک زمانے میں ڈاکوؤں نے قحطانی قبیلے کی ایک شاخ بنی مذرہ پر حملہ کر کے نابغہ کو اغوا کر لیا تھا اور اسے عکاظ میں فاکہ بن مغیرہ کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ فاکہ نے نابغہ کو عبداللہ بن عدنان کے ہاتھ بیچا۔ عبداللہ بن عدنان نے نابغہ کو عاص بن وائل کو تحفہ میں دے دیا۔ عاص بن وائل نے نابغہ سے شادی کر لی۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضرت عمروؓ بن عاص کی عمر چونتیس سال تھی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

شروع شروع میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی مشرکین کا ساتھ دیا۔ وہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے۔ ان کے والد عاص بن وائل اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ جب کفار مکہ کی سختیاں مسلمانوں پر حد سے بڑھ کر نا قابل برداشت ہو گئیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا پہلا قافلہ حبشہ بھیجا۔ یہ قافلہ ہجرت کر کے وہاں پہنچا ہی تھا کہ قریش نے اپنا وفد حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو پناہ نہ دے اور واپس مکہ بھیج دے۔ اس وفد میں حضرت عمروؓ بن عاص بھی شامل تھے۔ نجاشی نے ان کا مطالبہ رد کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرا اسلامی قافلہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ گیا تو قریش نے دوسرے وفد میں بھی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ بادشاہ نے دوسری دفعہ بھی

Marfat.com

ان کی بات نہ مانی۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے رویہ میں لچک پیدا ہوئی۔ انہوں نے دین اسلام پر غور وفکر کیا اور اسے قبول کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس دوران حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ ہجرت کر چکے تھے۔ حضرت عمروؓ بن عاص مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں راستے میں حضرت خالدؓ بن ولید ملے۔ دونوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لوٹے۔ انہوں نے چند دنوں میں اپنا رخت سفر باندھا اور مدینہ منورہ جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے لگے اور اسلامی تعلیمات سے فیض یاب ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ بن عاص کو تین سو مجاہدین کا سربراہ بنا کر 8 ہجری میں سریہ ذات السلاسل کی مہم پر بھیجا جو وادی القریٰ میں تھی (۱) دس دن بعد ان کا لشکر وہاں پہنچا۔ انہوں نے دیکھا کہ دشمن کے لشکر کی تعداد ان سے بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے حضرت رافعؓ بن مکیث الجہنی کو بھیجا کہ وہ سب حال بتا کر کمک لے آئیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو دو سو مجاہدین کا سربراہ بنا کر مدد کے لئے بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اسلامی لشکر نے اچانک دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس سریہ میں حضرت عمروؓ بن العاص فتح یاب ہوئے۔ ان کا دوسرا سریہ سواع تھا۔ اس جگہ ہذیل کے بت کو توڑنا تھا۔ 8 ہجری میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ پہنچے۔ بت کو منہدم کر کے کامیاب و کامران واپس ہوئے۔ اس کے بعد تبلیغ اسلام کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ بن العاص کو عمان روانہ کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ وہاں مبلغ کا کام کرنے لگے۔ ان کی شب و روز محنت سے عمان کا حاکم عبید اور اس کا بھائی جیفر مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص دو سال تک عمان میں گورنر رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ وہیں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تبلیغ کرتے رہے۔ جب فتنہ ارتداد

Marfat.com

اٹھا تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بلوا لیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو بنو قضاعہ کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ان کے لشکر نے مرتدین کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کی۔ اس کامیابی کے بعد وہ عمان چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی فوج کو شام کی طرف بھیجا تو انہوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو واپس بلوا لیا۔ انہوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو فلسطین کی مہم پر بھیجا۔ وہ دمشق، اجنادین، فحل، یرموک اور بیت المقدس کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح طاعون میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمروؓ بن العاص کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی ان کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ حضرت عمروؓ بن عاص کے اصرار پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر پر حملہ کرنے کی اجازت دی۔ شاہ مصر مقوقس کی فوج سے مقابلہ کرنا تھا۔ ان کی مدد کے لئے حضرت زبیرؓ بن عوام کو بھیجا گیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے مصر پر حملہ کر کے زبردست مقابلہ کیا اور وہ ''فاتح مصر'' بنے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے 27 ہجری میں انہیں مصر کی گورنری کے عہدے سے برطرف کر دیا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عمروؓ بن عاص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالف تھے۔ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں ہزارہا مسلمان ختم ہو گئے تھے۔ خارجیوں نے اس قدر شدید قتل و غارت اور خون ریزی کا ذمہ دار حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان تینوں کو ٹھہرایا۔ اس لئے تین خارجیوں ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ہی دن ایک ہی وقت میں ان تینوں بزرگوں پر قاتلانہ حملہ کر کے انہیں ختم کر دیں گے۔ چنانچہ 17 رمضان المبارک 40 ہجری میں انہوں نے اپنے منصوبے پر عمل کیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص اس روز صبح کی

Marfat.com

نماز کے لئے نہیں آئے تھے۔ ان کی جگہ غلطی سے مصر کا قاضی شہید ہو گیا جو امامت کر رہا تھا۔

حضرت عمروؓ بن عاص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں مصر کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ وہ 43 ہجری میں بیمار پڑ گئے۔ اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے مرنے سے پہلے موت کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا، ''بیٹا! موت اس سے برتر ہے کہ اسے بیان کیا جائے۔ کچھ اس وقت اپنے آپ کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا میری گردن پر کوہ رضویٰ ہے۔ میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے ہیں اور میری سانس سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے۔'' (۲)

حضرت عمروؓ بن عاص کی شادی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مضبوط جسم کے درمیانہ قد و قامت کے انسان تھے۔ انہیں قرآن مجید سے بہت لگاؤ تھا۔ ان سے انتالیس احادیث مروی ہیں۔ وہ بہت بہادر اور دانشمند سیاستدان تھے۔ وہ صاحب الرائے تھے۔ جنگ جمل میں انہوں نے حصہ نہیں لیا تھا، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے قصاص کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پورا تعاون کیا۔

حضرت عمروؓ بن العاص تقریباً ایک ماہ کی علالت کے بعد فوت ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔ حضرت عمروؓ بن عاص کو مقطم میں دفن کیا گیا۔ (۳)

☆

احادیث و روایات

حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''حج ان گناہوں کو دفع کر دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔'' (مسلم) (۴)

☆

Marfat.com

حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم رضی اللہ عنہم میں فرمایا ہے کہ ''جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے، اسے آگ نہیں چھوئے گی۔'' (طبرانی) (۵)

☆

حضرت عمروؓ بن العاص ذات السلاسل کی مہم سے واپسی پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو دریافت کیا۔

''یارسول اللہ! سب لوگوں میں سے زیادہ آپ کس سے محبت کرتے ہیں؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے''

حضرت عمروؓ بن عاص نے پوچھا ''مردوں میں فرمایئے؟''

آپؐ نے ارشاد فرمایا ''اس کے والد سے''

پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا ''پھر کس سے؟''

آپؐ نے جواب دیا ''عمر رضی اللہ عنہ سے''

اسی طرح آپؐ نے کئی شخصیتوں کے نام لئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اس کے بعد ڈر کر خاموش ہو رہے کہ کہیں سب سے آخر میں انہیں نہ کر دیں۔ (۶)

حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں جمعہ کو تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ پہلا وہ کہ لغو کے ساتھ ہو یعنی ایسا کوئی کام کرے کہ ثواب جاتا رہے مثلاً خطبہ کے وقت کلام کرے یا کنکریاں چھوئے۔ دوسرا وہ شخص کہ اللہ سے دعا کرے کہ تو اگر چاہے دے یا نہ دے۔ تیسرا وہ شخص کہ سکون اور خاموشی سے حاضر ہو، نہ کسی مسلمان کو ایذا دے اور نہ گردن پھلانگے، تو اس کے لئے جمعہ اگلے جمعہ اور تین دن زیادہ تک کفارہ ہے۔ (ابوداؤد) (۷)

حضرت عمروؓ بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔'' (مسلم) (۸)

حضرت عمروؓ بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

Marfat.com

''جب حاکم اجتہاد کرے یعنی وہ حق کی بات جاننے کی کوشش کرنے کے بعد کوئی حکم دے اور وہ حکم ٹھیک ہوتو اسے دو اجر ملیں گے اور جب حاکم اجتہاد کر کے کوئی حکم دے اور اس میں غلطی ہوتو اسے ایک اجر ملے گا۔'' (۹)

حضرت عمروؓ بن العاص کے والد عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن عاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

''میں کیا کروں؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کر لیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو، وہ ان کے لئے نافع ہوگا'' (مسند احمد) (۱۰)

☆

حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو عورتیں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا

''کیا تم یہ پسند کرو گی کہ ان کنگنوں کے بدلے میں تمہیں آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟''

انہوں نے کہا، ''نہیں''

آپؐ نے ارشاد فرمایا

''پھر ان کا حق ادا کرو یعنی ان کی زکوٰۃ نکال دو'' (۱۱)

ہر عورت جو آدمی کے لئے حرام ہو، اس سے بیوی کو تشبیہ دینا ظہار ہے مثلاً اسے ماں یا بہن کہنا۔ کفارہ ادا کرنے سے پہلے اگر بیوی سے زن و شوہر کے تعلق قائم کرنے کی صورت میں حضرت عمروؓ بن العاص کے فرمانے کے مطابق دو کفارے واجب ہوں گے۔ ایک کفارہ ظہار کا اور دوسرا استغفار کے لئے۔ (۱۲)

Marfat.com

حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ رعب میں گرفتار ہوگی" (امام احمد) (۱۳)

---

(۱) بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی ص 718
(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ص 180
(۳) جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم ص 266
(۴) بہار شریعت جلد 1 حدیث 5 ص 435
(۵) بہار شریعت جلد 1 حدیث 19 ص 259
(۶) بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی ص 718
(۷) بہار شریعت جلد 1 حدیث 56 ص 302
(۸) بہار شریعت جلد 1 حدیث 2 ص 417
(۹) بخاری شریف جلد 3 کتاب الاعتصام ص 948
(۱۰) تفہیم القرآن جلد 5 ص 216
(۱۱) تفہیم القرآن جلد 4 ص 531
(۱۲) تفہیم القرآن جلد 5 ص 348
(۱۳) بہار شریعت جلد 1 حدیث 13 ص 717

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں 583ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام والدین نے عامر رکھا۔ ان کی کنیت ابوعبیدہ تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبداللہ بن الجراح تھا۔ باپ کا انتقال ہو چکا تھا' اس لئے انہیں شہرت دادا کے نام جراح سے ملی۔ ان کی والدہ کا نام امیحہ بنت غنم تھا۔ ان کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں فہر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی عمر ستائیس سال تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دراز قد کے دبلے پتلے انسان تھے۔ ان کے گال پچکے ہوئے' چہرہ لمبوترا اور ڈاڑھی چھدری ہوئی تھی۔ سامنے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امین الامت'' کے لقب سے نوازا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے دیرینہ تعلقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اس لئے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے قبول کرلی۔ وہ مسلمان ہونے والے نویں شخص تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ پر بھی آغاز اسلام میں مشرکین مکہ نے سختیاں کیں مگر دوسرے مسلمانوں کی طرح انہوں نے بھی حوصلہ نہیں ہارا۔ انہوں نے دو مرتبہ ہجرتیں کیں۔ ہجرت مدینہ منورہ کا حکم ہوا تو وہ بھی مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ان کا چند روز قیام حضرت کلثوم بن الھدم رضی اللہ عنہ کے ہاں رہا۔

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی چارہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں سے تھا۔ ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہتے تھے۔ دو ہجری میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت میدان جنگ میں نکلے۔ ان کا والد مسلمان نہیں ہوا تھا۔ وہ لشکر کفار میں شامل تھا۔ ان کا والد عبداللہ بن جراح مشرک تھا اور کفار مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ کر رہا تھا۔ اس غزوہ میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا میدان جنگ میں اپنے باپ عبداللہ بن جراح سے سامنا ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے بھرپور وار سے اپنے کافر باپ کو قتل کر دیا۔

تین ہجری میں غزوۂ احد ہوا۔ اس غزوہ میں عبداللہ بن قیہ کے حملے سے آپؐ کی رخسار مبارک میں ذرہ کی دو کڑیاں کھب گئیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فوراً پہنچ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سے دونوں کڑیوں کو باہر نکال دیا۔ اس کوشش میں ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ آپؐ کے رخسار مبارک کے زخم سے خون بہنے لگا۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے بہتے ہوئے خون کو منہ لگا کر پی لیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔ اس کے بعد غزوۂ خندق اور غزوہ بنی قریظہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمات میں حصہ لیا۔

پانچ ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کا سالار بنا کر بنو ثعلبہ کے ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے ذی القصہ روانہ کیا۔ ڈاکو فرار ہو گئے۔ ایک شخص گرفتار ہوا جو مسلمان ہو گیا۔ مالِ غنیمت لے کر وہ واپس ہوئے۔

آٹھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو تین سو

Marfat.com

مجاہدین کا سردار بنا کر قبیلہ جہینہ کی مہم پر روانہ کیا۔ راستے میں کھجوروں کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو تمام مجاہدین نے درختوں کے پتے کھائے۔ اس لشکر کا نام ''جیش الخیط'' مشہور ہوا۔ راستے میں خوراک ختم ہو گئی تھی اور مجاہدین بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے۔ پانچ دنوں کے بعد جب سمندر کے ساحل کے قریب پہنچے تو لہروں نے ایک بڑی مچھلی اچھال کر باہر ساحل پر پھینک دی۔ مجاہدین اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کو کھاتے رہے۔ مچھلی کا نام عنبر تھا۔ اس کی لمبائی ساٹھ گز تھی۔ اس مہم کو ''سریہ سیف البحر'' کہا جاتا ہے۔ اس سریہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کامیاب ہو کر واپس آئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین کا سربراہ بنا کر ذات السلاسل روانہ کیا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر کی کمک کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس مہم سے کامیاب ہو کر لوٹے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے ساتھ عمرے کے لئے گئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ بیعت الرضوان میں شامل تھے۔ قرارداد حدیبیہ پر انہوں نے بھی دستخط کئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر، غزوۂ مکہ، غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف میں لشکر اسلامی میں شامل تھے۔ انہوں نے ہر محاذ پر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے وفد کے ساتھ اسلامی تعلیمات دینے کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، یہ امین الامت ہیں''۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حجتہ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وہ آغاز اسلام سے لے کر آخر دم تک آپ کی خدمت اقدس میں رہے اور آپؐ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ آپؐ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ فوراً پہنچے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجلس میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام خلافت کے لئے تجویز کیے مگر انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ہمیشہ ان کے ساتھ تعاون کیا۔

☆

13 ہجری میں مختلف اطراف سے اسلامی لشکروں نے شام پر حملہ کیا۔ ان سب لشکروں کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ حمص کے لشکر کے سپہ سالار بھی تھے۔ دمشق، اردن اور فلسطین کی جانب سے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بالترتیب سپہ سالار تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید بھی اپنے لشکر کے ساتھ کمک کے لئے پہنچ گئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے تمام لشکروں کو یکجا کر کے رومیوں کے ساتھ زبردست جنگ لڑی۔ انہوں نے بصرہ، فحل اور اجنادین کی جنگوں میں فتح حاصل کرنے کے بعد دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو باب توما۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو باب فرادیس۔ حضرت زیدی رضی اللہ عنہ کو باب کیسان، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مشرقی دروازہ پر تعین کیا۔ انہوں نے خود باب جابیہ کو اپنی تحویل میں رکھا۔ مسلمانوں کے تمام لشکروں نے چاروں طرف سے یلغار کر شہر کے اندر جانے کی کوشش کی مگر شہر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس طرح محاصرہ جاری رہا اور چھ ماہ گزر گئے۔ ایک دن دمشق کے پادری کا بیٹا پیدا ہوا۔ شہر کے لوگ اس خوشی میں جشن منا رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فصیل پھلانگ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے اپنی فوج کے لئے دروازہ کھول دیا۔ ان کا لشکر شہر کے اندر ایک فاتحہ کی حیثیت سے جنگ لڑتا ہوا داخل ہوا۔ اس دوران حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے شہر کے لوگوں نے معاہدہ کر کے تمام

Marfat.com

دروازے کھول دئے۔ جب شہر کے وسط میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے آمنا سامنا ہوا تو انہیں ایک دوسرے کی حقیقت معلوم ہوئی۔ دمشق رومیوں کے تسلط سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھ جا چکا تھا اس بات کا رومیوں کو بہت ملال ہوا۔

رومیوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے اپنی فوجیں اردن میں جمع کیں۔ سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے اردن کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد حمص اور لاذقیہ کو فتح کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یرموک کی طرف پیش قدمی جاری رکھی، جہاں ہرقل شاہ روم نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے لشکر جرار اکٹھا کر رکھا تھا۔ رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کمک بھیج دی تھی لیکن رومیوں کی فوج کی تعداد مسلمانوں کی فوج سے سات گنا زیادہ تھی۔ پندرہ ہجری میں جنگ یرموک ہوئی۔ زبردست معرکہ ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ تین ہزار مجاہدین شہید ہو گئے۔ رومیوں کے ستر ہزار فوجی ہلاک ہوئے۔ رومیوں کی فوج کی بڑی تعداد دریا میں بھاگتے ہوئے غرق ہوگئی۔ ہرقل اس شکست سے دل برداشتہ ہو کر قسطنطنیہ کی طرف فرار ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جزیرہ کا علاقہ بھی فتح کرلیا۔ انہیں ہر محاذ پر فتح حاصل ہو رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جگہ دمشق کا حاکم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ انہوں نے بہت حکمت عملی سے انتظامات چلائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے۔ 18 ہجری میں قحط اور وبا کے واقعات پیش آئے۔

عرب میں قحط پڑا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے غلہ اکٹھا کر کے چار ہزار اونٹوں پر عرب بھجوایا۔ اسی سال طاعون کی وبا عمواس سے شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے شام و عراق میں پھیل گئی۔ اس بیماری کا زیادہ زور فلسطین میں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چل کر سرغ کے مقام تک آئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی۔ طاعون کی وبا تیزی سے پھیل رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس مدینہ

Marfat.com

منورہ چلے گئے۔ جب وہ واپس پہنچ گئے تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوایا مگر وہ سمجھ گئے کہ اس طریقے سے انہیں نکال کر محفوظ مقام پر لانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر جانا موزوں نہیں سمجھا۔ انہوں نے مدینہ جانے سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا۔

''جو تقدیر میں ہوگا' ہو جائے گا''

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق فوج کو مرطوب علاقے سے نکال کر بلند مقام جابیہ میں منتقل کر دیا۔ سینکڑوں کی تعداد میں مجاہدین طاعون کی بیماری کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن رہے تھے۔ جابیہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے فوراً اپنا جانشین حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس موذی مرض سے نہ بچ سکے۔ ان کا اٹھاون سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے یزید اور عمیر تھے جو لاولد رہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آخری دم تک مجاہدین کا ساتھ نہ چھوڑا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ انہیں بیسان کے مقام پر دفن کیا گیا۔

غزوۂ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے کڑیاں نکالتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے دو دانت ٹوٹے تو ان کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ ان کا خون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے بہتے ہوئے خون سے مل گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا خون میرے خون سے چھو جائے گا اس تک دوزخ کی آگ نہیں پہنچ سکتی''۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے آخری ایام میں مجاہدین کو نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا نماز قائم کرو اور اسے باقاعدگی سے پڑھو۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو' حج کرو' عمرہ کرو' خیرات اور قربانی دینے سے دریغ نہ کرو۔ ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرو اور

Marfat.com

نیکیاں کرو۔ اپنے حاکم کے وفادار رہو اور اس کی خیر خواہی چاہو۔ اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کرو اور دنیاوی عیش و عشرت میں نہ پڑو اور اپنے حاکم کو دھوکہ نہ دینا۔

۱۔ فضائل اعمال ص188

۲۔ بخاری شریف جلد نمبر 3 کتاب االذبائح ص245

۳۔ صحیح بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المناقب ص459

۴۔ تاریخ اسلام ص91

۵۔ محمدؐ۔ مارٹن لنگز ص 187

۶۔ کمانڈر آف مسلم آرمی ص74

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش خاندان کے ذیلی قبیلہ بنی زہرہ سے تھا۔ ان کی پیدائش 593ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام مالک بن وہب تھا۔ ان کی والدہ کا نام حمنہؓ بنت ابی سفیان تھا۔ ان کے والد کی کنیت ابو وقاص تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کی کنیت سے مشہور ہوئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ کا تعلق بھی بنی زہرہ سے تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی ہالہ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پھوپھی زاد بنتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی امیہ سے تھا۔ انہیں حضرت سعدؓ بن مالک کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ انہوں نے بچپن میں ہی پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ میں ہی پروان چڑھے۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ انہیں فن تیر اندازی پر عبور حاصل تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں مذہب اسلام قبول کیا۔ وہ اسلام قبول کرنے والے ساتویں شخص تھے۔ وہ سابقون الاولون میں سے تھے۔ ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں کیا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابواسحٰق تھی۔

اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کی والدہ حضرت حمنہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ

Marfat.com

بہت ناراض تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مارا پیٹا اور بھوک ہڑتال کی مگر وہ اپنے مذہب پر قائم رہے(۱) آغاز اسلام میں وہ بھی مشرکین کے ظلم وستم کا نشانہ بنے۔ انہوں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ انہوں نے شعب ابی طالب میں تین سال بھوک پیاس اور دھوپ گرمی ہر مصیبت کو صبر وتحمل سے برداشت کیا۔ ایک دفعہ سوکھے چمڑے کا ٹکڑا ہاتھ لگا تو اسے ابال کر بھوک مٹائی۔ جب مکہ مکرمہ میں کفار کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم دے دیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور ان کے بھائی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص مدینہ منورہ کوچ کر گئے۔ یہ دونوں بھائی وہاں اپنے حقیقی بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے گھر ٹھہرے۔ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلامی بھائی چارہ حضرت مصعبؓ بن عمیر سے کرایا تھا مگر مدینہ منورہ میں ان کا اسلامی بھائی چارہ حضرت سعدؓ بن معاذ سے قائم کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بھی کفار مکہ کی جانب سے بے فکر نہیں تھے۔ آپؐ نے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دستہ دشمن کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ ان کے ساتھ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے راہ اسلام میں پہلا تیر چلایا۔ اسے سریہ رابغ کہتے ہیں۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سریہ نخلہ میں حضرت عبداللہؓ بن جحش کی زیر قیادت شریک ہوئے۔ وہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نخلستان میں راستہ بھٹک گئے۔ بعد میں دونوں واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر ان کے ساتھ آٹھ مجاہدین کو مقام الخرار بھیجا گیا تاکہ وہ قریش کے قافلے کی خبر لیں مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ان کا قافلہ وہاں سے جا چکا تھا۔ غزوۂ بدر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے مشرکین سے لڑے۔ اس غزوہ میں حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے عمرو بن عبد کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سعید بن العاص ہلاک ہوا۔ اس کی تلوار ''ذوالکتیفہ'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو انعام میں ملی۔ انہوں نے تین مشرکوں کو گرفتار کر

Marfat.com

کے جنگی قیدی بنایا۔ تین ہجری میں غزوہ احد میں بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سریک ہوئے۔ جنگ میں ایک غلطی کی وجہ سے پانسہ الٹ گیا اور دشمن کے لشکر نے عقب سے پہنچ کر اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر دیئے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

''اے سعد رضی اللہ عنہ تیر چلاؤ۔ تجھ پر میرے ماں باپ صدقے''۔ (۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے الفاظ اور کسی کے لئے نہیں سنے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا ایک تیر طلحہ بن طلحہ کے حلق میں لگا۔ غزوہ احد میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔ (۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق، فتح مکہ، محاصرہ طائف، غزوہ خیبر اور غزوہ تبوک میں حصہ لیا۔ علالت کی وجہ سے غزوہ حنین میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رجل صالح'' کے لقب سے نوازا اور انہیں دعا دی۔

''اے اللہ جب سعد رضی اللہ عنہ تجھ سے دعا مانگے، اسے قبول فرما'' (بحوالہ اسد الغابہ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے ساتھ حجتہ الوداع میں بھی شرکت کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچ کر علیل ہو گئے۔ وہ بیماری کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ مدینہ منورہ میں مرنا چاہتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ''اے سعد رضی اللہ عنہ'' تم اس وقت تک نہیں مرو گے، جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری کو نفع نہ ہو جائے''۔ (۴) اس کے علاوہ انہوں نے آپؐ سے اپنی بیٹی کے بارے میں وراثت کا مسئلہ پوچھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے مال میں سے ایک حصہ صدقہ دو اور دو حصے وراثت میں رہنے دو''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہیں ہوازن کا حاکم مقرر کیا گیا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان کیا' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجویز پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ہوازن سے واپس بلوا لیا گیا اور انہیں اسلامی فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کر دیا گیا۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شراف پہنچے تو ان کے لشکر میں تیس ہزار مجاہدین شامل ہو چکے تھے۔ ان میں ستر اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدری تھے۔ تین سو اصحابہ رضی اللہ عنہم بیعت الرضوان والے تھے۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ آٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کے منتظر تھے مگر ان کے پہنچتے پہنچتے وہ فوت ہو چکے تھے اور اپنا لشکر معنی کے حوالے کر گئے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چودہ مجاہدین پر مشتمل ایک وفد حضرت نعمان بن مقرن سفراء رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں حریف کے پاس بھیجا تاکہ ان سے مذاکرات کریں۔ انہوں نے کہا کہ یا تو وہ لوگ مذہب اسلام کو قبول کر لیں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ لڑیں۔ ایران کے بادشاہ کو وفد کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا۔ اس نے عجمی سپہ سالار رستم کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ دونوں فوجوں نے دریائے فرات کے کنارے پڑاؤ ڈالے۔ کافی عرصہ تک بات چیت چلتی رہی اور جنگ کا آغاز نہیں ہوا۔ بالآخر مذاکرات ناکام رہے اور جنگ شروع ہوگئی۔ ایرانی فوج میں کافی تعداد میں ہاتھی بھی شامل تھے۔ ہاتھیوں کی وجہ سے لڑائی میں اسلامی فوج کو بہت نقصان ہوا۔ اس جنگ کو معرکہ قادسیہ کہا جاتا ہے۔ پہلے دن کے معرکہ کو یوم الارماث۔ دوسرے دن کے معرکہ کو یوم اغواث اور تیسرے دن کے معرکہ کو یوم عماس کہا جاتا ہے۔ تیسرے دن شام سے کمک پہنچ چکی تھی اس لئے فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ زبردست مقابلہ ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اس جنگ میں آٹھ ہزار مجاہدین شہید ہوئے۔ سپہ سالار رستم مارا گیا۔ ایرانی فوج کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر سوار کو چھ ہزار اور پیادہ کو دو ہزار دینار تقسیم کیئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس فتح کی خوشخبری سنانے کے

Marfat.com

لئے سعد بن عمیلہ فزاری کو روانہ کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دو ماہ تک قادسیہ میں قیام کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی۔ انہوں نے بابل اور بہرہ شیر پر حملے کئے۔ بہرہ شیر پر دو ماہ تک محاصرہ رہا۔ جب ایرانی فوج مقابلے کے لئے باہر نکلی تو ان کا سپہ سالار شہر براز قتل ہو گیا۔ ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ بہرہ شیر او رمدائن کے درمیان دریائے دجلہ کے پل کو ایرانی فوج نے توڑ دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دریا کو عبور کر کے ایرانیوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ دوسرے کنارے پر پہلے سے موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں وہاں تک پہنچنا خطرناک تھا۔ عاصم بن عمرو چھ سو مجاہدین کو لے کر پہلے روانہ ہوا۔ انہوں نے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ ایرانیوں نے دریا میں گھوڑے دیکھے تو حیران رہ گئے۔ انہوں نے چند سواروں کو مقابلے کے لئے آگے بھیجا۔ مسلمانوں نے تیر اندازی کر کے ان کے گھوڑوں کی آنکھوں میں تیر چلائے۔ سوار گھوڑوں سے دریائے دجلہ میں گر گئے۔ جب مسلمان کنارے پر پہنچے تو ایرانی وہاں سے بھاگ گئے۔ جس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے باقی لشکر کے ساتھ دریا پار کیا' مدائن کے لوگ فرار ہو چکے تھے۔ باقی ماندہ لوگ قلعہ کا دروازہ کھولنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے مدائن فتح کر لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا گھوڑوں پر دریائے دجلہ کو پار کرنا ایک معجزہ تھا۔ اسی واقعہ کے حوالہ سے اقبالؒ نے کہا ہے ؎

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ایرانیوں کا کہنا تھا کہ ان کا مقابلہ انسانوں سے نہیں جنات سے ہو رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے محل میں قیام کیا' جہاں باقاعدگی سے باجماعت نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ مالِ غنیمت میں ہزار ہا دیناروں کا ساز و سامان اور مال و متاع ہاتھ لگا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے خزانوں سے تین کھرب دینار نقد ملے۔ اس کے علاوہ بیش قیمت زر و جواہرات بھی ملے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خمس مالِ غنیمت مدینہ منورہ بھیجا۔ ساٹھ ہزار سواروں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار فی

Marfat.com

سوار نقد تقسیم کئے اور مدائن کے مکانات بھی ان میں تقسیم کر دیئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بشیر بن خصاصیہ کے ہاتھوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خمس بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خمس لوگوں میں بانٹ دیا۔ دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقے کو ''بین النہرین'' کہا جاتا تھا۔ بعد میں اس کا نام بدل کر عراق رکھا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد جلولا اور تکریت کے علاقے فتح کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ جلولاء سے مالِ غنیمت میں تین کروڑ دینار حاصل ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر سوار کو نو ہزار دینار تقسیم کئے۔ اس کے علاوہ غلاموں اور لونڈیوں کو بھی ان میں بانٹ دیا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جلولاء کا خمس مالِ غنیمت کا زیاد بن ابی سفیان کے ہاتھوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فتح تکریت کا مالِ غنیمت بھی تقسیم کیا۔ ہر مجاہد سوار کو تین ہزار اور پیادہ کو ایک ہزار دینار تقسیم کئے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مطیع کیا تھا کہ عربوں کے پیٹ پچک گئے ہیں اور جسم سوکھ گئے ہیں۔ ان کی رنگت پھیکی پڑ گئی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کوئی ایسا خطہ تلاش کر کے وہاں نیا شہر آباد کرو جس کی آب و ہوا عربوں کے لئے موزوں ہو۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن معتم اور قعقاع بن عمرو کی رائے سے کوفہ شہر کی بنیاد رکھی۔ شہر کے وسط میں اونچی جگہ پر جامع مسجد تعمیر کرائی۔ مسجد کے قریب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا محل بنایا۔ پاس ہی بیت المال تعمیر کرایا اور اسے محل کے ساتھ ملا دیا۔ درمیان میں ایک ڈیوڑھی بنوائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تفتیش کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر اس ڈیوڑھی کو نذر آتش کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ چپ چاپ آگ دیکھتے رہے۔ وہ کوفہ کے لوگوں کو بہت چاہتے تھے۔ وہ ان کی ضروریات زندگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ کوفہ کے لوگوں نے ان کے خلاف شکایتیں کی ہیں تو ان کا دل ٹوٹ گیا۔ حضرت عمر

Marfat.com

فاروق رضی اللہ عنہ نے اکیس ہجری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر سے معزول کر دیا۔ وہ کوفہ سے مدینہ منورہ چلے گئے۔ کوفہ میں پختہ اینٹوں کے تین تین کمروں کے مکانات تعمیر کئے گئے۔ لوگ ان گھروں میں منتقل ہو گئے۔ اس شاندار شہر کے مقابلے میں حیرہ کی حیثیت ختم ہوگئی۔

تئیس ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ایک غلام مجوسی ابولولو نے حملہ کر کے زخمی کر دیا تو انہوں نے چھ لوگوں کو نامزد کیا تاکہ انہیں میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیں۔ ان چھ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا مگر وہ دستبردار ہو گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ وہ تین سال گورنر رہے۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے بیت المال سے لیا ہوا قرضہ ادا نہیں کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مستقل طور پر اپنا قیام مدینہ منورہ میں رکھا۔ (۵) انہوں نے اپنا رہائشی مکان وادی عتیق میں تعمیر کرایا اور وہاں آباد ہو گئے۔ باغیوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بنے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن خلافت کے کسی کام میں حصہ نہیں لیا۔ وہ معائدہ تحکیم کے موقع پر گئے مگر اس کے بعد مکمل طور پر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آخری عمر میں قوت بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک بلند قد و قامت کے مضبوط انسان تھے۔ ان کے بال لمبے اور گھنے تھے۔ وہ فربہ اندام تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کل نو شادیاں کی تھیں۔ ان کی سترہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں تھیں۔ انہوں نے ترکہ میں دو لاکھ پچاسی ہزار درہم چھوڑے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے غزوۂ بدر میں جو جبہ پہنا تھا وہ انہوں نے پچاس

Marfat.com

سال سے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ ان کی وصیت تھی کہ اسی جبہ کا کفن بنایا جائے۔ ان کا انتقال پچپن ہجری میں پچاسی سال کی عمر میں ہوا۔ ان کا جنازہ مدینہ منورہ لے جایا گیا۔ ان کی نماز جنازہ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوئیں۔ عشرہ ومبشرہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آخری صحابی تھے کہ جن کا انتقال ہوا۔ (۶) ان کی نماز جنازہ مروان بن الحکم نے پڑھائی۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کے سردار رستم بن فرخ زاد کو خط لکھا تھا کہ "میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کو اتنا ہی محبوب رکھتی ہے جتنا عجمی شراب کو"۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دنیا کے مستانے شراب کی مستی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ والے محبوب حقیقی کے وصال کا ذریعہ موت کو سمجھ کر اس سے پیار کرتے ہیں یعنی ایمان والے آخرت کی رغبت رکھتے ہیں اور اگر طول حیات کی آرزو بھی ہو تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے اور اگر طول حیات کی آرزو بھی ہو تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نیکیاں کرنے کے لئے کچھ اور وقت حاصل ہو جائے اور اگر ماضی میں گناہ سرزد ہوئے ہوں تو توبہ کر سکیں۔ (۷)

۱- کنزالایمان ص ۱۴۷

۲- بخاری شریف جلد نمبر۲' کتاب المغازی ص ۵۹۲

۳- عشرۂ مبشرہ' قاضی حبیب الرحمٰن ص ۱۲۵

۴- بخاری شریف جلد نمبر۳' کتاب الدعوات ص ۵۴۲

۵- جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم ص ۴۴

۶- مشکوٰۃ اصابہ ذکر الصحابہ ذکر سعدؓ بن ابی وقاص

۷- کنزالایمان ص ۲۶

Marfat.com

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خاندان قریش کے قبیلہ بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد کا نام عبد مناف اپنی کنیت ابوطالب سے پہچانا جاتا تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے والدین آپس میں چچا زاد تھے۔ اس لئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ والدین کی طرف سے ہاشمی تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سن ہجری سے تینتیس سال قبل اور عام الفیل سے تقریباً انیس سال بعد 589ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دس سال بڑے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

عبدالمطلب اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد ان کا بیٹا ابوطالب (عبد مناف) قبیلہ ہاشم کا سردار منتخب ہوا۔ ابوطالب کثیر الاولاد تھا اور اس کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ ان کا بوجھ کم کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپس میں باہم صلاح و مشورہ کر کے ان کے دو بیٹوں کی کفالت کا ذمہ لے لیا۔ حضرت عباس بن عبدامطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنی تحویل لے لیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چھوٹے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ اس طرح حضرت جعفر ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پرورش ان کے چچا کے گھر ہونے لگی۔

☆

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور انہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ ابوطالب خود تو ایمان نہ لائے مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے سے نہ تو منع کیا اور نہ ہی اعتراض کیا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ حمایت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے والے تیسویں شخص تھے۔ وہ سابقون الاولون میں سے تھے۔ مشرکین مکہ کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا نشانہ بنتے رہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے' جن کے نام عبداللہ عون اور محمد تھے۔ مکہ مکرمہ میں جب کفار کی مسلمانوں پر سختیاں بڑھ گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ ملک حبش کو ہجرت کر کے چلے گئے۔ ان کے تینوں بیٹے حبشہ میں پیدا ہوئے۔ وہ حبشہ میں بارہ سال مقیم رہے۔ حبشہ کی پہلی ہجرت میں ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان کے قافلے میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔

جب مکہ مکرمہ میں قریش کو ان کی ہجرت کر کے چلے جانے کا پتہ چلا تو وہ بہت سیخ پا ہوئے۔ انہوں نے عبداللہ بن ربیع اور عمرو بن عاص کو اپنا نمائندہ بنا کر بادشاہ نجاشی کے دربار میں بھیجا تاکہ وہ ان سے ان مہاجرین کے بارے میں بات کریں اور انہیں حبشہ سے واپس مکہ بھجوائیں نجاشی نے اپنے دربار میں مسلمانوں کو طلب کیا اور ان سے دین اسلام کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اسلام سے پہلے ہم جاہل تھے۔ بت پرست تھے۔ ہمسایوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ اپنے سے کمزور پر ظلم کرتے تھے۔ اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا' جس نے ہمیں تعلیم دی کہ ایک خدا کی عبادت کریں۔ ہم اس پیغمبر پر ایمان لے آئے۔ ہماری قوم دشمنی پر اتر آئی ہے اور چاہتی ہے کہ ہم خدا کی عبادت نہ کریں اور پھر سے بت پرستی

Marfat.com

شروع کر دیں''۔

بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو کہا

''مجھے وہ کلام سناؤ' جو تم کہتے ہو خدا کی طرف سے تمہارے نبی پر اترا ہے''۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کا اولین حصہ سنایا۔ نجاشی بہت متاثر ہوا اور کلام سن کر روتا رہا۔ نجاشی خود عیسائی تھا اسے اپنے مذہب سے ملتا جلتا نیا دین لگا۔ اس نے وفد سے مخاطب ہو کر کہا۔

یقیناً یہ کلام اور جو کچھ عیسیٰ لائے تھے' دونوں کا سر چشمہ ایک ہے میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا''۔

چنانچہ بادشاہ نے مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے قریش کے نمائندوں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ ان نمائندوں نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے پادریوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اگلے دن پھر بادشاہ کے دربار میں جا پہنچے۔ وفد کے کہنے پر نجاشی نے مہاجرین سے عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب نے جواب دیا۔

''وہ اللہ کے بندے' اس کے رسول اور اس کی طرف سے ایک روح اور ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا''۔

یہ بات سن کر بادشاہ نجاشی مطمئن ہو گیا اور کہنے لگا۔

''جو کچھ تم کہا' خدا کی قسم' عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکے کے برابر بھی کم یا زیادہ نہیں تھے''۔

قریش کا وفد ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔

☆

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے قیام کے دوران تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ جب وہ حبشہ پہنچے تھے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ حاملہ تھیں۔ وہاں پہنچ کر ان کا بیٹا پیدا ہوا۔ انہی دنوں نجاشی کے ہاں بھی بیٹا ہوا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے بادشاہ نجاشی کے بیٹے کو بھی دودھ پلایا تھا۔ حبشہ میں ان کا بہت

Marfat.com

احترام کیا جاتا تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مصیبتوں پر صبر کیا اور ہجرت کی مگر اپنے دین کو نہ چھوڑا۔ جب حبشہ کی دوسری ہجرت ہوئی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ وہاں پہلے سے موجود تھے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ سے چالیس افراد کی ایک جماعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے ایمان قبول کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی غربت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ اپنا مال لاکر مسلمانوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ جا کر مال لے آئے اور مسلمانوں کی اس مال سے خدمت کی۔

☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ وہاں آپ تبلیغ اسلام اور غزوات میں مصروف ہو گئے۔ فتح خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی حبشہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا زاد بھائی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ مدینہ منورہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔ خیبر کی فتح کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا تھا اس سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی حصہ ملا۔

7 ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کا ارادہ کیا۔ آپؐ اپنے اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تین دن تک رہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا مکہ میں تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تینوں ہی حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی سرپرستی میں لینا چاہتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا کیوں کہ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن بھی تھیں اور ان کی زوجہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کی بھانجی بھی تھیں اور خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچ کر آباد ہو گئے تھے۔ وہ بہت اطمینان سے زندگی گزارنے لگے۔ اس طرح ایک سال آرام سے گزر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کو دعوت اسلام کے مراسلے بھیجے۔ آپؐ نے ایک خط حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بصریٰ کے حاکم کو بھیجا۔ جب حضرت حارث رضی اللہ عنہ دمشق کے قریب موتہ کے مقام پر پہنچے تو بلقار کے رئیس شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا۔ اس کا تعلق قیصر کے حکام سے تھا۔ قاصدوں کا قتل مقاتلہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایلچی کے شہید ہو جانے کا بہت قلق ہوا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اسلامی لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں تین ہزار مجاہدین شامل تھے۔ آپؐ نے اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور فرمایا۔

''اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا جائے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سربراہ بنایا جائے''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی پرچم زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور اپنے اصحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر جا کر وداع کیا۔ ان کے مقابلے کے لئے شرجیل ایک لاکھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ روم کا بادشاہ ہرقل بھی ایک لاکھ کی فوج کی کمک لے کر چلا۔ مسلمانوں کا تین ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر پہنچا تو اچانک دشمن کا جم غفیر دیکھا۔ مسلمان کچھ دیر کے لئے تو بوکھلا گئے مگر نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جنگ شروع ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مٹھی بھر مسلمان لشکر جرار کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جنگ کے شروع ہوتے ہی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سپہ سالاری کا منصب سنبھالا۔ انہوں نے پرچم ہاتھ میں لیا۔ انہوں نے اپنے گھوڑے کے پاؤں زخمی کر دیئے تاکہ واپسی نہ ہو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر

Marfat.com

مردانہ وار دشمنوں کی صفوں میں گھس کر لڑ رہے تھے۔ ان کا جنگ میں جوش و خروش دیکھ کر ان کی زیر قیادت لڑنے والا لشکر بھی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ میدان جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا لڑتے لڑتے کافروں نے ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ انہوں نے پرچم بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا مگر جلد ہی کفار نے ان کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ انہوں نے پرچم کو دونوں بازوؤں میں تھام لیا اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا۔ اس کے دشمنوں کے ایک سپاہی نے پیچھے سے وار کر کے ان کے کمر کے حصے سے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار بنے مگر وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر بن ابن طالب کے جسم پر نوے زخم تھے۔ یہ سب زخم جسم کے اگلے حصے پر آئے تھے اور پیٹھ پر کوئی زخم نہیں تھا سوائے آخری زخم کے۔ اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عمر تینتیس برس تھی۔ شرجیل کا بھائی مارا گیا تھا اور شرجیل بھاگ گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشن گوئی کر دی تھی جب ان تینوں کی باقاعدہ خبر ملی تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ؐ اس خبر کو سن کر بہت مغموم ہوئے۔ ایک شخص نے آ کر بتایا۔

”یارسول اللہؐ! جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی عورتیں چلا چلا کر گریہ کر رہی ہیں“۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جا کر انہیں منع کر“

وہ شخص پھر آیا اور کہنے لگا۔

”خدا کی قسم، ان عورتوں نے ہمیں عاجز کر دیا ہے۔ وہ ہمارا کہنا نہیں سنتیں“۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا۔

”انہیں منع کرو“

وہ شخص پھر گیا اور واپس آ کر کہنے لگا۔

”میں نے انہیں منع کیا مگر وہ نہیں مانتیں“۔

Marfat.com

آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آ کر فرمایا۔

''جا' ان کے منہ پر مٹی ڈال''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہید ہونے کی خبر سن کر ان کے گھر تعزیت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے فرزندان عبداللہ رضی اللہ عنہ' عون رضی اللہ عنہ اور محمد رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر والوں سے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کے گھر جا کر ارشاد فرمایا۔

''آج کے بعد میرے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ پر نہ رونا''

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

''میرے بھائی کے بچوں کو بلاؤ''

جب انہیں پیش کیا گیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کو بلوا کر بچوں کے سر منڈوا دیئے۔ (ابوداؤد)

☆

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شجاعت اور سخاوت میں ممتاز تھے۔ وہ غریبوں اور مسکینوں کا بہت خیال کیا کرتے تھے۔ انہین ابوالمساکین کا لقب ملا تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی انہی کی طرح سخی تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لقب ''قطب السخار'' تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے القاب ''ذوالجناحین'' (دو بازوؤں والے) اور طیار (اڑنے والا) مشہور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو یوں کہتے تھے ''دو پنکھ والوں کے بیٹے' تم پر سلام''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ ان کے وصال کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح عون بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے دوسرے بھائی محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ ان کے تیسرے بھائی کی بیوی زینب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بھی انتقال ہو گیا تو تیسرے بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ یہ تینوں بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھتیجے تھے۔

☆

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی چار خصلتیں پسند ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ''میں نے کبھی شراب نہیں پی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اس سے عقل زائل ہوتی ہے اور میں چاہتا تھا کہ میری عقل تیز رہے۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں بھی بت پرستی نہیں کی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ ایک پتھر ہے جو نہ تو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ تیسری خصلت یہ ہے کہ میں نے کبھی زنا نہیں کیا کیونکہ میں اسے بے غیرتی سمجھتا تھا۔ چوتھی خصلت یہ ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں اسے کمینہ پن سمجھتا تھا''۔ (روح البیان)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ترقی' صحت اور روزی کا کافی ہونا اور خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھنا' دشمنوں پر غالب آنا اور نیک لوگوں کی صحبت مراد ہے۔ اگر دنیا میں ہر نوعیت کی ترقی مراد ہے۔ تب بھی خدا پاک سے التجا کرنا ہی دین ہے' چاہے جوتے کی مرمت ہی کیوں نہ ہو' اللہ سے مانگنا چاہئے۔ دنیا کو بہت شوق سے حاصل کریں۔ اس سے کوئی نہیں منع کرتا۔

Marfat.com

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے کنبہ کے ساتھ حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے تو ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا ذکر خیر کے ساتھ کیوں نہیں ہوتا؟ اس پر وحی نازل ہوئی کہ دس مراتب عورتوں کے مردوں کے برابر ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- اسلام جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی فرمانبرداری سکھاتا ہے۔

2- ایمان یعنی صحیح اعتقاد رکھنا۔

3- طاعت یعنی قونت و فرماں برداری کرنا۔

4- صدق یعنی صدق نیات و صدق اقوال و افعال کا ہونا۔

5- صبر یعنی ممنوعات سے بچنا اور اپنے نفس پر رضائے الٰہی کے مطابق قابو پانا۔

6- خشوع یعنی عجز و انکساری سے عبادت الٰہی کرنا۔

7- صدقہ اللہ کی راہ میں خیرات کرنا۔

8- روزہ اس میں فرض اور نفل دونوں روزے شامل ہیں۔

9- عفت یعنی پارسائی کو محفوظ رکھنا' آنکھوں میں حیا رکھنا اور حرام چیزوں سے بچنا۔

10- ذکر الٰہی یعنی اللہ کو بہت یاد کرنا۔ اس میں تسبیح' تکبیر' قرات' دینی علم کا پڑھنا اور پڑھانا۔ نماز' نصیحت' وعظ' میلاد شریف' تحمید اور اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا شامل ہے۔ (22' آیت 35)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے قرضہ کے بدلے میں ایک معمولی اور بنجر زمین دی۔ انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر سجدہ میں دعا کی۔ نماز کے بعد غلام سے اس جگہ کو کھودنے کو کہا۔ وہاں سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ (اسد الغابہ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ خوش الحان تھے۔ وہ بہت رقت سے قرات کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جعفر رضی اللہ عنہ آپؐ سے شباہت رکھتے تھے اور ان کی عادات بھی آپؐ سے ملتی تھیں۔ آپؐ انہیں ابوالمساکین کے لقب سے پکارتے

Marfat.com

تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کے نام طالب' عقیل اور علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کبھی وہ بھوکے ہوتے تھے جعفر رضی اللہ عنہ اپنے گھر لے جا کر جو کچھ ہوتا تھا' کھلاتے تھے۔

۱ کنزالایمان ص827
۲ کنزالایمان ص705
۳ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص673
۴ فضائل اعمال - حکایات صحابہ ص 93
۵ فضائل اعمال -ص94
۶ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص676
۷ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص 676
۸ بہار شریعت جلد نمبر 2' حدیث نمبر 16 ص703
۹ فضائل اعمال - حکایات صحابہ ص82
۱۰ بخاری شریف - جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص 677
۱۱ فضائل اعمال ص162
۱۲ کنزالایمان ص62
۱۳ فضائل تبلیغ ص613
۱۴ کنزالایمان ص761
۱۵ فضائل اعمال ص83
۱۶ کمانڈر آف مسلم آرمی ص291

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوخزرج سے تھا۔ ان کے والد کا نام رواحہ بن ثعلبہ اور والدہ کا نام کشہ بنت واقد تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابومحمد تھی۔ وہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ان کا مشغلہ شعروشاعری تھا۔ ان کا سلسلہ نسب حارث بن خزرج سے جاملتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کے ممتاز لوگوں میں سے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کیا تو آہستہ آہستہ اس کا چرچا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک پہنچا۔ مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں نے وہاں جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور ایمان لائے۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد جب یہ لوگ مدینہ منورہ واپس آئے اور اسلام کی باتیں کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہوئے۔ 13 نبوت میں ستر افراد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ بیعت عقبہ کبیر میں انہوں نے دین اسلام قبول کیا۔ ان کا شمار بارہ نقیبوں میں ہوتا ہے۔ انہیں اور حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کو بنی حارثہ کا نقیب بنایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے مشہور رئیس تھے۔ انہیں لوگوں میں ممتاز مقام حاصل تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ انہوں نے آپؐ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ انہوں نے مسجد نبویؐ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا۔ حضرت محمد صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت مقداد بن عمرو الاسود کندی رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی چارہ قائم کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں زیادہ وقت گزارنے لگے۔ انہیں ''شاعر رسول اللہ'' کے لقب سے نوازا گیا۔

☆

غزوۂ بدر میں کفار مکہ کے لشکر سے تین بہادروں عتبہ' شیبہ اور ولید کے مبارزت کے لئے للکارنے پر مسلمانوں کے لشکر سے تین جوان مقابلے کے لئے نکلے۔ یہ تینوں انصاری تھے۔ اس لئے قریش ان سے لڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب میدان جنگ میں لڑائی شروع ہوئی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے لڑے۔ غزوۂ بدر میں مسلمان فتحیاب ہوئے تو فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ غزوۂ بدر دوم میں 4 ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس کے بعد غزوۂ احد' غزوۂ خندق' صلح نامہ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں وہ شامل ہوئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بہترین گھرانے بنی بخار بنی عبدالاشہل' بنی حارث اور بنی ساعدہ فرمائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہی بہترین گھرانوں میں سے بنی حارث کے چشم و چراغ تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی حارث کے محلے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ لوگ ملے۔ ان میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ عبداللہ بن ابی نے ناک پر چادر رکھتے ہوئے کہا۔

''ہم پر گرد مت اڑاؤ''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اتر پڑے اور انہیں سلام کر کے قرآن سنایا۔ عبداللہ بن ابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

Marfat.com

"جو کوئی آپؐ کے گھر آئے، اسے سنایا کریں"۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"نہیں، یارسول اللہ! آپؐ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں اور کلام سنایا کریں۔ ہمیں یہ اچھا لگتا ہے"۔

اس گفتگو کے دوران مسلمان، کفار، منافقین اور یہودی آپس میں اُلجھ پڑے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دھیما کیا اور لڑنے سے منع فرمایا۔

☆

شاعر رسولؐ اللہ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ ان کا ہجو گوئی کا انداز جداگانہ تھا۔ وہ مشرکین پر کفر کی ملامت کرتے تھے۔ ان کی شاعری نشتر کا کام کرتی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی دونوں شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی شاعری میں حسب نسب اور لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے بنی حارث کے سردار تھے۔ علم و ادب اور بزرگی میں ان کا بڑا مقام تھا۔ انہیں بارگاہ نبوت میں تقرب حاصل تھا۔ ان کی شاعری کفر کی مذمت اور حق کی تبلیغ کرتی تھی۔ ان کے دل میں خوف خدا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ان کی زوجہ بھی رونے لگیں۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے پوچھا۔

"کیوں روتی ہو؟"

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی زوجہ نے جواب دیا۔

"جس وجہ سے تم روتے ہو"

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے فرمایا۔

"میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو (پل صراط سے) گزرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا"۔ (قیام اللیل)

Marfat.com

☆

6ہجری میں سریہ عبداللہؓ بن رواحہ ہوا۔ اس سریہ کا پس منظر یہ ہے کہ خیبر کے نواحی علاقے میں ایک یہودی سردار اسلام کا دشمن تھا۔ اس کا نام ابورافع سلام بن ابی الحقیق تھا۔ وہ اپنے علاقے میں بنو غطفان کے یہودیوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ اس نے لوگوں کو جنگ کے لئے اکسا اکسا کر تیار کرنا شروع کیا۔ اس کی اس سازش کا بروقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گیا۔ آپؐ نے پانچ مجاہدین کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا۔ جنہوں نے ابورافع سلام کو ہلاک کر دیا۔ ابورافع سلام کے بعد اس کا جانشین اسیر بن رزام بھی اسی طرح سازشیں کرنے لگا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو تیس مجاہدین کا سربراہ بنا کر روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسیر بن رزام کو بات چیت سے قائل کر کے مدینہ منورہ چلنے کے لئے آمادہ کیا۔ اسیر بن رزام نے اپنے ساتھ تیس یہودی لئے اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے ساتھ روانہ ہو پڑا۔ راستے میں اسیر بن رزام کی نیت میں فتور آ گیا۔ اس نے انہیں ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھانپ لیا۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور ان کے ساتھیوں نے اسیر بن رزام اور اس کے تمام یہودی ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ مسلمان کامیاب و کامران ہو کر واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماجرا سنا کر آگاہ کیا۔

7ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فتحیاب ہونے کے بعد وہاں کے پھلوں اور کاشت کا اندازہ لگانے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو مقرر کیا۔ انہوں نے یہ کام خوش اسلوبی سے کیا۔ اس کے بعد اسی سال حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کیا۔ جب مسلمانوں کا قافلہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے اونٹ کی مہار تھامی ہوئی تھی اور بلند آواز سے اپنے اشعار پڑھ رہے تھے۔

☆

Marfat.com

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قاصدوں کے ہاتھوں مختلف سربراہوں کو مراسلات بھیجے۔ بصریٰ کے رئیس حارث بن شمر غسانی نے آپؐ کے قاصد حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شرجیل بن عمرو غسانی کے ہاتھوں قتل کرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سفیر کی شہادت کا بہت رنج ہوا۔ آپؐ نے تین ہزار مجاہدین کا لشکر تیار کیا۔ 8 ہجری میں لشکر اسلامی کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت موتہ بھیجا گیا۔ آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو جائے تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو سربراہ بنایا جائے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو سپہ سالاری سونپی جائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ثنیۃ الوداع تک جا کر رخصت کیا۔ ادھر مقابلے کے لئے شرجیل بن عمرو غسانی ایک لاکھ کا لشکر لے کر پہنچا۔ شاہ روم ہرقل نے بھی ایک لاکھ کی فوج کمک کے لئے روانہ کر دی۔ مسلمانوں کا حوصلہ اس لشکر جرار کو غیر متوقع طور پر دیکھ کر چھوٹنے لگا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے پرجوش تقریر کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد اسلامی پرچم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا۔ انہوں نے تین دنوں سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ انہوں نے بڑی بہادری سے دشمن پر حملہ کیا۔ میدان جنگ میں ان کی ایک انگلی کٹ کر لٹک رہی تھی۔ انہوں نے اسے پیر رکھ کر زور سے الگ کر دیا۔ وہ اپنے آپ کو تسلی دے کر اپنا حوصلہ قائم رکھ رہی تھے اور اشعار پڑھ کر لشکر اسلامی کو جوش دلا رہے تھے۔ اچانک وہ دشمن کے ایک نیزے کے وار سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی کمان سنبھال لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ اطلاع پہنچنے سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا علم ہو چکا تھا اور آپؐ نے یہ خبر مدینہ منورہ کے لوگوں کو بتا دی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں بزرگوں کے جنگ موتہ میں شہید ہونے پر بہت رنجیدہ تھے۔ شہادت کے وقت حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے بیوی بچے تھے مگر ان کی نسل آگے نہ بڑھی۔ ان سے چند

Marfat.com

احادیث مروی ہیں۔

☆

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے تو ان کی بہن عمرہ نے جو نعمان بن بشیر کی زوجہ تھیں، زور زور سے گریہ کرنے لگیں۔ وہ رو رو کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تعریفیں بیان کر رہی تھیں۔ "ہائے میرا پہاڑ جیسا بھائی، ہائے ایسا ہائے ویسا....."

جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا۔

"جب تو میری صفت بیان کرتی تھی تو فرشتے مجھے دھمکاتے تھے کہ کیا تو ایسا ہی تھا؟"

جب حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو موتہ میں شہادت نصیب ہوئی تو ان کی ہمشیرہ نے یہ خبر سن کر ماتم نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی نعمان بن بشیر کے گھر نہ جانے اور ان سے بات نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ جب کوئی ان سے کوئی ان کے بارے میں کہتا تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ فرماتے کہ انہوں نے قسم کھائی ہوئی ہے اور اس لئے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اس بارے میں وحی نازل ہوئی اور نیک کام کرنے سے قسم کھا لینے کی ممانعت کی گئی۔ اگر کوئی شخص نیکی سے باز رہنے کی قسم کھالے تو اس کو اپنی قسم پوری نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ نیک کام کرے اور قسم کا کفارہ دے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی امر پر قسم کھالی پھر اسے معلوم ہوا کہ یہ خیر اور بہتری کے خلاف ہے کہ وہ اس امر خیر کو کرے اور قسم کا کفارہ دے۔ (مسلم شریف)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ راستے میں انصار کی ایک مجلس سے گزرے۔ وہاں تھوڑا رکے تو گدھے نے پیشاب کر دیا۔ رئیس المنافقین ابن ابی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ بات بری لگی انہوں نے عبداللہ ابن ابی سے کہا۔

"حضورؐ کے گدھے کے پیشاب کی خوشبو تیرے مشک سے اچھی ہے"۔

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور عبداللہ بن ابی کے درمیان تکرار ہونے لگی اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ دونوں کے حامی بھی میدان میں نکل آئے۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو واپس آ گئے اور ان میں صلح کرا دی۔ اس معاملہ میں وحی نازل ہوئی کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کے لئے اس کا کھانا اس کے اولیاء اپنے کھانے کے ساتھ ملا لیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اگر یتیم کا کھانا اس کے مال سے علیحدہ پکایا تو بچ جانے کی صورت میں یتیم کا نقصان ہوتا ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ ''یتیموں کے فائدے کے لئے ملانے کی اجازت ہے''۔

☆

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک روز کسی غلطی پر مشتعل ہو کر اپنی لونڈی کو تھپڑ رسید کیا۔ انہوں نے اس بات کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپؐ کے دریافت کرنے پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپؐ کی رسالت پر ایمان رکھتی ہے۔ وضو کرتی ہے' نماز پڑھتی ہے اور ماہ رمضان میں روزے رکھتی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''وہ مومنہ ہے''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اس کی قسم' جس نے آپؐ کو سچا نبی بنا کر مبعوث کیا۔ میں اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لوں گا''۔

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے جیسا کہا تھا' ویسا ہی کیا۔ لوگوں نے انہیں طعنے دیئے کہ ایک سیاہ فام لونڈی سے کیوں نکاح کیا جبکہ فلاں مشرکہ عورت تمہیں مل سکتی تھی جو حسین

Marfat.com

بھی ہے اور مالدار بھی۔ اس پر وحی نازل ہوئی کہ مسلمان لونڈی مشرکہ سے بہتر ہے چاہے مشرکہ جتنی بھی خوبصورت' دولت منداور آزاد ہو۔

☆

جب انصار نے شب عقبہ بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اپنے اور اپنے رب کے لئے کچھ شرطیں فرما دیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''میں اپنے رب کے لئے تو یہ شرط رکھتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے مال اور جان کو بچاتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا

''ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جنت''

☆

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ وہ آپؐ کے اشارے پر جان تک قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ وہ آپؐ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ وہ ایک عبادت گزار بزرگ تھے۔ وہ ذکر الٰہی بہت عاجزی سے کرتے تھے۔ غزوۂ موتہ کو جاتے وقت انہوں نے چند اشعار کہے۔ ان کا مطلب یہ ہے۔

''میں اپنے رب سے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوں اور خواہشمند ہوں کہ ایک ایسی شمشیر ہو جس سے میرے لہو کے فوارے چھوٹنے لگیں ایک ایسا برچھا ہو جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے اور جب لوگ میری قبر پر گزریں تو کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو

Marfat.com

رشید اور کامیاب کرے کیونکہ واقعی تو ایسا تھا"۔

میدان جنگ میں دشمن کا جم غفیر دیکھ کر اسلامی لشکر کے چھکے چھوٹ گئے تو ان کی گھبراہٹ دور کرنے اور حوصلہ بڑھانے کے لئے للکارا۔

"لوگو! تم کیوں گھبرا رہے ہو؟ تم کس ارادے سے آئے ہو؟ تمہارا مقصد تو شہادت ہے۔ ہم کبھی آدمیوں کی تعداد اور طاقت پر انحصار کر کے نہیں لڑے۔ ہم صرف اس مذہب کے زور پر لڑے ہیں، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اکرام عطا فرمایا ہے۔ اب دو کامیابیوں میں سے ایک حاصل کرلو یا شہادت یا غلبہ"۔ ان کے خطاب سے مسلمانوں کی ہمت بندھ گئی اور لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

۱۔ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المناقب ص 472
۲۔ بخاری شریف جلد نمبر 3 کتاب الاستئذان ص 495
۳۔ فضائل اعمال ص 42
۴۔ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص 677
۵۔ کنز الایمان ص 64
۶۔ کنز الایمان ص 929
۷۔ کنز الایمان ص 63
۸۔ کنز الایمان ص 63
۹۔ کنز الایمان ص 368
۱۰۔ فضائل اعمال ص 93

Marfat.com

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہجرت نبویؐ سے اٹھائیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عوام بن خویلد تھا جو فوت ہو چکے تھے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھا جو عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں۔ اس نسبت سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی بنتے تھے۔ ماں کی آغوش میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پرورش پائی۔ ماں ان سے کافی سختی سے پیش آتی تھیں تاکہ ان کا بیٹا سخت جان اور بہادر بنے۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ ان کی سگی پھوپھی تھیں ۔ اس رشتہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پھوپھا تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ وہ سابقون الاوّلون مہاجرین میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کا لقب ''حواریٔ رسول'' تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کو قبول کر کے دین اسلام کو اپنایا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ وہ بنو اسد کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ اس رشتہ سے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ گویا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے رشتے تھے۔ آپؐ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ میں اسلامی بھائی چارہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے قائم کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ آغاز اسلام میں ہونے والے مشرکین کے مظالم سے وہ بھی نہ بچ سکے۔ اس لئے وہ بھی ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ کچھ مدت بعد مکہ مکرمہ واپس آ کر رہنے لگے۔ جب ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو مکہ مکرمہ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب (والدہ) اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ (زوجہ) کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر لی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت زبیرؓ بن العوام کا اسلامی بھائی چارہ حضرت سلمہؓ بن سلامہ بن وقش انصاری سے قائم کر دیا۔ ان کا ذریعۂ معاش تجارت اور زراعت تھا۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ان کے جادو کے زور سے مسلمانوں کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوں گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلا بیٹا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو یہودی جھوٹے پڑ گئے۔ مہاجرین مسلمانوں نے ان کی پیدائش پر جشن منایا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں دوسرا بیٹا بھی پیدا ہوا۔ ان کا نام عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ رکھا گیا۔

جب حضرت زبیرؓ بن العوام مسلمان ہوئے تھے تو ان کے چچا نوفل بن خویلد نے انہیں بہت مارا پیٹا تھا۔ اس نے انہیں چٹائی میں لپیٹ کر آگ کی دھونی بھی دی تھی مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دین اسلام پر ڈٹے رہے تھے۔ وہ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ ایک دفعہ کسی نے افواہ اڑائی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ تلوار لے کر لڑنے کے لئے ان کے ہاں پہنچ گئے۔ بہادر تو وہ شروع ہی سے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں مبارزت میں انہوں نے ایک جنگجو مشرک کی للکار پر اس سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عبیدہ بن سعید بن عاص کو بھی ہلاک کیا، جس نے لوہے کا خود پہن رکھا تھا اور جس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نشانہ باندھ کر نیزہ اس کی آنکھ میں گھسیڑ دیا، جس سے وہ موقع پر ہی ہلاک ہوا۔ جب انہوں نے کھبے ہوئے نیزے کو باہر نکالا تو وہ ٹیڑھا پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد تلوار سے دشمن

Marfat.com

سے لڑتے رہے۔ ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔ ان کے نیزے کا نام عنزہ تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نیزہ یادگار کے طور پر لے لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگ میں کئی زخم آئے ان کے کندھے پر ایسا گہرا زخم لگا کہ مندمل ہو جانے کے بعد بھی اس میں گڑھا بن گیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے زرد رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ غزوۂ بدر میں فرشتوں نے بھی زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔ 3 ہجری میں غزوہ احد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بہادری سے مشرکین کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے مشرکین کے علم بردار طلحہ بن طلحہ کو مبارزت میں ہلاک کر دیا۔ وہ تمام وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔'' مشرکین کے میدان جنگ سے جانے والے ستر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں وہ بھی شامل تھے۔ اس غزوۂ کے بعد غزوۂ خندق میں ہوا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نوفل بن مغیرہ سے مقابلہ کر کے ہلاک کر دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب نے ایک یہودی کو مار دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کے بعد خواتین کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے بدعہدی کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تاکہ ان کی خبریں لائیں۔ جب وہ واپس آئے تو آپؐ نے انہیں فرمایا

''میرے ماں باپ تجھ پر قربان''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا یہ الفاظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں کئے۔ غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

6 ہجری میں ''صلح نامہ حدیبیہ'' اور ''اصحاب الشجرہ'' میں حضرت زبیرؓ بن عوام شریک تھے۔ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر میں بہت بہادری سے لڑے۔ سردار مرحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اس کے بھائی یاسر کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا۔ یاسر

Marfat.com

ایک بہادر، جنگجو اور عظیم الجثہ انسان تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ 8 ہجری میں غزوۂ مکہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ علم بردار تھے۔ وہ سب سے آخری دستے میں تھے۔ جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے چہرے سے خاک صاف کی۔ آپؐ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنت المعلیٰ کے قریب حجون میں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا (۲) اس کے بعد انہوں نے غزوۂ حنین اور محاصرہ طائف میں اپنی بہادری کا لوہا منوایا۔ حجتہ الوداع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپؐ کے ہمرکاب تھے۔

11 ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ کنارہ کش رہنے کے بعد بیعت کر لی۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ ان کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جہاد پر جانے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے جنگ یرموک میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کرنے کے لئے رخت سفر باندھا۔ انہوں نے شام کی اس فیصلہ کن جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ اس جنگ میں رومیوں نے انہیں زخمی کیا تھا۔ ان کے کندھے پر دو زخم آئے تھے۔ ان میں ایک اتنا گہرا تھا کہ مندمل ہونے کے بعد اس میں گڑھا بن گیا تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص فسطاط پر حملہ کرنے والے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار مجاہدین چار سپہ سالاروں کے ساتھ بھیجے۔ ایک ہزار مجاہدین کے دستے کے سالار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب وہ پہنچے تو حضرت عمروؓ بن العاص نے ان کے احترام میں سپہ سالاری چھوڑ دی۔ انہوں نے قلعے کا محاصرہ سات ماہ تک جاری رکھا۔ آخر کار ایک دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سیڑھی لگا کر فصیل کے اندر پھلانگ گئے اور اندر سے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمانوں کی فوج اندر گھس گئی۔ زبردست جنگ کے بعد اسلامی فوج فتح یاب ہوگئی۔ اس کے بعد اسلامی فوج اسکندریہ کی طرف بڑھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہر

Marfat.com

اول دستے میں آگے آگے تھے۔ انہوں نے لشکر کشی کر کے اسکندریہ کو تسخیر کر لیا۔ اس کے بعد وہ مدینہ منورہ لوٹ گئے۔ 23 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ انہوں نے وصیت میں جانشینی کے لئے چھ اصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے نام دیئے تا کہ انہیں میں سے کسی ایک کو خود خلیفہ چن لیں۔ ان چھ بزرگوں میں حضرت زبیرؓ بن العوام کا نام بھی شامل تھا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا واپس لے لیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں تھے مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔ 35 ہجری میں مفسدین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کو محاصرے میں لے لیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ باغیوں نے دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گھس کر انہیں شہید کر دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کی مظلومانہ شہادت کا بہت صدمہ تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور حش کوکب میں دفن کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اس وقت بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت کی پیشکش کی گئی تھی جو انہوں نے قبول نہیں کی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت شرط رکھی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ قصاص کا معاملہ التوا میں پڑتا جا رہا ہے تو وہ دونوں عمرے کی نیت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ وہ دل برداشتہ ہو چکے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی حضرت زبیرؓ بن عوام کے ماموں زاد بھائی تھے۔ وہ خلافت کے موقع پر ان کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے کیوں کہ وہ شروع ہی سے ان کی خلافت کے حق میں تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

ملاقات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی جو وہاں حج کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ان تینوں بزرگوں نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے کا منشور بنایا اور مکہ مکرمہ میں ایک اسلامی لشکر تیار کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس لشکر کے ساتھ بصرہ چلے گئے۔ وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی گفت وشنید ہو رہی تھی کہ سبائی گروہ کے لوگوں نے رات کی تاریکی میں حملہ کر کے دونوں لشکروں کو آپس میں بھڑا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد دلایا کہ ''ایک دن تم ناحق علی رضی اللہ عنہ سے لڑو گے۔'' یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے میدان چھوڑ دیا۔ عمرو بن جرموز ان کے تعاقب میں وادی السباع پہنچا۔ دونوں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ جونہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سجدہ میں گئے، عمرہ بن جرموز نے تلوار مار کر انہیں شہید کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر چونسٹھ سال تھی۔ یہ واقعہ 36 ہجری کا ہے۔ شہادت کے بعد حضرت زبیرؓ بن العوام کے غلام عطیہ نے وادی السباع میں دفن کر دیا۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس عمرو بن جرموز یہ خبر لے کر پہنچا تو انہوں نے کہا۔

''اے ابن صفیہ رضی اللہ عنہ کے قاتل، تجھے جہنم کی بشارت ہو۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ درمیانے جسم کے بلند قامت شخص تھے۔ وہ گندمی رنگ، چھدری ڈاڑھی، لمبے لمبے بالوں والے صحت مند، مضبوط اور خوش شکل انسان تھے۔ وہ اپنی عمر کے لحاظ سے کم دکھائی دیتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چھ یا سات شادیاں ہوئی تھیں۔ ان کے گیارہ لڑکے اور نو بیٹیاں تھیں۔ وہ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے اور انہیں وصی بناتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا باقی نہیں بچا تھا جہاں زخم نہ آئے ہوں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ انفاق فی سبیل اللہ اور زہد وتقویٰ کا بہترین نمونہ تھے۔ وہ سراپا ایثار، امانت، دیانت اور شجاعت تھے۔

Marfat.com

☆

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں اکیلے بنی قریظہ کی خبر لانے کو بھیجا۔ آپؐ نے لوگوں کو بلایا اور پوچھا کہ کون خبر لانے کے لئے جانا چاہتا ہے؟ سب سے پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مستعد ہو کر حاضر ہوئے۔ آپؐ نے دوبارہ پوچھا تو پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ آپؐ نے سہ بارہ پوچھا تو پھر بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ آخر آپؐ نے فرمایا، ''ہر پیغمبر کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔'' (۳)

---

(۱) بخاری شریف جلد 2 کتاب المناقب ص452 (۲) بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی ص682

(۳) بخاری شریف جلد 3 کتاب اخبار الآحاد ص909

Marfat.com

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے والدین عبداللہ اور حسنہ تھے۔ وہ ابھی بچہ ہی تھے کہ ان کے والد عبداللہ بن عمرو بن مطاع کا انتقال ہو گیا تھا۔ شرجیل کی والدہ اور شرجیل رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پچیس سال پہلے سے آباد تھے۔ شرجیل رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے نام کی نسبت سے شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ شرجیل رضی اللہ عنہ کی والدہ حسنہ نے عبداللہ کے مرنے کے بعد دوسری شادی سفیانؓ بن معمر سے کر لی تھی۔ ان کا تعلق قریش کی شاخ بنو جمع سے تھا۔ سفیانؓ بن معمر اور حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے نام جابر بن سفیان رضی اللہ عنہ اور جنادہ بن سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کا تعلق بن تمیم سے تھا۔ حضرت شرجیلؓ بن حسنہ رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان زہرہ کا تعلق بن تمیم سے تھا۔ حضرت شرجیلؓ بن حسنہ رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان زہرہ کے حلیف تھے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

اعلان نبوت کے بعد مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانا شروع کیے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نے آغاز اسلام ہی میں دین اسلام قبول کر لیا تھا بلکہ ان کے ساتھ ان کے گھر والوں میں سے ان کی والدہ حضرت حسنہ رضی اللہ عنہ، سوتیلے باپ سفیانؓ بن معمر اور سوتیلے بھائیوں جابر رضی اللہ عنہ اور جنادہ رضی اللہ عنہ نے بھی دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کا تمام گھرانہ ''سابقون الاولون'' میں ممتاز تھا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ اور ان کا

Marfat.com

تمام کنبہ مشرکین مکہ کے مظالم کا نشانہ بنے۔ پانچ نبوی میں ہجرت حبشہ اول ہوئی تو حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بھی پہلے قافلے کے ساتھ چلے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آ گئے۔ چھ نبوی میں ہجرت ثانی ہوئی تو حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ ان کی والدہ حسنہ رضی اللہ عنہ' سوتیلے باپ سفیانؓ بن معمر اور دونوں سوتیلے بھائیوں جابر رضی اللہ عنہ اور جنادہ رضی اللہ عنہ نے ملک حبشہ ہجرت کر لی۔ ان کے قافلے میں حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان اور اس کا شوہر عبیداللہ بن جحش بھی شامل تھے۔

حبشہ میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تیرہ برس رہے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے سمجھدار شخص تھے۔ وہ کاتب وحی بھی تھے۔ راہ اسلام میں ان کے سب گھر والوں نے ہجرت کی تھی۔ حبشہ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کا شوہر عبیداللہ بن جحش مرتد ہو کر مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب شاہ حبشہ نجاشی کو حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ارسال کیا' جس میں آپؐ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح تجویز کیا تھا۔ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے رضامندی لے کر ان کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ کچھ دنوں بعد دو کشتیوں پر سوار ہو کر ساٹھ مسلمان حبشہ سے مدینہ منورہ جانے لگے تو نجاشی بادشاہ نے اس قافلے کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی رخصت کر دیا۔ نجاشی نے ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کی دیکھ بھال اور حفاظت کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ روانہ کیا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ محلّہ بنی زریق میں گھر لے کر رہنے لگے۔ ان لوگوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ ایک ہجرت مکہ مکرمہ سے حبشہ اور دوسری حبشہ سے مدینہ منورہ کی تھی۔ اس لئے انہیں "ذوالہجرتین" کے لقب سے نوازا گیا۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں مصروف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مدینہ منورہ پہنچنے پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور خیبر کے مالِ غنیمت میں سے انہیں بھی حصہ دیا۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے تو انہوں نے حضرت

Marfat.com

شفاء بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابیہ تھیں۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ایک نیک دل اور شریف انسان تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص معتمد تھے۔ غزوۂ خیبر کے بعد انہوں نے تمام مہمات اور غزوات میں حصہ لیا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر میں سفیر بنا کر بھیجا۔ اس دوران آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول بنے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سنی تو مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ گیارہ ہجری کا واقعہ ہے۔ فتنہ ارتداد، مانعین زکوٰۃ اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے ہر طرف فساد مچا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے ان فتنوں کو ختم کرنے کی طرف دھیان دیا۔ انہوں نے گیارہ لشکروں کو مرتب کیا۔ ان میں سے ایک اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تھے۔

یمامہ میں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد اس لشکر کی مدد کے لئے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھی روانہ کیا گیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے عظیم الشان لشکر کے ساتھ اپنے بل بوتے پر حملہ کر دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو حملہ کرتے وقت دشمن کی فوج کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو میدان جنگ سے پسپا ہونا پڑا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو انہیں صورتحال معلوم ہوئی۔ وہ ذرا فاصلے سے جھڑپیں کر کے دشمن کو مصروف کئے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کی مدد کے لئے حضرت خالدؓ بن ولید بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ جنگ یمامہ شروع ہو گئی۔ زبردست مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کا جھوٹی نبوت کا فتنہ ختم ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ایک

Marfat.com

اسلامی لشکر کا سربراہ مقرر کر کے اردن روانہ کیا۔ تیرہ ہجری میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان شام میں لڑائی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ ان سے پہلے ایک لشکر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت مدینہ منورہ سے روانہ ہو چکا تھا مگر اس لشکر کی تعداد کم تھی۔ رومیوں کی فوجیں باطلیق، جرجیس، لوقا اور صلیا کی قیادت میں تبوک میں موجود تھی۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے لشکر کا رومی فوج سے مقابلہ ہوا۔ رومیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ دوسرے دن حضرت شرجیلؓ بن حسنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ وہ بصریٰ جارہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں اور رومیوں کو لڑتے دیکھا تو اسلامی لشکر کی مدد کے لئے جنگ میں شریک ہو گئے۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے لشکروں نے بڑی بہادری سے رومیوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ یہاں پر فتحیاب ہونے کے بعد حضرت یزید رضی اللہ عنہ کا لشکر بلقاء اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کا لشکر بصریٰ روانہ ہوئے۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں چار ہزار مجاہدین تھے۔ وہ شام کے صوبہ حوران کے صدر مقام بصریٰ پہنچے۔ ابھی وہاں مذاکرات کا دور چل رہا تھا کہ حضرت خالد بن ولد رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے عراق پہنچ گئے۔ ان دونوں سپہ سالاروں نے مل کر دشمن کے ساتھ زبردست جنگ لڑ کر اسے شکست فاش دی۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بصریٰ میں ٹھہر گئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔ ہرقل کی فوج اجنادین میں جنگ کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ جب یہ خبر مسلمانوں کو ہوئی تو انہوں نے بھی یکجا ہو کر مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھی اجنادین بلوا بھیجا۔ چنانچہ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ تینوں اپنی اپنی فوجوں کو ساتھ لے کر اکٹھے ہو گئے۔ اٹھائیس جمادی الاول، تیرہ ہجری کو میدان اجنادین میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے تین ہزار مجاہدین شہید ہوئے۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد تمام لشکروں کے ساتھ حضرت

Marfat.com

شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دمشق پہنچے۔ انہوں نے دمشق کو محاصرے میں لے لیا۔ وہ فوج کے سالار تھے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ باب الفرادلیس پر مامور تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھال لی تھی۔ یہ محاصرہ کئی مہینوں تک بغیر کسی نتیجہ کے جاری رہا۔ بالآخر ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اہل دمشق نے ان کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ حضرت ابانؓ بن سعید کی بیوہ حضرت ام ربان بھی لشکر میں شامل تھیں جو تیر اندازی میں مہارت رکھتی تھیں۔ رومیوں کے سردار توما نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے لڑے اور فتحیاب ہوئے۔ اس لڑائی میں رومیوں کا سردار توما ہلاک ہوا۔ دمشق کی فتح کے بعد رومیوں کا انتقام لینے کے لئے تیار ہو جانا ایک ضروری ردعمل تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اردن کے محاذ پر روانہ کیا جہاں رومیوں کا لشکر بیسارن میں جمع ہو رہا تھا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ فحل پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور بہت چوکنے تھے۔ ایک رات اچانک رومیوں نے سپہ سالار سقلاء بن مخراق کی زیر قیادات اچانک بیسان سے فحل پہنچ کر اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ ان کے حملے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے دشمن کے لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت ضرار بن ازور نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا۔ رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ مل کر بیسان پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نے اردن کے تمام شہروں اذرعات، عمان، جرش اور مآب پر بھی جنگ کر کے قبضہ کر لئے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو اردن کا گورنر مقرر کیا گیا۔

شاہِ روم ہرقل اسلامی فوج کی فتوحات کی خبریں سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اس وقت

Marfat.com

وہ انطاکیہ میں مقیم تھا۔ اس نے رومیوں میں جوش وخروش پیدا کر کے عربوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے لاکھوں رومیوں کو انطاکیہ میں اکٹھا کر لیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت خالدؓ بن ولید نے آپس میں صلاح ومشورے کر کے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ یرموک کے مقام پر پہنچ گئے۔ رومی افواج یرموک کے بالمقابل دیرالجبل کے مقام پر پہنچ کر ڈیرہ ڈال چکی تھیں۔ رومیون کی لاکھوں کی افواج کا مقابلہ پینتیس ہزار مجاہدین کر رہے تھے۔ اس جنگ میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ میسرہ کے سردار تھے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے اپنے لشکر کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ایک دن رومیوں کے تیس ہزار سپاہیوں نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے پانچ سو مجاہدین کے دستے پر حملہ کر دیا۔ ان مجاہدین نے بہادری سے لڑتے ہوئے دشمن کو پسپا کر دیا۔

ایک دن ایک لاکھ سے زائد تیر انداز رومیوں نے مسلسل تیر اندازی کر کے سات سو مسلمانوں کو ایک آنکھ سے اندھا کر دیا۔ اس دن کو ''یوم التحویر'' یعنی یک چشم ہونے کا دن کہا جاتا ہے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مل کر دشمن کو بھگا دیا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ اور دوسرے سپہ سالاروں کے لشکروں نے رومیوں کو شکست فاش دی۔ ہرقل دل شکستہ ہو کر انطاکیہ سے قسطنطنیہ چلا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قنسرین انطاکیہ اور کئی دوسرے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ اسلامی فوج میں حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چل کر جابیہ پہنچے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے عیسائیوں کے ساتھ صلح نامہ تیار کیا۔ انہوں نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو اردن میں گورنر مقرر کیا۔

اٹھارہ ہجری میں طاعون کی وبا شام میں پھیلی اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے علاقوں کو متاثر کر گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن الّٰلی سفیان رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو برطرف کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دوران حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی طاعون کی موذی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ ان کا انتقال سڑسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا کہ رکوع تمام نہیں کرتا سجدہ میں ٹھونگ مارتا ہے آپؐ نے حکم دیا

''پورا رکوع کرے۔ یہ اگر اس حالت میں مرا تو ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر مرے گا''۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

''جو رکوع پورا نہیں کرتا اور سجدہ میں ٹھونگ مارتا ہے' اس کی مثال اس بھوکے کی طرح ہے کہ ایک دو کھجوریں کھا لیتا ہے جو کچھ کام نہیں دیتیں''۔

ا بہار شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 21 ص 236

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے قبیلہ زہرہ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ ان کا پیدائشی نام عبد عمرو تھا۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ ان کی والدہ کا نام شفاء تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن کا سلسلہ نسب والدہ کی جانب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچویں پشت میں اور والد کی جانب سے چھٹی پشت میں ملتا ہے۔ ان کے والد کا نام عوف تھا۔ عوف اور شفاء دونوں کا تعلق بنی زہرہ سے تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ شفاء اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ دونوں کا تعلق بنی زہرہ سے تھا۔ شفاء نے آپؐ کی پیدائش کے وقت دایہ کا فرض انجام دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ان کے دوستانہ تعلقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھے۔ اس لئے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے فوراً دین اسلام قبول کرلیا۔ وہ مسلمان ہونے والے آٹھویں شخص تھے۔ وہ سابقون الاولون میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ آغاز اسلام ہی سے مشرکین کی سختیوں کو برداشت کرتے رہے۔ انہوں نے دو دفعہ ہجرت حبشہ کی۔ آپؐ نے ان کا نام عبد عمرو سے بدل کر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رکھا۔ مکہ مکرمہ میں ان کا بھائی چارہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تھا۔

13 نبویؐ میں ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ان کا

Marfat.com

اسلامی بھائی چارہ حضرت سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم کیا (۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہت شریف النفس اور مہمان نواز شخص تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے فرمایا۔

"میری دو بیویاں ہیں۔ جو تمہیں پسند ہو اسے میں طلاق دے دوں گا تاکہ عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کرلو۔ اس کے علاوہ میرا نصف مال بھی لے لو"۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی غیرت نے یہ سب قبول نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دعا دی اور بازار کا رستہ پوچھا۔ وہ بنی قینقاع کے بازار میں گئے اور کھانے پینے کا سامان خرید لائے۔ انہوں نے اگلے دن سے باقاعدہ تجارت شروع کردی۔ (۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مسجد نبویؐ کے قریب اپنے لئے مکان تعمیر کیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لباس پر زعفران کی زردی دیکھی تو اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے ایک انصار خاتون سے نکاح کرلیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا "مہر کیا دیا؟"

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "گٹھلی بھر سونا"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولیمہ تو کرو، زیادہ نہیں تو ایک بکری ہی سہی"

(۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل رہے۔ غزوۂ بدر میں بہت بہادری سے کفار کا مقابلہ کیا۔ ان کے جسم پر بیس زخم آئے بلکہ ایک ٹانگ پر تو ایسا گہرا زخم تھا کہ مندمل ہونے کے بعد وہ ساری عمر لنگڑاتے تھے۔ ان کے دو دانت بھی شہید ہوئے۔ غزوۂ خندق، صلح نامہ حدیبیہ، بیعت الرضوان، غزوہ مکہ، غزوۂ حنین، محاصرۂ طائف اور غزوۂ تبوک میں شریک تھے۔ انہوں نے حجتہ الوداع میں بھی شمولیت کی۔ انہوں نے دومتہ الجندل کی مہم میں اسلام کی تبلیغ کر کے سردار اصبغ بن عمرو الکلبی کو اس کے قبیلہ کلب سمیت مسلمان کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس کی بیٹی تماضر سے نکاح کرلیا اور اسے مدینہ منورہ اپنے ساتھ لائے۔

Marfat.com

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہمیشہ اپنے مشوروں سے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ ان کے مجلس شوریٰ کے سرگرم رکن تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہی کی رائے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر عراق پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ 13 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں امیر حج بنایا۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ تیار کیا' اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بطور گواہ دستخط کئے تھے۔ 23 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جب فیروز ابولولو حملہ آور ہوا تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ امامت کے لئے کھڑا کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شدید زخمی تھے اور ان کے بچنے کی کوئی آس نہیں تھی اسلئے انہوں نے وصیت کرتے ہوئے اپنی جانشینی کے لئے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام منتخب کر کے فرمایا کہ یہ لوگ خود ہی ان میں سے ایک خلیفہ چن لیں۔ ان کی وصیت کے مطابق تین دنوں کے اندر فیصلہ کرنا لازمی تھا۔ ان کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے نام تجویز کر دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اپنا نام خلافت سے دستبردار کر دیا۔ اب صرف دو امیدوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صائب الرائے تھے۔ ان چھ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں خلیفہ چننے کا اختیار دے دیا تھا۔ انہوں نے باری باری علیحدگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور فیصلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دے دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے خود حضرت

Marfat.com

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کنارہ کش رہے اور خاموشی سے وقت گزارا۔

☆

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دراز قد و قامت کے سفید رنگ کے خوش شکل انسان تھے۔ ان کی ڈاڑھی بھی دراز تھی۔

انہوں نے اپنی زندگی میں تیرہ شادیاں کیں۔ ان کے اکیس بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانچ ہجری میں دومتہ الجندل کی مہم پر سالار بنا کر بھیجا تو اپنے دست مبارک سے ان کے سر کا عمامہ باندھا اور پشت پر چار انگلیاں شملہ چھوڑ دیا۔ آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''عبدالرحمٰن تم سب فی سبیل اللہ جہاد کرو اور کفار سے جنگ کرو۔ خیانت نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا۔ بچوں کو قتل مت کرنا۔ یہ تم میں اللہ کا عہد اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے تو وہاں کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ انہوں نے فتح کے بعد اصبح بن ثعلبہ کی بیٹی تماضر سے نکاح کر لیا جس کے بطن سے ابوسلمہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ)(۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک صاف ستھرے مکان میں رہتے تھے۔ وہ سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرتے تھے۔ انہیں کبھی بھی عہدے کا لالچ نہیں رہا۔ ان کی فیاضی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی دولت لٹاتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی دولت میں اضافہ کر دیتا تھا۔ بے حد مالدار ہو جانے کی وجہ سے کئی کئی غلاموں کو ایک ہی دن میں آزاد کر دیتے تھے۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت اور زراعت تھا۔ ان کی سخاوت بے مثال تھی۔ انہوں نے اپنے ورثاء کے علاوہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ، غزوۂ بدر میں حصہ لینے والے اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم، غربا اور

Marfat.com

مساکین کے لئے بہت کچھ چھوڑا۔ انہوں نے زمین کا ایک قطعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا اور یہ سب رقم اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔ ایک سو بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے چار سو دینار فی کس کے حساب سے چالیس ہزار دینار چھوڑے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے لئے ایک باغ وقف کیا' جسے انہوں نے بیچ دیا اور اس کی رقم آپس میں بانٹ لی۔ اللہ کی راہ میں ایک ہزار اونٹ تقسیم کئے۔ غریبوں اور مسکینوں میں پچاس ہزار دینار بانٹے۔ انہوں نے چھبیس لاکھ دینار' ایک ہزار اونٹ' تین ہزار بکریاں' ایک سو گھوڑے' زمینیں اور بہت سا سونا اپنے ورثاء کے لئے چھوڑا۔ اس وقت ان کی چار بیویاں زندہ تھیں۔ ہر بیوی کو اسی ہزار دینار نقد ملے۔ سونا اس قدر تھا کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فتویٰ دینے میں ماہر تھے۔ وہ اصابت رائے میں بہت ممتاز تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہمیشہ اپنی صحبت میں رکھتے تھے۔ وہ امہات المومنین رضی اللہ عنہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کی خدمت اور حفاظت کرتے تھے۔

31 ہجری میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا انتقال پچھتر سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنازہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ''افسوس' یہ پہاڑ بھی چل بسا''۔ ان کو ان کی وصیت کے مطابق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قریب جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان سے پینسٹھ احادیث مروی ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے عشرہ مبشرہ والی حدیث مروی ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جنت

Marfat.com

میں ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ کوئی بندہ دوسروں کے آگے اس وقت تک ہاتھ نہیں پھیلاتا' جب تک محتاجی اور تنگدستی کے ہاتھوں مجبور نہ ہو جائے۔ جب کوئی بندہ کسی کے ظلم وستم کو معاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے غلاموں سے اچھا رویہ رکھنے والا شخص افضل ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خشوع وخضوع سے عبادت کرتے تھے۔ وہ مہمان نواز تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی ہوئی تھی مگر ان کی اولاد کو یہ اجازت نہ تھی۔

جب عراق پر باقاعدہ حملہ کرنے کے لئے فوج تیار ہو گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود اس فوج کی قیادت کرنا چاہتے تھے مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے انہیں روکا اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا نام تجویز کیا۔ ان کی رائے کے مطابق عمل کیا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عام الفیل سے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے تیس اکتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور 31 ہجری میں وفات پائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک لمبے قد و قامت کے مضبوط انسان تھے۔ ان کا رنگ نکھرا ہوا تھا اور بال گھنگھریالے تھے۔ وہ ایک ذہین اور خوددار شخص تھے۔ چھ ہجری میں دومتہ الجندل کی مہم پر انہیں سربراہ مقرر کیا گیا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر سربراہی کی پگڑی باندھی اور اسلامی پرچم تھمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت کی کہ جنگ سے پہلے دشمنوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول نہ کریں تو حملہ کریں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ جنگ میں بوڑھوں' عورتوں اور بچوں پر وار نہ ہو۔ چنانچہ تین دن کے مذاکرات اور تبلیغ سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ باقی لوگوں نے جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ یہ پرامن سمجھوتہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ ایک موقع پر انہوں نے پانچ سو گھوڑے خرید کر فوج کو

Marfat.com

دے ڈیئے۔ ایک دفعہ سات سو اونٹ مال سے لدے ہوئے مدینہ منورہ میں آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب اللہ کی راہ میں نذر کر دیئے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر انہوں نے لشکر کی مال و دولت سے مدد کی۔ وہ خود بھی اسلامی لشکر میں شامل تھے۔ راستے میں ایک مقام پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز کی امامت کی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ پیغمبر اسلام صلعم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ (۵) حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ ہنستے کھیلتے آسانی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (۶)

۱- بخاری شریف جلد نمبر ۳ کتاب الادب ص ۴۳۳
۲- بخاری شریف جلد نمبر ۳ کتاب النکاح ص ۶۵
۳- بخاری شریف جلد نمبر ۳ کتاب النکاح ص ۱۰۲
۴- عشرہ مبشرہ قاضی حبیب الرحمٰن ص ۱۳۴
۵- کمانڈرز آف مسلم آرمی ص ۱۰۷-۱۰۹
۶- کمانڈرز آف مسلم آرمی ص ۱۰۵

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

ہجرت نبویؐ کے بعد مدینہ منورہ میں یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ان کے جادو کے اثر سے مسلمانوں کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوگی۔ مدینہ منورہ میں مہاجرین میں سے پہلے مسلمان بچے کا نام حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کی پیدائش پر مسلمانوں نے بہت خوشی سے جشن منایا۔ یہودی اپنے دعوے کے جھوٹ ہو جانے پر بہت شرمندہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زبیرؓ بن العوام تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے بیٹے تھے۔ وہ سابقون الاوّلون میں سے تھے اور ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ وہ مشہور صحابی تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بہترین تربیت پائی تھی۔ خاندانی شرافت اور شجاعت انہیں ورثے میں ملی تھی۔ وہ زہد و عبادت کے لحاظ سے بہت ممتاز تھے۔ انہوں نے کئی جنگوں میں حصہ لیا جنگ جمل میں انہوں نے اپنی خالہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دیا حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے عہد میں انہوں نے بہت سے معرکوں میں حصہ لیا۔ قسطنطنیہ کے معرکہ میں مسلمانوں کا مقابلہ رومیوں سے تھا۔ انہیں جہاد کا شوق تھا۔ ہر میدان میں اپنی بہادری کا لوہا منوایا۔ وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے تھے۔

Marfat.com

وہ نڈر تھے۔ وہ جنگوں میں اپنے دستے کی قیادت کیا کرتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کی جانشینی کے لئے بیعت کی مہم چلائی۔ وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ، زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم کے ذریعے عراق اور شام میں بیعت لینے میں کامیاب ہو گئے۔ حجاز میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی بزرگ ہستیاں موجود تھیں۔ ان بزرگوں کے سامنے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھلا کیا حیثیت تھی؟ مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم نے لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لینا چاہی تو انہوں نے اس حرکت کو ناپسند کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک ہزار شامیوں کا لشکر لے کر مدینہ منورہ آئے۔ پانچوں بزرگ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنا نمائندہ بنا کر مذاکرات کیلئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے جانشین بننے کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے تین صورتیں بتائیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی کو بھی خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے۔ دوسری صورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کسی اپنے رشتے دار کو خلیفہ نہیں بنانا چاہئے اور تیسری صورت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح معتبر اور معزز لوگوں کی کمیٹی خود ہی چناؤ کر کے کسی کو خلیفہ بنائے۔ اس جواب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ناخوش ہوئے۔ انہوں نے ناگواری سے کہا کہ اب وہ جو چاہتے ہیں پورا کر کے رہیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا کہ ان سب بزرگوں نے یزید کو خلیفہ تسلیم کر کے بیعت کر لی ہے۔ مگر ان کے اعلان کے بعد مدینہ منورہ کے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی صاف بیانی سے ایسا زبردست دھچکا لگا کہ مرتے وقت انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی کہ وہ حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے بالکل مطمئن نہیں ہیں اور کہا کہ اگر وہ بیعت کرنے میں پس و پیش کریں تو انہیں قتل کرا دینا اوران پر رحم نہ کرنا۔

64 ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو حکم دیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد ہی سانحۂ کربلا ہوا جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے بالکل منکر ہو گئے۔ یزید ان کے انکار پر بھنا گیا۔ یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو ان کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا اعلان کر دیا۔ حجاز کے باشندوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے امویوں کو گورنری سے نکال دیا۔ یزید نے بارہ ہزار شامیوں کا لشکر مسلم بن عتبہ کی قیادت میں مدینہ منورہ پر یلغار کرنے کے لئے بھیجا۔ اس جنگ میں مدینہ منورہ کے لوگوں کو شکست ہوئی۔ مسلم بن عتبہ نے تین دن تک مدینہ منورہ میں مخالفین کا قتل عام کیا اور لوٹ مار کر کے تباہی مچا دی۔ اس کے بعد مسلم بن عتبہ اپنی فوج لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوا مگر علالت کی وجہ سے فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ نیا سپہ سالار حصین بن نمیر فوج لے کر مکہ پہنچا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں مقیم تھے۔ حصین نے محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کر کے نقصان پہنچایا۔ یہ یزید کے تین سیاہ کارنامے تھے۔ سانحہ کربلا، مدینہ کا قتل عام اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے اندر سے مدافعت کر رہے تھے۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ اس دوران یزید کا انتقال ہو گیا۔ حصین بن نمیر نے جنگ روک دی۔ اس کے ساتھ مروان اور عبدالملک بھی تھے۔ حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں اور انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہا (۱) مگر اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جذبات کی رو میں یہ موقع گنوا دیا اور انکار کر دیا۔ حصین

Marfat.com

نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ اٹھالیا۔ حصین بن نمیر اپنی فوج لے کر واپس شام چلا گیا۔ مروان بن الحکم مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ وہ اور ان کا بیٹا عبدالملک بھی ان کے پاس بیعت کرنے آئے مگر انہوں نے جوش جذبات میں انہیں دوسرے امویوں کے ساتھ شہر سے باہر نکال دیا۔ مروان، عبدالملک اور ان کے تمام ساتھی شہر سے نکل کر شام چلے گئے۔ صوبہ مصر، حجاز اورعراق کے باشندوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا۔ اگرچہ شام کے لوگ بھی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے مگر مروان بن حکم اور اس کے ساتھیوں کے پہنچنے کے بعد وہاں حالات نے پلٹا کھالیا تھا۔ اس وقت شام میں تین قسم کے گروہ تھے جو خالد بن یزید، عمرو بن سعید اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اب چوتھا گروہ بھی بن گیا جو بنوامیہ کا تھا اور مروان بن الحکم کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ مروان بن الحکم حالات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اسے عبیداللہ بن زیاد کی شہ ملی جو عراق سے فرار ہو کر شام پہنچ گیا تھا۔ شام کے تینوں گروہوں نے یکجا ہو کر متفقہ فیصلہ کیا کہ سردست مروان بن الحکم کو تجربہ کار ہونے کی وجہ سے خلیفہ منتخب کیا جائے۔ (۲) عمرو بن سعید اور خالد بن یزید دونوں کو جانشین مقرر کیا جائے۔ شام میں مقیم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامیوں نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی بلکہ انہوں نے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ مرج رابطہ پر زبردست جنگ ہوئی مگر ان حامیوں کو شکست ہوئی۔ مروان خلیفہ بن چکا تھا۔ شامی فوج نے مصر پر حملہ کر کے اسے فتح کرلیا۔ مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک خلیفہ بنا۔ اس کے پاس مصر اور شام کے علاقے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس حجاز اور عراق کے علاقے تھے۔ اب چوں کہ ملک میں دو خلافتیں چل رہی تھیں دونوں ہی اپنے اقتدار کو بچانے اور بڑھانے کی جدوجہد کر رہی تھیں۔ عراق میں بدامنی پھیل رہی تھی کیونکہ ابن زیاد فتنہ پیدا کر رہا تھا اور عبدالملک سے سازباز کر رہا تھا۔ اس دوران مختار ثقفی کو قتل کر دیا اور خود عراق پر قابض ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت فوج بھیجی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مختار ثقفی کو شکست فاش دے کر اسے قتل کر دیا۔ عبدالملک

Marfat.com

نے عراق پر حملہ کر دیا۔ عراق کے لوگوں نے عبدالملک کا ساتھ دیا۔ اس کا مقابلہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کیا مگر انہیں شکست ہوئی۔ عبدالملک نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے عراق پر قبضہ کر لیا۔۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عراق کے چھن جانے کی وجہ سے ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ عبدالملک نے اپنی فوج کو حجاج بن یوسف کی قیادت میں حملہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ مکہ کے بہت سے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑی بہادری کے ساتھ حجاج بن یوسف کی فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں اشیائے خوردنی کی کمی ہوگئی، اس لئے لوگوں نے حوصلہ ہار دیا، بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور حجاج بن یوسف سے مل گئے۔ آخر کار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں نکلے۔ ان کی مٹھی بھر جماعت بہت بہادری سے لڑی۔ شامیوں کے ساتھ لڑتے لڑتے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی جان دے دی۔ حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے 64 ہجری سے لے کر 73 ہجری تک نو سال حکومت کی۔ ان کا یہ تمام عرصہ مسلسل جدوجہد میں گزرا۔ وہ بہت سادہ طبیعت کے انسان تھے۔ وہ نیک دل انسان تھے مگر بہت جذباتی تھے۔ انہیں جہاد کا شوق تو تھا مگر سیاسی سوجھ بوجھ نہیں تھی وہ بہت پرہیز گار انسان تھے۔ وہ دینِ اسلام کی طرف زیادہ متوجہ رہے۔ میدان جنگ میں جذبہ جہاد سے سرشار ہونے کی وجہ سے بہت دلیری سے ایک جنگ جو سپاہی کی طرح لڑتے تھے۔ وہ منصف مزاج تھے۔ جب مفسدین نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا وہ ان کے محل پر انہیں روکے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا کہ ''ہم لوگ کافی تعداد میں اس جگہ حاضر ہیں اور جنگ کر کے مدافعت کر سکتے ہیں۔'' مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر لڑنے سے منع کر دیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار ثقفی نے اس مغالطہ میں رکھا کہ وہ بنوامیہ کی حکومت ختم کر کے ان کی حکومت کو مضبوط بنا دے گا۔ مختار ثقفی کا تعلق طائف کے ثقیف خاندان سے تھا۔ وہ کوفہ میں قیام پذیر تھا اور اقتدار چاہتا تھا۔ مختار ثقفی نے کوشش کی حضرت امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدینؒ کی حمایت کرے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مختار ثقفی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ کوفہ کا ایک سردار ابراہیم بن اشتر بھی مختار ثقفی کے ساتھ مل گیا۔ یہ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مخالفین تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تقرر کردہ گورنر کو کوفہ سے نکال دیا۔ مختار ثقفی نے کوفہ کی گورنری سنبھال لی۔ اس طرح بصرہ کو چھوڑ کر سارا عراق اس کے قبضہ میں آ گیا۔ اس نے شمر ذی الجوشن اور عمرو بن سعد کو قتل کر دیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس مغالطے میں رکھا کہ وہ ان کے وفادار ہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا گورنر عمر بن عبدالرحمٰن کو مقرر کر کے بھیجا تو مختار ثقفی نے اسے شہر کے اندر نہیں آنے دیا۔ اس بات کی اطلاع حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس فساد کا خاتمہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مختار ثقفی نے احمد بن سلیط کی سربراہی میں ساٹھ ہزار کا لشکر مقابلے کے لئے بھیجا۔ حضرت مصعبؓ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کیا اور ان کے ہاتھ سے مختار ثقفی ہلاک ہو گیا۔ مختار ثقفی کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد جب عبدالملک نے عراق پر حملہ کیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو شکست دے کر ان کا سر قلم کیا۔ حضرت مصعبؓ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شکست کے بعد عراق پر بھی بنوامیہ کا قبضہ ہو گیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف حجاز باقی رہ گیا تھا۔ خارجی بنی امیہ کے خلاف تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا مگر ناکام رہے۔ اس لئے وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے پر اتر آئے۔ خارجی سردار نافع بن ارزق نے اہواز سے گورنر کو نکال کر خود قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے گرد و نواح کے علاقوں کو اپنے لشکر کی مدد

Marfat.com

سے فتح کرتا ہو بصرہ پہنچا۔ بصرہ میں اس کی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے دس ہزار کا لشکر پہنچا ہوا تھا۔ خارجیوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مہلب کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا جس نے خارجیوں پر حملہ کر کے انہیں مان تک دھکیل دیا۔ جب حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ عراق کے حاکم بن کر پہنچے تو مہلب کو موصل کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبداللہ کو خارجیوں کے مقابلے میں بھیجا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے مہلب کو دوبارہ بلا کر مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ اس دوران حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ مارے گئے اور ان کے قتل کے بعد مہلب نے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خارجی بنوامیہ کے دشمن بن گئے۔ اس لئے مہلب انہی کو قلع قمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ قدرت کا انتقام دیکھیں کہ کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کا کٹا ہو سر مبارک لایا گیا۔ پھر اسی جگہ مختار ثقفی کے سامنے ابن زیاد کا کٹا ہوا سر لایا گیا۔ پھر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے سامنے مختار ثقفی کا کٹا ہوا سر لایا گیا اور پھر عبدالملک کے سامنے حضرت مصعبؓ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر لایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد تمام ملک پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ تین دن گزرنے کے بعد عبدالملک کے حکم سے حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی سے اتار کر ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا تاکہ انہیں سپرد خاک کیا جائے۔

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنگ باری کر کے خانہ کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے گرا کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشے کے مطابق نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ حطیم کو بھی خانہ کعبہ کی عمارت کے اندر شامل کر دیا۔ اس طرح اس کی لمبائی میں دس ہاتھ کا اضافہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے زائرین کے آرام کے لئے مشرق اور مغرب میں دو نئے دروازے لگوائے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے نو سال مکہ مکرمہ میں گزارے۔ وہ دینی خدمات میں لگے رہے اور سیاسی

Marfat.com

تقاضوں کو نظر انداز کرتے رہے۔ وہ ایک رات میں تمام قرآن مجید پورا فرما لیا کرتے تھے۔ (۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی قرأت بہت اچھی کرتے تھے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر) ان سے تینتیس احادیث مروی ہیں۔ وہ نماز پڑھتے وقت اس قدر جذب ہو جاتے تھے کہ انہیں اپنے اردگرد کا کچھ ہوش نہیں رہتا تھا۔ جب خانہ کعبہ پر سنگ باری ہو رہی تھی وہ بہت اطمینان سے اس کے اندر نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حق گو تھے۔ ان کی خلافت کی تمام مدت جنگ و جدل میں گزری۔

☆

احادیث-روایات

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نماز ایسے ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی جائے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بعض اوقات بہت لمبا رکوع اور سجدہ کرتے تھے کہ پوری رات گزر جاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس دیوار کا ٹکڑا اڑا وہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حلق اور ڈاڑھی کے درمیان سے گزر گیا مگر انہوں نے کوئی حرکت نہیں کی اور نہ ہی رکوع یا سجدہ مختصر کیا۔

ایک دفعہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا بیٹا ہاشم پاس ہی لیٹا ہوا تھا۔ چھت سے ایک سانپ گرا اور بچے سے لپٹ گیا۔ وہ چلایا۔ گھر والے دوڑے ہوئے آئے۔ شور مچا اور سانپ کو مار دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے سلام پھیرا اور پوچھنے لگے۔

''کچھ شور کی آواز تھی۔ کیا تھا؟''

بیوی نے جواب دیا

''بچہ کی تو جان ہی گئی تھی، تمہیں پتہ ہی نہ چلا''

فرمانے لگے

''تیرا ناس ہو، اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی'' (ہدایہ)

Marfat.com

(۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں کلمہ شہادت پر پہنچتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور حرکت نہ دیتے۔ شہادت پر اشارہ کرنا یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کر لے۔ انگوٹھے اور بیچ والی انگلی کا حلقہ باندھے اور ''لا'' پر انگلی اٹھائے اور ''الا'' پر رکھ دے اور سب انگلیں سیدھی کر لے۔ (۵)

☆

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پالا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی خالہ کی سخاوت دیکھتے ہوئے کہہ دیا کہ ان کو ہاتھ روکنا چاہئے۔ یہ بات حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوئی تو ناراض ہو گئیں اور ان سے نہ بولنے کی قسم کھالی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خالہ کی ناراضگی کا بہت دکھ ہوا۔ اس قسم کی وجہ سے وہ ان سے کلام نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے ننہیال کے دو حضرات کو بطور سفارش لے گئے۔ وہاں جا کر خالہ سے لپٹ کر بہت روئے۔ ان دونوں حضرات نے بھی احادیث بیان کیں کہ مسلمان سے بات چھوڑنے پر عتاب ہوتا ہے۔ وہ بھی رونے لگیں اور انہیں معاف کر دیا۔ انہوں نے باتیں کرنا شروع کر دیں اور قسم توڑنے کے کفارہ کے طور پر وہ غلام آزاد کرتی تھیں۔ (۶)

☆

26 ہجری میں روم کی لڑائی میں رومیوں کے دو لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں بیس ہزار مسلمان نکلے۔ رومیوں کے امیر جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص حضرت عبداللہؓ بن سرح کو قتل کرے گا اسے ایک لاکھ دینار نقد انعام کے علاوہ اپنی بیٹی بھی نکاح میں دے گا۔ یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''فکر کی کوئی بات نہیں ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کو جو شخص جرجیر کو قتل کرے گا اسے ایک لاکھ انعام میں نقد دیا جائے گا اسے امیر بنایا جائے گا اور اس کا نکاح جرجیر کی بیٹی سے کیا جائے گا۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جرجیر سارے لشکر کے پیچھے ہے۔ انہوں نے اس کے پاس پہنچ کر اس پر حملہ کر کے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر چوبیس برس تھی۔ یہ ان کی زندگی کا ایک عظیم کارنامہ ہے کہ دو لاکھ سپاہیوں کی موجودگی میں بڑی جرأت سے انہوں نے جرجیر کا سر تن سے کاٹ کر جدا کر دیا۔ (۷)

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فتنہ ہوا تو مکہ مکرمہ کا محاصرہ حجاج بن یوسف نے کر لیا۔ اس وقت علاء بن عرارہ اور حبان سلمٰی نے جا کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے کیوں نہیں نکلتے؟

انہوں نے کہا

''میں اس وجہ سے نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بھائی کا خون کرنا حرام کیا ہے'' (۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے ہاں کی لونڈی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑکی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائی۔ اس کے پاؤں میں گھنگھرو تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کاٹ دیا اور فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے'' (ابوداؤد) (۹)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جونکیں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیا کہ کہیں دبا دیں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو بتایا کہ وہ خون انہوں نے خود پی لیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا

''جس کے بدن میں میرا خون جائے گا، اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوسکتی۔ مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے'' (خمیس) (۱۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادل کی آواز سنتے تھے تو کلام ترک کر کے فرماتے تھے ''سبحان الذی'' فرماتے ہیں کہ جب بادل کی گرج سنو تو اللہ کی تسبیح کرو، تکبیر نہ کہو'' (امام مالک) (۱۱)

Marfat.com

حضرت عبیداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی مشرکہ نانی ایک دفعہ مدینہ منورہ آئیں۔ وہ ان کے لئے تحفے تحائف بھی لائیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نہ تو ان کے تحائف قبول کئے اور نہ ہی انہیں گھر میں آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا کہ کیا حکم ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ ان کے تحائف کو بھی قبول کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک بھی کریں۔ (۱۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ خشعم کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بوڑھے باپ کے بارے میں قرض اور حج کے مسئلے پوچھے۔

آپؐ نے دریافت فرمایا

''کیا تو اس کا سب سے بڑا بیٹا ہے؟''

اس نے کہا

''جی ہاں''

آپؐ نے ارشاد فرمایا

''اگر تیرے باپ پر قرض ہو اور تو اس کو ادا کر دے تو وہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟''

اس نے کہا

''جی ہاں''

آپؐ نے ارشاد فرمایا

''بس اسی طرح تو اس کی طرف سے حج بھی کر لے (نسائی) (۱۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کسی بیمار شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو وہ اس کی وارث نہ ہو گی۔ (۱۴)

☆

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (صحیح مسلم)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ گناہ سے باز رہنے اور نیکی کی طاقت اللہ ہی سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی کے لئے نعمت و فضل ہے اور اسی کے لئے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں۔ اگرچہ کافر برا مانیں۔(۱۵)

---

(۱) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین
(۲) تاریخ اسلام حضرت شاہ معین الدین احمد ندوی
(۳) فضائل اعمال ص 254
(۴) فضائل اعمال ص 65
(۵) بہار شریعت جلد 1 ص 198
(۶) فضائل اعمال ص 127
(۷) فضائل اعمال ص 173
(۸) بخاری شریف جلد 2 کتاب التفسیر ص 792
(۹) بہار شریعت جلد 2 حدیث 15 ص 627
(۱۰) فضائل اعمال ص 188
(۱۱) بہار شریعت جلد 1 حدیث 6 ص 313
(۱۲) کنز الایمان ص 990
(۱۳) تفہیم القرآن جلد 5 ص 218
(۱۴) بخاری شریف جلد 3 کتاب الطلاق ص 148
(۱۵) بہار شریعت جلد 1 ص 201

Marfat.com

حضرت القعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت القعقاع بن عمروؓ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ نو ہجری میں بنو تمیم میں اسلام پھیلا۔ اس لئے عہد رسالت کے آخر میں انہوں نے دین اسلام قبول کیا۔ وہ ایک بہادر انسان تھے اور انہیں جہاد کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنے خاندان کی ایک ممتاز شخصیت تھے۔ ان کی حلقۂ اسلام میں شمولیت نو ہجری میں ہونے کی وجہ سے کوئی قابل ذکر کارنامہ عہد رسالت میں نہیں ہے۔ آپؐ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اپنی شجاعت کے کارنامے دکھائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاعؓ بن عمرو کو بنی کالب کے سردار علقمہ بن ثلاثہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ علقمہ محاصرۂ طائف کے وقت مرتد ہو کر شام بھاگ گیا تھا۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سنی تو واپس آ گیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے اسے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ اس نے ارتداد سے توبہ کرلی اور دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع کو حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ بزاخہ بھیجا تاکہ وہ طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کریں۔ انہوں نے طلیحہ کو شکست فاش دی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ فرار ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دو ہزار مجاہدین کا لشکر عراق عرب بھیجا۔ وہاں حضرت مثنیٰ بن رضی اللہ عنہ حارثہ ایرانیوں

Marfat.com

سے مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مزید کمک مانگی تو انہوں نے صرف حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ لوگوں کو حیرانگی ہوئی کہ وہ اکیلے جا رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''جس فوج میں قعقاع رضی اللہ عنہ جیسا شخص ہو وہ کبھی بھی شکست نہیں کھا سکتی''۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کا بہت سا حصہ جنگ یمامہ میں ختم ہو گیا تھا۔ ان کے ساتھ بقائل معزور بیعہ کے آٹھ ہزار مجاہدین تھے۔ لشکر کی تعداد بمشکل دس ہزار تک جا پہنچی۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس آٹھ ہزار مجاہدین کا لشکر تھا۔ اب مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اٹھارہ ہزار ہو چکی تھی۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت خالدؓ بن ولید اور دشمن فوج کا سردار ہرمزد مقابل تھے۔ کچھ دشمن کے سپاہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کے لئے عقب سے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی بہادری اور حکمت عملی سے دشمن کی فوج پسپا ہو گئی۔ جن زنجیروں سے دشمن کی فوج نے اپنے آپ کو جکڑ رکھا تھا اس کا وزن ساڑھے سات من تھا۔ اس جنگ کا نام ''ذات السلاسل'' تھا۔ ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی اور بہت سے مالِ غنیمت قبضے میں آیا۔ اس جنگ کو جنگ حفیر بھی کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں ہرمز ہلاک ہو چکا تھا۔ اس محاذ کے بعد مذار، کسکر، امغیشیا کی لڑائیوں میں حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حصہ لیا اور فتحیاب ہوئے۔ حیرہ تسخیر ہو چکا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت قعقاعؓ بن عمرو کو چند صحابہ کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔ انہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے تک اپنی سرحد سے آگے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو حیرہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ دومتہ الجندل اور دوسری مہمات سے فارغ ہو کر حیرہ پہنچے تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور ابویعلی رضی اللہ عنہ کو دوز بہ اور زرمہر کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ دونون عین التمر پہنچے۔ حضرت خالدؓ بن ولید بھی وہیں پہنچے۔ انہوں نے حضرت

Marfat.com

قعقاعؓ بن عمرو کو امیر بنا کر حصیہ بھیج دیا جہاں روزبہ موجود تھا۔ ابویعلی رضی اللہ عنہ کو خنافس بھیج دیا جہاں زرمہر تھا۔ زرمہر اپنا لشکر لے کر حصیہ پہنچا تاکہ روزبہ کی مدد کرے۔ زرمہر اور روزبہ کے مشترک لشکروں سے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی فوج کا زبردست مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے زرمہر کو تلوار سے قتل کر دیا۔ حضرت عصمہؓ بن عبداللہ الضبی کے ہاتھوں روزبہ بھی موت کی گھاٹ اترا۔ ایرانی فوجوں نے اپنے سپہ سالاروں کے قتل ہوتے ہی میدان چھوڑ کر فرار ہونا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے خنافس پر بھی قبضہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو مصیخ کی جانب پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ وہ ابویعلی رضی اللہ عنہ' عبد رضی اللہ عنہ اور عروہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر وہیں پہنچے۔ ان سب نے شب خون مار کر ایرانیوں کی فوج کو تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ او ابویعلیؓ بنو تغلب کے علاقوں ثنی و بشر پر حملہ کرنے کا حکمد یا۔ مسلمانوں کے لشکر نے حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ رضاب کا حاکم بغیر جنگ لڑے فرار ہو گیا۔ مسلمانوں نے رضاب پر قبضہ کرنے کے بعد فراض کی طرف پیش قدمی کی۔ اس مقام پر شام' عراق اور الجزیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اپنے دستے کی قیادت کرتے ہوئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج کے ساتھ مِل کر بھرپور حملہ کیا اور فتحیاب ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت مثنیٰؓ بن حارثہ کی تحویل میں عراق عرب دیا اور خود حضرت قعقاعؓ بن عمرو کو لے کر شام پہنچے جہاں رومیوں نے کل پرزے نکالے ہوئے تھے۔ وہ رومیوں کو راستے میں شکست دیتے ہوئے بصریٰ پہنچے۔ بصریٰ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ دونوں حضرت عمروؓ بن العاص کی مدد کرنے کے لئے اپنی فوجوں کے ساتھ اجنادین پہنچے۔ وہاں پر رومیوں کو شکست فاش دینے کے بعد آگے بڑھ کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں پر حضرت خالدؓ بن ولید نے جب فصیل پر کمند ڈالی' حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل تھے۔ دمشق کی فتح کے بعد مسلمانوں نے محل اور حمص میں بھی رومیوں کو شکست دی۔ رومی فوجیں بھاگ کر

Marfat.com

یرموک میں جمع ہو گئیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکروں نے بھی مقابلے کے لئے یرموک پہنچنا شروع کیا۔ ایک دستے کے سپہ سالار حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ تھے جو قلب کے اٹھارہ دستوں میں سے ایک تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کو حملہ کا حکم دیا۔ زبردست جنگ شروع ہو چکی تھی۔ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے لڑے۔ جنگ یرموک میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

قادسیہ کی جنگ میں حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ایک ہزار مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے۔ وہ مقدمتہ الجیش میں تھے۔ انہوں نے اپنے لشکر کے دس دستے بنائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سپہ سالار اعظم تھے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں مبارزت طلب کی۔ ایرانیوں کی فوج سے نامور جنگجو بہمن جادویہ مقابلے کے لئے میدان میں نکلا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کر کے بہمن کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد دوسرا ایرانی سردار بزرجمر ہمدانی میدان میں آیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے جنگ شروع ہوتے ہی بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس سے اگلے دن جنگ میں ایرانی فوج کے ہاتھی تباہی کر رہے تھے۔ ان ہاتھیوں میں سے دو ہاتھی زیادہ تباہی مچائے ہوئے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے سفید ہاتھی سے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ان دونوں بھائیوں نے مل کر اس ہاتھی کا کام تمام کر دیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ جذبہ جہاد کے جوش میں بغیر حکم کے ایرانیوں پر یلغار کر رہے تھے۔ ان کا جوش وخروش دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بار بار کہتے جا رہے تھے ''یا الٰہی! قعقاع رضی اللہ عنہ کو معاف کر اور اس کی مدد فرما''۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے پر جوش حملوں کو دیکھ کر بنی تمیم کے لوگوں نے بھی میدان جنگ میں آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ دوسرے سرداروں نے انہیں دیکھا دیکھی میدان جنگ میں ایرانیوں پر حملے کر دیئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ، حضرت عمروؓ بن معدی کرب،

Marfat.com

حضرت قیسؓ بن اشعث نے آگے بڑھ کر ایرانی فوج کے سپہ سالار اعظم رستم کے حفاظتی دستے کو ہلاک کر دیا۔ رستم نے بھاگ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ ہلال بن علقمہ نے اس کے پیچھے چھلانگ لگا کر قتل کر دیا۔ رستم کے قتل ہوتے ہی ایرانی فوج میں افراتفری مچ گئی۔ ایرانی سپاہیوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور دوسرے مجاہدین ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

قادسیہ کی فتح کے بعد اسلامی لشکر مدائن کی طرف بڑھا۔ ان کے اور دشمن کے درمیان دریائے دجلہ تھا۔ سب سے پہلے حضرت قعقاعؓ بن عمرو اور حضرت عاصمؓ بن عمرو نے چھ چھ سو سواروں کے ساتھ اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ ایرانی فوج انہیں دیکھ کر گھبرا گئی اور پیچھے ہٹ گئی۔ حضرت قعقاعؓ بن عمرو نے ایک ایرانی کو قتل کر کے ایک تھیلا برآمد کر کے قبضہ میں کر لیا' جس میں کسریٰ' ہرقل' خقان ترک' لغمان اور دوسرے بادشاہوں کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ مدائن کے قبضے کے بعد سپہ سالار اعظم حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو اس کی بہادری کی داد دیتے ہوئے ہرقل قیصر روم کی تلوار بطور انعام دی۔ اس کے بعد ایرانیوں نے اپنی فوج جلولاء میں جمع کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ کو سربراہ بنا کر بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر مقابلے کے لئے بھیجا۔ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ مقدمتہ الجیش کے سربراہ تھے۔ وہاں پر محاصرہ دو ماہ تک جاری رہا۔ ایک دن اچانک ایرانی فوج حملہ آور ہوئی۔ زبردست جنگ ہوئی۔ یہ 16 ہجری کا واقعہ ہے۔ ایرانی جدھر بھی بھاگتے تھے' مسلمانوں کی تلواروں کا نشانہ بنتے تھے۔ ایک لاکھ ایرانی سپاہی کٹ گئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے پھاٹک اور خندق پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایرانی سردار مہران ہلاک ہوا۔ اس کے بعد حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ حلوان کی طرف بڑھے اور زبردست مقابلے کے بعد حلوان پر قبضہ کر لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نیا شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ حضرت قعقاعؓ بن عمرو یمشی بھی مناسب جگہ دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ کوفہ شہر آباد کیا گیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی

Marfat.com

وقاص گورنر مقرر ہوئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی کوفہ چلے گئے۔ 17 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو چار ہزار مجاہدین کا سالار بنا کر حمص بھیجا۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ مل کر جنگ کی اور فتحیاب ہوئے۔ اس جنگ کے بعد حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ واپس کوفہ چلے گئے۔

اکیس ہجری میں ایرانیوں کی ڈیڑھ لاکھ فوج قم میں سپہ سالار فیروزان کی سربراہی میں تیار کی گئی۔ اس فوج کو نہاوند بھیجا گیا۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے تیس ہزار مجاہدین کے لشکر کو سپہ سالار اعظم حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ کیا۔ نہاوند میں دوسرے سپہ سالار حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت جریر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ حضر مغیرؓ بن معدی کرب اور حضرت طلیحہؓ بن خوبلد اپنی دستوں کے ساتھ پہنچے۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے ذمہ ایرانیوں کو قلعوں سے باہر میدان میں نکالنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر اپنے دستے کے ساتھ صبح سویرے حملہ کر دیا۔ ایرانیوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کی فوج نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ مقابلے کے لئے قلعوں سے نکل کر میدان جنگ میں آ گئے۔ اسلامی لشکر کچھ فاصلے پر تھا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے مقابلہ کر رہے تھے کہ اسلامی فوج مقابلے کے لئے پہنچ گئی۔ ایرانی اچانک مسلمانوں کی فوج کو دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے مقابلے میں شہید ہو گئے۔ ان کے بھائی حضرت نعیمؓ بن مقرن قیادت کرنے لگے۔ زبردست جنگ کے بعد ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایرانی سردار فیروزاں بھی قتل ہوا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاری سنبھال لی تھی۔ اس جنگ کے بعد حضرت قعقاعؓ بن عمرو تمیمی واپس کوفہ چلے گئے۔

حضرت قعقاعؓ بن عمرو نے اپنی مستقل سکونت کوفہ شہر میں کر لی۔ ان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام حولہ بنت قیقاع رضی اللہ عنہ تھے۔ حولہ کا نکاح صاحب احد مشہور بزرگ صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ 36 ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

Marfat.com

جانب سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مذاکرات کئے تھے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ قعقاع رضی اللہ عنہ کی آواز لشکر میں ہزاروں سے افضل ہے اور جس فوج میں وہ ہوں اسے کبھی شکست نہیں ہوسکتی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ایک سپاہی کی حیثیت سے لشکر اسلامی میں داخل ہوئے تھے مگر اپنی بہادری' برق رفتاری اور ایمان سے بہت جلد وہ سپہ سالار بنے۔ اس کے زمانے میں اسلامی لشکر نے لاتعداد فتوحات حاصل کیں اور بے پناہ دولت' مالِ غنیمت میں داخل ہوئی۔ (۱)
ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا
''آپ نے جہاد کیلئے کیا تیاری کی ہے؟''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت اور تابعداری ہے اور ایک بہادر تیز گھوڑا ہے۔ یہ میں نے تیار کیا ہوا ہے''۔ (۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قادسیہ کی فتح سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس فتح میں کس مجاہد کا سب سے اہم حصہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا ''سب سے اہم حصہ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس کا جذبہ جہاد قابل تعریف ہے۔ ہر حملے میں وہ ایک ایرانی سپہ سالار قتل کرتا تھا۔ (۳)

۱-۲- کمانڈرز آف مسلم آرمی ص ۲۰۹-۲۱۰

۳- کمانڈرز آف مسلم آرمی ص ۲۱۹

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو ثقیف کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد کا نام شعبہ اور والدہ کا نام امامہ بنت افقم تھا۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی لیکن رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ابوعیسیٰ کہتے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ چوڑے سینے والے قوی الجسم انسان تھے۔ وہ نہ صرف جسمانی لحاظ سے مضبوط اور سخت جان تھے بلکہ دماغی طور پر بھی ان کے پاس عقل وفراست کے خزانے تھے۔ وہ بہت دیندار تھے۔ انہوں نے پانچ ہجری میں دین اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مستقل طور پر رہنے لگے۔ وہ مذہبی امور کے ماہر تھے اور بہت سے شاگردوں کے استاد تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت احترام اور پیار تھا۔ وہ صلح نامہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے۔ جب قریش کی جانب سے مکہ مکرمہ سے عروہ بن مسعود ثقفی مذاکرات کے لئے آیا تو اس کا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف بڑھ جاتا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے غصہ سے بے قابو ہو کر عروہ بن مسعود کو سختی سے ہاتھ قابو میں رکھنے کے لئے کہا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ زیادہ سے زیادہ وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ کی حیات طیبہ میں ایک سریہ پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ طائف گئے

Marfat.com

اور کامیاب ہو کر لوٹے۔ ان سے ایک سو تینتیس احادیث مروی ہیں۔ وہ عالم فاضل تھے۔ ان کے تینوں بیٹے عروہ' حمزہ اور غفار انہی کے شاگرد تھے اور عالم تھے۔ انہوں نے مختلف غزوات اور مہمات میں حصہ لیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے دور خلافت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بحیرہ اور یمامہ کی مہمات پر بھیجا گیا۔ انہوں نے بہت بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے دور خلافت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سے کارنامے دکھائے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے امیر المومنین کے نام سے پکارا۔ اس کے بعد سے سب لوگوں نے انہیں امیر المومنین کہنا شروع کیا۔

جنگ قادسیہ کے موقع پر سپہ سالار اعظم نے بہادر اور عقل مند سرداروں کا وفد یزدگرد سے ملاقات کے لئے بھیجا۔ اس وفد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ وفد کی باتیں سن کر یزدگرد حقارت اور تکبر سے بات کر رہا تھا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ مسلمانوں کی اہانت برداشت نہ کر سکے اور کہنے لگے۔

''یہ وفد کے لوگ معززین ہیں۔ بیشک ہم فاقہ مست اور خستہ حال ہیں جیسا کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ تم چاہو تو مذہب اسلام قبول کر لو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو جزیہ دینا تسلیم کرو یا پھر میدان جنگ میں نکلو۔ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی'' یہ سن کر یزدگرد غصہ سے غرایا۔

''جاؤ' تمہارے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا''

یزدگرد نے سپہ سالار رستم کی سربراہی میں ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر قادسیہ روانہ کر دیا۔ رستم کے لشکر کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ رستم نے وہاں پہنچ کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ کسی کو بات چیت کے لئے بھیجیں۔ حضرت سعد رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ اپنا مدعا واضح کریں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دشمن کے لشکر میں پہنچے تو بڑی جرات اور بے تکلفی کے ساتھ رستم کے پاس اسی کے تخت پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے دین اسلام پر روشنی ڈالی اور فرمایا ''ایرانی یا تو اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ لڑیں''۔ رستم اور اس کے ساتھیوں کو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی بے تکلفی اور ان کا انداز تکلم پسند نہیں آیا۔ رستم نے کچھ مہلت طلب کی۔ رستم کے ساتھیوں کو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا رستم کے تخت پر بیٹھنا ناگوار گزرا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہیں کہا کہ ہم سب انسان ایک دوسرے کے برابر ہیں' جنگ قادسیہ میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بہت بہادری سے لڑے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر ایرانیوں کے مقابلے کے لئے مرغاب بھیجا۔ وہ فتحیاب ہو کر لوٹے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو واپس بلوالیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اہواز کی بغاوت کچلنے کے لئے جنگ کی اور بیرواز کو شکست فاش دی۔

اس کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بصریٰ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ انہیں برطرف کر دیا گیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نیا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ ان پر زنا کی تہمت تھی جو ثابت نہ ہوسکی۔ تہمت لگانے والے ابوبکرہ' نافع بن کلدہ' زیاد اور شبل بن معبد تھے۔ اس کی وجہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ابوبکرہ کی ذاتی رنجش تھی (۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تہمت لگانے والوں کو مدینہ منورہ بلوایا۔ ان میں سے زیاد نے جرح کے دوران قبول کرلیا کہ اس نے عورت کا چہرہ نہیں دیکھا تھا' اس لئے وہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ عورت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اپنی زوجہ تھیں یا کوئی اور چھان بین کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بری کر دیا۔ گواہوں میں سے ابوبکرہ نافع اور شبل کو قذف کی سزا دی گئی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعدؓ بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ''اگر میں

Marfat.com

اپنی بی بی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو اسی وقت تلوار سے ماروں اس کو دھار سے نہ کہ چوڑی طرف سے"۔ یہ سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے ارشاد فرمایا۔

''تم لوگ سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو گے۔ خدا کی قسم مجھ کو اس سے بڑھ کر غیرت ہے اور اللہ کو مجھ سے زیادہ غیرت ہے۔ (۱)

تستر کی فتح کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہرمزان اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مابین مترجم کا کام کیا۔ نہاوند کی جنگ سے پہلے اسلامی فوج کی نمائندگی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جا کر فیروزان سے گفتگو کی تھی۔ فیروزاں طاقت کے نشہ میں دھت تھا۔ اس نے ان سے بہت تکبر اور رعب سے بات کی۔ اس نے انہیں دھمکیاں بھی دیں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بہت جرأت کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا مدعا بیان کیا۔ جنگ نہاوند میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بہت بہادری سے لڑے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اسکے بعد انہیں کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ وہ اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی اور عقلمندی سے انجام دیتے رہے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی قیادت میں اسلامی فوج نے ہمدان پر چڑھائی کی۔ زبردست مقابلے کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں بطور گورنر کام کرتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسند خلافت سنبھالی تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامی تھے اور انہیں ہمیشہ مفید مشورے دیا کرتے تھے۔ بعد میں کسی وجہ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔

Marfat.com

41ہجری میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ پچاس ہجری میں کوفہ میں طاعون بیماری وبا کی صورت اختیار کرگئی۔ اس بیماری کے وہ بھی شکار بنے۔ انہوں نے ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ انہیں کوفہ شہر ہی میں دفن کیا گیا۔

احادیث-روایات

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں تم پر حرام کر دی ہیں۔

1- ماؤں کی نافرمانی

2-لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔

3- دوسروں کا جو اپنے اوپر آتا ہو نہ دینا اور اپنا مانگنا کہ لاؤ اور فرمایا کہ یہ باتیں تمہارے لئے مکروہ ہیں۔

1-فضول باتیں کرنا

2- زیادہ سوال پوچھنا

3- اضاعت مال (صحیح مسلم شریف) (۳)

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جس نے داغنے سے علاج کرایا اور جھاڑ پھونک کرائی وہ اللہ پر توکل سے بے تعلق ہوگیا" (ترمذی) (۴)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایسی کوئی حدیث مانگی جو انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں یہ لکھوایا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار یہ کہتے۔

"لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو على كل شى قدير"

Marfat.com

اس کے علاوہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھوایا۔

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بک بک کرنے سے منع فرماتے تھے۔ اسی طرح بہت سوال کرنے سے یعنی بے ضرورت مسئلے پوچھنے سے۔ اسی طرح پیسہ برباد کرنے سے۔ اسی طرح جو دینا چاہئے اس کو نہ دینے اور جو نہ لینا چاہئے اس کو مانگنے سے۔ اسی طرح لڑکیوں کو زندہ گاڑنے سے''۔ (۵)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میری امت کا ایک گروہ برابر اللہ کے حکم پر (قرآن حدیث) پر قائم رہے گا۔ کوئی ان کو جھٹلائے اور ان کو خلاف کرے تو ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا' یہاں تک کہ اللہ کا امر آئے یعنی قیامت کا حکم صادر ہو اور وہ اسی حال میں ہوں گے یعنی قرآن و حدیث پر چل رہے ہوں گے''۔ (۶)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''دجال کے بارے میں جتنا میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' اتنا کسی نے نہیں پوچھا میں آپؐ سے اکثر اوقات دجال کے بارے میں سوال کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''تجھے دجال سے کیوں ڈر لگتا ہے جبکہ میں ابھی زندہ ہوں؟''

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''یارسول اللہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا ایک پہاڑ ہوگا اور پانی کی ندی ہوگی''۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا

''پھر اس سے کیا ہوتا ہے' اگر یہ بات بھی ہو' جب بھی اللہ کے نزدیک وہ کچھ مال نہیں''۔ (۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ لوگ آپؐ سے اس بارے

Marfat.com

میں بات کرتے ہوئے پوچھتے تو آپ فرماتے ''کیا میں حق تعالیٰ کا شکریہ ادا نہ کروں''۔ (۸)

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنے تو اذان کا جواب دے۔ جو وہ کہتا ہے وہی دہرائے اور حاضر ہو جائے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ (۹)

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له وھو علی کل شی قدیر' اللھم لا مانع لمآ اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذالحد منك الجد (صحیح مسلم)

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ' جسے تو عطا کرے' اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روک دے' اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے قضا کا کوئی پھیرنے والا نہیں اور تیرے عذاب سے مالدار کو اس کا مال نفع نہیں دیتا۔ (۱۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کی اور بیٹیوں کا زندہ گاڑنا۔ خود تو کسی کو نہ دینا اور دوسروں سے مانگنا۔ فضول بک بک کرنا۔ بہت سوال کرنا اور مال برباد کرنا'' (۱۱)

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفقود کی عورت جب تک اس کی موت یا طلاق معلوم نہ ہو' اس کی عورت سمجھی جائے۔ مفقود اسے کہتے ہیں' جس کا کوئی اتہ پتہ نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ (دار قطنی) (۱۲)

حضرت معیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس پر نوحہ کیا جائے' قیامت کے دن اس نوحہ کی وجہ سے اس پر عذاب ہوگا'' (صحیح مسلم) (۱۳)

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن اسی روز ہوا، جس دن ابراہیم رضی اللہ عنہ آپؐ کے صاحبزادے گزر گئے۔

لوگوں نے کہا

''ان کی موت سے سورج گہن لگا''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''سورج اور چاند کسی کی موت اور زندگی سے نہیں گہناتے۔ جب تم سورج گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو''۔ (۱۴)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے زندگی میں کئی شادیاں کیں۔ جب انتقال ہوا تو ان کے تین بیٹے عروہ، حمزہ اور غفار ورثا سے تھے۔ اپنے بیٹوں کے علاوہ ان کے بہت سے اور بھی شاگرد تھے مثلاً جبیرہ بن وحیہ۔ سور بن مخزمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن احدع، نفاع بن جبیرہ بن مطعم، عروہ بن زبیر اور عمرہ بن وہب (۱۵) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا سر بڑا اور بال بھورے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بے پناہ عقلمندی اور تدبر کی وجہ سے مغیرۃ الرائے کہتے تھے۔ قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اہم امور کے سلجھانے پر عبور حاصل تھا۔ حضرت عتبہؓ بن غزوان نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نماز کے لئے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔

۱- تفہیم القرآن جلد نمبر ۳، ص ۳۳۴
۲- بخاری شریف جلد نمبر ۳ کتاب النکاح ص ۱۳۳
۳- بہار شریعت جلد نمبر ۲، حدیث نمبر ۶، ص ۶۸۹
۴- تفہیم القرآن جلد نمبر ۶، ص ۵۵۷
۵- بخاری شریف جلد نمبر ۳، کتاب الرقاق ص ۵۸۴
۶- بخاری شریف جلد نمبر ۳، کتاب التوحید ص ۱۰۰۳
۷- بخاری شریف جلد نمبر ۳، کتاب الفتن ص ۸۴۸
۸- بخاری شریف جلد نمبر ۳، کتاب الرقاق ص ۵۸۳
۹- بہار شریعت جلد نمبر ا حدیث نمبر ۲۸ ص ۱۷۰
۱۰- بہار شریعت جلد نمبر ا، حدیث نمبر ۳، ص ۲۰۱
۱۱- بخاری شریف جلد نمبر ا کتاب الاستقراض ص ۹۴۸
۱۲- بہار شریعت جلد نمبر ۲، حدیث نمبر ا ص ۸۲
۱۳- بہار شریعت جلد نمبر ا تعزیت کا بیان ص ۳۴۲
۱۴- بخاری شریف جلد نمبر ا کتاب الکسوف ص ۴۸۰
۱۵- جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم نواز رومانی ص ۴۳۳

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے مشہور قبیلہ اشعر کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا پیدائشی نام عبداللہ تھا۔ ان کے والد کا نام قیس بن سلیم اور والدہ کا نام طیبہ بنت وہب تھا۔ ان کی والدہ کا تعلق قبیلہ عک سے تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے بااثر اور ممتاز روسا میں سے تھے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان کی کنیت تھی۔

ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ان کا تجارت کے سلسلے میں مختلف مقامات پر آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اس سے انہیں مواقع ملتے تھے کہ مختلف قسم کے لوگوں سے ملیں۔ ان لوگوں کے مختلف مذاہب بھی انہیں پرکھنے کے مواقع ملے۔ حضرت ابوموسیٰؓ شیریں زبان تھے۔ وہ چھوٹے قد کے دبلے پتلے، چست و چوبند انسان تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں ایک نئے مذہب کا چرچا سنا۔ ان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور آپؐ کے اعلان نبوت کی خبریں پہنچیں تو ان کے دل میں مکہ مکرمہ جانے کی امنگ پیدا ہوئی۔ جب انہوں نے دین اسلام کی چیدہ چیدہ باتیں سنیں تو ان کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور ایمان لائے۔ مکہ مکرمہ سے واپس آئے تو انہوں نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اور تھوڑی ہی مدت میں انہوں نے کافی تعداد میں لوگوں کو مسلمان بنا دیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی مسلمان ہو گئیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ انسٹھ مسلمانوں کو لے کر کشتی کے

Marfat.com

ذریعے روانہ ہوئے۔ ان سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا شوق تھا۔ وہ جلد سے جلد مدینہ پہنچنا چاہتے تھے۔ جب کشتی روانہ ہوئی تو راستہ بھٹک گئی اور حجاز پہنچنے کی بجائے وہ حبشہ پہنچ گئی۔ حبشہ میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مہاجرین پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔ وہاں پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں سے ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حبشہ میں انہی کے ساتھ رہنے لگے۔ وہ سب مدینہ منورہ جانے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔

6 ہجری میں مکہ مکرمہ کے مہاجرین قافلہ مدینہ منورہ جانے کے لئے تیار ہوا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے لوگ بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ مسلمانوں کا قافلہ دو کشتیوں پر روانہ ہوا۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ سے پہنچنے والے مسلمانوں کو خوش آمدید کیا اور مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا زیادہ تر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزرنے لگا۔ وہ خوش الحان تھے۔ وہ اس قدر شیریں زبان سے قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ وہ ان کی آواز کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ ان کی قرات میں بلا کی کشش تھی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اکثر تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی آواز میں ایک عجیب سا سوز اور سرور تھا۔ جب وہ قرات کرتے تو سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قرآن پڑھنے کی آواز کے مداح تھے۔ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نہایت شریف اور حیادار تھے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ان کی زیادہ سے زیادہ یہی کوشش رہتی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہ کر دین اسلام کی تعلیمات سے فیض یاب ہوں۔

غزوۂ خیبر کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ وہ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف میں آپؐ کے ہم رکاب رہے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر بنو

Marfat.com

ہوازن وادی اوطاس میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عبید بن سلیم ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ ایک دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے دشمنوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی۔ انہوں نے ان کے سردار درید بن الصمہ کو ہلاک کر دیا۔ دوران جنگ بنو جشم کے ایک تیر سے وہ گھائل ہوئے۔ اس لشکر میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی اپنے چچا ابوعامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل تھے۔ انہوں نے تیر چلانے والے دشمن کو جان سے مار ڈالا۔ حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے بھتیجے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو جانشین بنا کر خود جام شہادت پیا۔ مرنے سے پہلے انہوں نے اپنے بھتیجے کو وصیت کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام پہنچائیں کہ آپؐ ان کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں (۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آ کر چچا کا پیغام آپؐ تک پہنچایا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام سن کر حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔ پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی دعا فرمائی۔

نو ہجری میں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ شرکت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ سواریوں کے بندوبست کے لئے کہا مگر آپؐ نے کوئی مثبت جواب نہیں دیا۔ وہ واپس چلے گئے۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر دو اونٹ عنایت کئے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان اونٹوں کو لے کر اپنے اشعری قبیلے کے لوگوں میں لے گئے۔ غزوۂ تبوک کے بعد ان کی ملت کے دو صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے آپؐ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنے کی درخواست کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص خود سے عہدے کی خواہش کریگا' اسے عہدہ نہیں دیا جائے گا۔ البتہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تجھے میں یمن کا حاکم مقرر کرتا ہوں' تم وہاں چلے جاؤ''۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ضلع مارب اور حضرت معاذؓ بن جبل انصاری کو

Marfat.com

دوسرے علاقوں کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کے مابین دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تو اپنے ہی ملک میں آئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت انہیں نصیحت فرمائی۔

''دیکھو! لوگوں پر آسانی کرتے رہنا۔ ان کو مشکل میں نہ ڈالنا۔ خوش رکھنا۔ نفرت نہ دلانا اور دونوں مل جل کر رہنا''۔ (۲)

وہ دونوں تن دہی سے دل لگا کر کام کرنے لگے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ''یارسول اللہ۔ ہمارے ملک یمن میں دو قسم کی شراب بنتی ہے ایک تبع یعنی شہد کی دوسری مزر یعنی جو کی۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''جو بھی شراب نشہ کرے' وہ حرام ہے''(۳)

وہ دونوں روانہ ہوئے۔ ان میں سے جو کوئی اپنے علاقہ کا دورہ کرتا اور اپنے ساتھی کے قریب ہوتا تو ملاقات کر لیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دورہ کرتے ہوئے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک شخص کو وہاں دیکھا' جس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہو گیا ہے''۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جب تک اس کا خون نہیں ہو جائے گا' خچر سے نہیں اتروں گا''۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم پر اس شخص کو قتل کر دیا گیا۔ (۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

''تم قرآن کی تلاوت کس طرح کرتے ہو؟''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

Marfat.com

''میں قرآن کھڑے۔ بیٹھے اور اونٹ پر سوار ہو کر جب بھی فرصت ملے پڑھا کرتا ہوں''۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا

''میں تو شروع رات میں سو جاتا ہوں اور پھر عبادت کے لئے اٹھتا ہوں۔ مجھے جتنا قرآن اللہ نے میری قسمت میں لکھا ہے' اس کی تلاوت کرتا ہوں۔ میں سوتا بھی ثواب کی نیت سے ہوں اور اٹھتا بھی ثواب کی نیت سے ہوں'' (۵)

حجتہ الوداع میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ پہنچے۔ ان کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طواف اور سعی کرنے کے بعد احرام کھول دینے کے لئے فرمایا (۶)

نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے ملک بھر میں فتنہ مچایا ہوا تھا۔ یمن میں بھی نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار اسود عنسی نے ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ اس کی وجہ سے تمام علاقے میں بے چینی اور بدامنی پھیل رہی تھی۔ ہنگاموں اور شورشوں نے حضرت معاذؓ بن جبل کو بھی اپنے علاقے کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ اپنے علاقے سے نکل کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ لیکن مآرب بھی فتنہ فساد سے محفوظ نہ رہ سکا تو یہ دونوں حضرات وہاں سے نکل کر حضر موت چلے گئے۔ تھوڑے عرصہ بعد ہی اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے یہ خبر سن لی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتنہ ارتداد کا استیصال ہوا اور بدامنی ختم ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضر موت سے واپس آ کر مآرب میں اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہؓ کے فوت ہونے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جہاد میں حصہ لینے کے لئے یمن سے واپس چلے گئے۔ وہ عراق عرب کی جنگ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو سترہ ہجری میں الجزیرہ کے علاوہ نصیبین کی مہم پر روانہ کیا۔ انہیں فتح

Marfat.com

حاصل ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا۔ سولہ ہجری میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے حاکم اہواز نے خراج دینے کی شرط پر صلح کی تھی۔ حکومت کی ردوبدل دیکھتے ہوئے اس نے خراج دینا بند کر دیا۔ دربار خلافت سے حکم ہوا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خوزستان کے شہر اہواز پر حملہ کیا۔ زبردست جنگ کے بعد مسلمانوں نے دوبارہ اہواز پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مناذر شہر کا محاصرہ کیا۔ یہاں پر حضرت مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ اور ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کو چھوڑا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سوس شہر کا محاصرہ کیا۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے مناذر فتح کرنے کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کمک روانہ کی مگر رسد نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے سوس کے حاکم نے مجبور ہو کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ اس کے ایک سو آدمیوں کو چھوڑنے پر رضامند ہو گئے۔ سوس کے حاکم نے ایک سو آدمیوں کی فہرست بنا کر دی مگر اس نے اس فہرست میں اپنا نام نہیں لکھا اس لئے ایک سو آدمیوں کو حسب وعدہ امان دی گئی۔ حاکم سوس کو امان نہیں ملی اور اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رام ہرمز کا محاصرہ کیا اور انہیں آٹھ لاکھ درہم سالانہ خراج کے عوض مطیع کر لیا۔

شہنشاہ ایران یزدگرد نے اسلامی فتوحات کی اطلاعات سنیں تو اس نے ایک بہادر جنگ جو سردار ہرمزان کی زیر قیادت ایک عظیم الشان فوج خوزستان کی طرف روانہ کی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی اور کمک طلب کی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسالے کا سربراہ مقرر کیا۔ انہوں نے میمنہ کی قیادت حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور میسرہ کی حضرت براء بن عادب رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ دشمن کے ساٹھ ہزار کے لشکر کے مقابلے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لشکر میں دس ہزار مجاہدین تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے والی کوفہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور والی حلوان حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی کو ان کے لشکروں کے ساتھ کمک کے لئے بھیجا تو اسلامی فوج

Marfat.com

کی تعداد بڑھ کر بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ زبردست جنگ ہوئی۔ مقابلہ بہت سخت تھا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ ایک ہزار ایرانی سپاہی ہلاک ہوئے اور چھ سو ایرانی اسیر ہوئے۔ ہرمزان قلعہ میں بند ہو گیا۔ اس جنگ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت مخرا بن ثور رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یزدگرد نے اصطخر سے ایک لشکر ہرمزان کی مدد کے لئے بھیجا۔ وہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے یہ اطلاع مل گئی کہ مسلمان فتوحات حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد شیرویہ اسواری کی سربراہی میں بات چیت کرنے کے لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ وہ کچھ اپنی شرائط رکھ کر اسلام قبول کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ان کی تمام شرائط مان لیں تو وہ مسلمان ہو گئے۔ وہ تستر کے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر اسلامی فوج کی جانب سے لڑنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے انہیں سب سے ممتاز وظائف دیئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے چھ سرداروں کو سب سے زیادہ اور سب سے اونچے وظیفے دیئے۔ ان سرداروں میں سے ایک کا نام سیاہ تھا۔ اس نے تستر کا خفیہ راستہ اسلامی فوج کو بتایا جو دریا کے دوسری طرف کو جاتا تھا۔ سیاہ کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک سو مجاہدین کر دیئے۔ انہوں نے خفیہ راستے سے جا کر شہر کے تمام دروازوں کو کھولنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ دروازوں کے کھلتے ہی اسلامی لشکر شہر کے اندر گھس گیا۔ ہرمزان نے پناہ مانگی اور خواہش کی کہ اسے مدینہ منورہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلے کے لئے بھیجا جائے۔ ہرمزان نے مدینہ منورہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور اس طرح اپنی جان بچالی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ تستر کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جندی سابور کی طرف پیش قدمی کی جو چوبیس میل کے فاصلے پر تھا۔ ایک غلام نے جندی سابور کے باشندوں کو درپردہ امان دے رکھی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس بات کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی۔ انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کا

Marfat.com

یہ غلام بھی مسلمان ہے' اس لئے سب کی طرف سے انہیں امان مل چکی ہے۔ جندی سابور بھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تسخیر کرلیا۔ اس مہم سے فارغ ہوکر وہ بصرہ چلے گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔

21 ہجری میں ایرانیوں نے نہاوند کا محاذ کھول دیا۔ مروان شاہ کی قیادت میں کوئی ڈیڑھ لاکھ کا جم غفیر پہنچا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت نعمانؓ بن مقرن کی مدد کے لئے جائیں۔ سپہ سالار نعمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت حذیفہؓ بن یمان کی سربراہی میں جنگ جاری رہی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ وہ بہت بہادری سے لڑے۔ اسلامی فوج فتحیاب ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جنگ ختم ہوتے ہی واپس بصرہ چلے گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رام ہرمز' اسپندان اور دوسرے مقبوضہ علاقوں کو صوبہ بصرہ میں شامل کرلیا۔

کوفہ کے لوگ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے گلہ مند تھے۔ چنانچہ ان کی خواہش پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو برطرف کر کے کوفہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کر دیا گیا۔ ایک سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ انہیں بصرہ کا گورنر بنا دیا۔ ایک شخص جنبہ کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایات پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تحقیقات کرائی اور انہیں بدستور بصرہ میں رہنے دیا۔ شکایات بے بنیاد تھیں۔ اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اصفہان کو فتح کیا۔ انہوں نے دریائے دجلہ سے ایک نہر کھدوائی اور بصرہ کے لوگوں کی پانی کی قلت کو دور کیا۔ اس نہر کا نام ''نہر ابوموسیٰ'' ہے۔ یہ نہر چھ میل لمبی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ 29 ہجری تک بصرہ کے گورنر رہے۔ جب کردوں نے بغاوت کی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہوکر جہاد کے لئے تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر

Marfat.com

گھوڑے سواری کے لئے کم ہیں تو پیادہ چلیں۔ اگلے دن جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تو لوگوں نے فتنہ کھڑا کر دیا کہ وہ خود کیوں گھوڑے پر سوار ہیں؟ لوگوں نے اس چیز کا بہانہ بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شکایت کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا نیا گورنر مقرر کر دیا۔ 34 ہجری میں کوفہ کے لوگوں کی فرمائش پر انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ 35 ہجری میں فتنوں کا زور بڑھ گیا۔ اس کے نتیجہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ سے ایک لشکر لے کر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے کے لئے بصرہ روانہ ہوئے۔ انہوں نے ذی قار کے مقام پر پہنچ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ لوگوں کو سمجھائیں۔ کوفہ کی مسجد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تقریر کر رہے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد سے نکل جانے کو کہا۔ وہ چپ چاپ مسجد سے نکلے اور شام کے کسی گاؤں میں جا کر رہنے لگے۔ وہ مسلمانوں کی آپس میں خون ریزی ناپسند کرتے تھے اس لئے انہوں نے جنگ جمل میں بھی حصہ نہیں لیا۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان دومتہ الجندل میں معاہدہ تحکیم کے لئے انہیں بلایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حکم مقرر ہوئے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب حکم مقرر کیا گیا۔ ان دونوں ثالثوں نے آپس میں مل کر طے کر کے اعلان کرنا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معزول کرنے کا اعلان کر دیا مگر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی بجائے ان کے خلیفہ بننے کا اعلان کر دیا۔ اس زیادتی سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بہت دل برداشتہ ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے بدعہدی کی تھی۔ وہ خاموشی سے وہاں سے

Marfat.com

اٹھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے تین سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ وہ سادہ طبیعت کے نرم مزاج انسان تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے جن کے نام موسیٰ' ابوبردہ' ابراہیم اور ابوبکر تھے۔ وہ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس قدر شرمیلے تھے کہ نہانے اور سونے سے پہلے ایک خاص قسم کا لباس پہنتے تھے تاکہ بے پردہ نہ ہوں۔ انہیں مال و متاع جمع کرنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ وہ فتویٰ دینے کے ماہر تھے۔ انہوں نے یمن میں ایک درسگاہ تعمیر کرائی تھی جس میں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اکسٹھ سال کی عمر میں 44 ہجری میں انتقال ہوا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت زر بن حبشؒ حضرت ابوعثمان مہندیؒ حضرت ربعی بن خراشؒ حضرت قیس بن ابی حازمؒ اور حضرت ابووائل جیسے بزرگان تھے۔

ان کا دروازہ ضرورت مندوں کے لئے کھلا رہتا تھا۔ غربا اور مساکین کی مدد کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ انہیں مجسمہ علم کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے فرمائش کر کے قرات سنتے تھے۔ وہ ان کی دل سوز آواز کے دلدادہ تھے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہ اپنے اپنے حجروں میں پردوں کے پیچھے سے ان کی قرات سن کر محظوظ ہوتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے۔ انہیں عہد رسالتؐ میں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ علم کی نشر و اشاعت کے حق میں تھے۔ وہ خود نہایت نرم و شیریں زبان میں دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں بارگاہ رسالتؐ میں ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ نوافل کثرت سے پڑھتے تھے۔ نفلی روزے بھی رکھتے تھے۔ وہ اتباع نبویؐ کے پابند تھے۔ امارت کے عہدے پر ہونے کے باوجود کبھی کسی پر رعب نہیں ڈالتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ اوطاس میں اپنے چچا حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ہلاک کر کے چچا کے پاس آئے تو انہوں نے کہا۔

''میرے بھتیجے! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ میرے لئے دعا فرمائیں اور یہ کہ ابوعامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنا جانشین مقرر کیا ہے''۔

پھر حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ جب میں واپس گیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؐ ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ اس چارپائی پر بستر تک نہ تھا۔ آپؐ کی پشت اور پہلوؤں پر بان کے نشان تھے۔ میری بات سن کر آپؐ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

''یا اللہ۔ عبیدؓ بن عامر کو بخش دے۔ یا اللہ قیامت کے دن ابوعامر رضی اللہ عنہ کو زیادہ مرتبہ والا کیجئو''

میں نے کہا

''میرے لئے دعا فرمایئے''

آپؐ نے فرمایا

یا اللہ۔ عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور قیامت کے دن بہشت میں اسے جگہ دے''(۷)

ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایسے بیمار ہوئے کہ انہیں غشی آ گئی۔ ان کا سران کے گھر کی ایک عورت ام عبداللہ کی گود میں تھا۔ اس نے چیخ مار کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جواب نہ دے سکے۔ جب ہوش آیا تو فرمانے لگے۔

''میں ہر اس کام سے بیزار ہوں' جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیزار تھے'' بیشک حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس عورت سے بیزار ہوئے جو چلائے یا بال منڈائے اور کپڑے پھاڑے۔(۸)

Marfat.com

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

''ہر مسلمان پر صدقہ ہے''

لوگوں نے عرض کی ''اگر نہ پائے؟''

آپؐ نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ سے کام کرے' اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی دے''

لوگوں نے عرض کیا: ''اگر استطاعت نہ ہو؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''صاحب حاجت پریشان کی مدد کرے''

عرض کیا: ''یہ بھی نہ کر سکے؟''

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''نیکی کا حکم دے''

عرض کیا: ''اور اگر یہ بھی نہ کر سکے؟''

آپؐ نے فرمایا: ''شر سے باز رہے کہ یہی اس کے لئے صدقہ ہے'' (صحیحین) (۹)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات اللہ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور اس حامل قرآن کا اکرام کیا جائے جو نہ غالی ہو نہ جافی یعنی جو غلو کرتے ہیں اور حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ پڑھنے میں الفاظ کی صحت کا لحاظ نہیں رکھتے یا معنی غلط بیان کرتے ہیں یا ریا کے طور پر تلاوت کرتے ہیں اور جفا یہ ہے کہ اس سے اعراض کرے' نہ قرآن پڑھے اور نہ اس کے احکام پر عمل کرے اور عادل بادشاہ کا اکرام کیا جائے (ابوداؤد) (۱۰)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو مومن قرآن پڑھتا ہے' اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی۔ جو مومن قرآن نہیں پڑھتا' وہ کھجور کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں ہے مگر اس کا مزا شیریں ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے' وہ پھول کی طرح ہے کہ اس میں خوشبو ہے مگر مزہ کڑوا ہے'' (مسلم) (۱۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

Marfat.com

ہیں ''سب سے بڑھ کر نماز میں اس کا ثواب ہے جو زیادہ دور سے چل کر آئے'' (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو'' (۱۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ خیرات کا سونا لے کر گھومیں گے اور خیرات لینے والا انہیں کوئی نہیں ملے گا۔ مردوں کی تعداد کم ہوگی اور عورتیں تعداد میں زیادہ ہو جائیں گی پھر ایسا مرد نظر آئے گا جس کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں'' (۱۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور تین بار اجازت طلب کی جب اذن نہ ملا تو میں لوٹ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔

''تو کھڑا کیوں نہیں رہا؟''

میں نے جواب دیا

''میں نے تین بار اذن مانگا تھا مگر مجھے نہیں ملا۔ اس لئے میں واپس چلا گیا۔ یہی بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ جب تم تین بار اذن مانگو اور اذن نہ ملے تو لوٹ جاؤ''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس قول کی تصدیق کرنا چاہی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے تصدیق کر دی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بات کی تصدیق اسلئے کرائی کہ وہ ''خبر واحد'' کو جائز نہ سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ حدیث کی مزید توثیق ہو جائے۔ (۱۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں سے باز رہنے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ نے جو کلام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ

Marfat.com

جیسے کوئی شخص اپنی قوم کو بتائے کہ وہ اپنی آنکھ سے دشمن کی فوج دیکھ کر آیا ہے بھاگو بھاگو اپنی جان بچاؤ کچھ لوگ تو اس کی بات مان کر رات ہی رات اطمینان سے نکل کر جان بچا لیں گے اور کچھ لوگ اس کی بات پر یقین نہیں کریں گے اور صبح سویرے دشمن کی فوج پہنچ کر انہیں تباہ کر دے گی'' (۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب وہ کسی چڑھائی پر چڑھتے تو چلا کر اللہ اکبر کہتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''لوگو تم اتنی تکلیف کیوں کرتے ہو' آہستہ آہستہ اللہ کی یاد کرو کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو تھوڑے پکارتے ہو۔ تم تو اس رب کو پکارتے ہو۔ جو سب کچھ دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور نزدیک ہے سمع اور بصر کے لحاظ سے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے رہو۔ یہ کلمہ بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے'' (۱۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امانت دار خزانچی جو اپنے مالک کی دلائی ہوئی رقم خوشی سے پوری پوری ادا کرے' اس کو بھی خیرات کا ثواب ملے گا۔ (۱۷)

حضرت ابوموسیٰ اسعری رضی اللہ عنہ کو سوس کی فتح کے بعد محل میں ایک مومیائی ہوئی لاش ملی' جس کے پاس بے شمار زر و جواہرات پڑے ہوئے تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ یہ لاش حضرت دانیال کی ہے جو بابل سے آئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لاش اور دولت کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ ان کے حکم کے مطابق لاش کو کفنا کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ تمام دولت بیت المال میں جمع کرا دی گئی۔ (۱۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کو دہرا ثواب ملے گا۔ ایک تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمدؐ پر ایمان لایا۔ دوسرے وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور پھر اپنے مالکوں کا بھی۔ تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو۔ اس کو

Marfat.com

اچھی طرح سکھائے اور تعلیم دے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔ (۱۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ آدمی ایک لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہم چھ آدمیوں کے لئے ایک ہی اونٹ تھا۔ باری باری سوار ہوتے تھے۔ چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے۔ ناخن ٹوٹ کر گر پڑے۔ اپنے پیروں پر چیتھڑے لپیٹ لیتے تھے اس لئے اس لڑائی کا نام ذات الرقاع یعنی چیتھڑوں والی جنگ رکھا گیا۔ پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو محنت اللہ کی راہ میں کی تھی وہ بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان کو اپنا نیک عمل بتلانا خود کو اچھا نہیں لگا۔ (۲۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک مرغی کا ناشتہ کر رہے تھے۔

ایک شخص ان کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے اسے بھی کھانے کے لئے کہا۔ اس شخص نے کہا

''میں نے مرغی کو نجاست کھاتے دیکھا تھا' اس لئے مجھے کراہت آتی ہے۔ میں اسے نہیں کھاتا''۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کھاتے ہوئے دیکھا تھا''

وہ کہنے لگا: ''میں نے مرغی نہ کھانے کی قسم کھائی ہوئی ہے''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم کا علاج بتایا

''ہم اشعری لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگنے گئے تو آپؐ نے سواری نہ دینے کی قسم کھائی۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ کے پاس کچھ سواریوں (اونٹ گھوڑے) کا انتظام ہو گیا تو انہوں نے پیغام بھیج کر انہیں دے دیئے۔ ہمیں خیال آیا کہ آپؐ کو قسم کا یاد دلاتے ہیں۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور قسم یاد دلائی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''مجھے قسم یاد تھی۔ میرا قاعدہ ہے کہ اگر کسی بات پر قسم کھا لیتا ہوں اور پھر اس کے خلاف اچھا سمجھوں تو کرتا ہوں یعنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں'' (۲۱)

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ جن سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے' ان کے بعد اللہ کے نزدیک سب گناہوں سے بڑا یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر دین (قرض) چھوڑ کر مرے اور اس کے ادا کرنے کے لئے کچھ نہ چھوڑے'' (ابوداؤد) 22

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اتفاق سے جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اسی دن سورج گہن ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مرنے سے سورج کو گہن لگا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سورج اور چاند کو اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ ان میں نہ کسی کے مرنے سے گہن لگتا ہے اور نہ کسی کے جینے سے۔ تم جب یہ گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو اور استغفار پڑھو' جب تک کہ گہن چھٹ نہ جائے'' (۲۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام ہے (ترمذی) (۲۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن مومن کے لئے عمارت کی مثل ہے کہ اس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے'' پھر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں اور ارشاد فرمایا۔

''جس طرح یہ ملی جلی ہیں' مسلمانوں کو اسی طرح ہونا چاہیے'' (مسلم) (۲۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے سنا اور تعریف میں مبالغہ کرتے ہوئے پایا تو فرمایا ''تم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا یا اس کی پیٹھ توڑ دی'' (بخاری) (۲۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا مسلمان افضل ہے؟

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا: ''جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں'' (۲۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے صحبتی کی مثال مشک اور لوہار کی بھٹی کی طرح ہے۔ مشک والے (یعنی عطار) کے پاس جائے تو فائدہ سے خالی نہیں آتا۔ اگر مشک (عطر) خریدے تو خوشبو ہی سونگھتا ہے اور لوہار کی بھٹی یا تو بدن اور کپڑا جلاتی ہے یا بدبو سونگھاتی ہے'' (۲۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے۔

1- شراب کی مداوت کرنے والا 2- قاطع رحم 3- جادو کی تصدیق کرنے والا

(۲۹) (امام احمد۔ ابویعلی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شطرنج نہیں کھیلے گا مگر خطاکار۔ وہ باطل سے ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو دوست نہیں رکھتا۔ (ابن شہاب) (۳۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کاتب نصرانی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نی اعتراض کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اس کے دین کے ساتھ میرا کیا واسطہ؟ مجھے تو اس کی کتابت سے غرض ہے''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''اللہ نے انہیں ذلیل کیا۔ تم انہیں عزت مت دو' اللہ نے تمہیں دور کیا۔ تم نے انہیں قریب نہ کرو''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

''اس کے بغیر حکومت کا کام چلانا مشکل ہے۔ مجبوری ہے کیونکہ اس قابلیت کا کوئی مسلمان نہیں''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا

''فرض کرو کہ وہ مر گیا تو جو انتظام اس وقت کرو گے' ابھی کرلو۔ یہ آخری بات ہے کہ اس سے کام نہ لو'' (خازن) (۳۱)

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے' جیسے ثرید (یعنی گوشت روٹی) کی فضیلت اور کھانوں پر ہے۔ (۳۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں (مسند احمد) (۳۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان قید ہو جائے اسے قید سے چھڑاؤ اور دعوت کرنے والوں کی دعوت قبول کرو۔ (۳۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہے۔ (ابن ماجہ) (۳۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی عاشورے کے دن کو عید سمجھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''تم بھی اس دن روزہ رکھو'' (۳۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مروی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اشعر قبیلے کے لوگ جب لڑائی میں محتاج ہو جاتے ہیں یا مدینہ میں ان کے بال بچوں کے پاس کھانا کم رہ جاتا ہے تو سب مل کر اپنا اپنا توشہ ایک ہی کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں۔ پھر ایک برتن سے برابر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ اشعری لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں'' (۳۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں رات کو ایک گھر میں آگ لگ گئی اور وہ جل گیا۔ جب یہ بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آئی تو آپؐ نے فرمایا

''یہ آگ تو تمہاری دشمن ہے۔ جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دو'' (۳۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ سے زیادہ تکلیف کی بات سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کم بخت

Marfat.com

مشرک کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔اس کے باوجود اللہ ان مشرکوں کو بھلا چنگا کرتا ہے اور روزی دیتا ہے‘‘(۳۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا’’میری امت کے کچھ لوگ خمر یعنی شراب پییں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے‘‘(۴۰)

۱- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۰۱

۲- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۱۱

۳- بخاری شریف جلد نمبر۲، کتاب المغازی ص ۷۱۰

۵- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۱۰

۶- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۷۱۲

۷- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۶۹۹

۸- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الجنائز ص ۵۶۵

۹- بہار شریعت جلد نمبر۱ حدیث ۲۲، ص ۳۹۴

۱۰- بہار شریعت جلد نمبر۲، حدیث نمبر۶، ص ۶۹۸

۱۱- بہار شریعت جلد نمبر۲، حدیث نمبر۳، ص ۶۳۵

۱۲- بہار شریعت جلد نمبر۱، حدیث نمبر۱۰، ص ۴۳۶

۱۳- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الزکوٰۃ، ص ۶۱۱

۱۴- بخاری شریف جلد نمبر۳، کتاب الاسیذان ص ۴۹۱

۱۵- بخاری شریف جلد نمبر۳، کتاب الرقاق، ص ۵۸۷

۱۶- بخاری شریف جلد نمبر۳، کتاب التوحید ص ۹۶۵

۱۷- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الاجارات ص ۸۸۵

۱۸- صحابہ کرام نمبر ص ۴۴۰

۱۹- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب العلم ص ۱۴۹

۲۰- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۶۲۴

۲۱- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المغازی ص ۲۳۲۷

۲۲- بہار شریعت جلد نمبر۲، حدیث ۱۳، ص ۲۱۶

۲۳- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الکسوف ص ۴۸۸

۲۴- بہار شریعت جلد نمبر۲، حدیث ۳۳، ص ۶۱۸

۲۵- بہار شریعت جلد۲، حدیث ۱۱، ص ۶۹۸

۲۶- بہار شریعت جلد۲، حدیث ۶۵، ص ۶۷۸

۲۷- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الایمان ص ۱۱۲

۲۸- بخاری شریف جلد نمبر۱، کتاب البیوع ص ۸۳۹

۲۹- بہار شریعت جلد نمبر۱، حدیث ۱۱، ص ۲۷۷

۳۰- بہار شریعت جلد۲، حدیث ۵، ص ۶۶۷

۳۱- کنز الایمان ص ۲۰۱

۳۲- بخاری شریف جلد۲، کتاب بدء الخلق ص ۳۴۷

۳۳- تفہیم القرآن جلد۴، ص ۲۰۳

۳۴- بخاری شریف جلد۳، کتاب الاحکام ص ۶۷۱

۳۵- بہار شریعت جلد نمبر۱، حدیث نمبر۲۲، ص ۲۱۸

۳۶- بخاری شریف جلد۱، کتاب الصوم ص ۸۰۶

۳۷- بخاری شریف جلد۱ اشترکتہ فی الطعام ص ۹۸۶

۳۸- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب الاستیذان ص ۵۱۳

۳۹- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب التوحید ص ۹۶۱

۴۰- بہار شریعت جلد نمبر۲، حدیث نمبر۸، ص ۷۵۰

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ ادی بن سعد سے تھا۔ وہ مدینہ منورہ کے انصار میں سے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی بت پرستی کو ناپسند کرتے تھے۔ جب وہ جوان ہوئے تو انہوں نے سنا کہ مکہ مکرمہ میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں جو لوگوں کو بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور ایک خدا کی عبادت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

حضرت معاذؓ بن جبل اس عمر میں تھے جو اچھا برا سمجھ سکتے ہیں۔ انہوں نے جب یہ خبریں سنیں تو بے چین ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں قائل ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ وہ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے ملے جو مکہ مکرمہ سے تشریف لائے تھے۔ انہیں نبوت کے بارہویں سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ، تبلیغ اسلام اور دینی تعلیمات دینے کے لئے بھیجا تھا۔ ان سے مل کر حضرت معاذؓ بن جبل اس قدر متاثر ہوئے کہ جونہی انہوں نے دعوت اسلام دی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فوراً قبول کر لی اور ایمان لے آئے۔ تیرہ نبوی میں مدینہ منورہ سے پچھتر آدمی حج کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ یہ قافلہ عقبہ کی گھاٹی میں پہنچا۔ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے وادی عقبہ میں ملاقات کی۔ ان سب لوگوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کو مدینہ منورہ تشریف لے آنے کی دعوت دی اور ساتھ ہی آپؐ اور دوسرے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں ہر قسم کا تعاون کرنے کا یقین دلایا۔ ان لوگوں نے اس قدر خلوص اور محبت سے اصرار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب جانے کی حامی بھرلی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چھاڑ کر مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان کا دونوں ہاتھوں سے استقبال کیا۔ وہ زیادہ وقت آپؐ کی صحبت میں رہتے اور فیض یاب ہوتے۔ مدینہ منورہ کے انصار لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد نبھایا۔ مدینہ منورہ میں آپؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی چارہ حضرت معاذؓ بن جبل سے قائم کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے جب مکہ سے پہنچے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ ان دونوں دینی بھائیوں میں بہت پیار تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے۔ انہیں بنوسلمہ کے لوگوں کا امام مقرر کیا گیا۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ انہیں ''فقیہ الامت'' کے لقب سے نوازا گیا۔ اس وقت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نوجوان تھے۔ وہ ایک بلند قد و قامت اور بڑی بڑی آنکھوں والے خوش شکل انسان تھے۔ ان کی رنگت سرخ و سفید تھی۔ وہ اسلام کی تعلیمات بہت اچھے انداز میں دیتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے نماز میں سورۃ بقر کی تلاوت کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ صرف چھوٹی سورتیں پڑھا کریں کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے، ضعیف اور بیمار لوگ بھی ہوتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک تک تمام غزوات میں شامل رہے۔ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کی طرف رخ کیا تو آپؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین اور محاصرہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے تو آپؐ نے

Marfat.com

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ سے بلوالیا۔

غزوۂ تبوک سے واپس آنے کے بعد یمن کے حمیر خاندان کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ تبلیغ کے لئے کسی کو بھیجا جائے۔ آپؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا۔ ''لوگوں سے نرم سلوک کرنا' سختی نہ کرنا' لوگوں کو خوش رکھنا اور نفرت نہ دلانا۔ آپؐ نے مزید فرمایا

''تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو اہل کتاب یعنی یہودی نصرانی وغیرہ ہیں' جب تو ان کے پاس پہنچے تو پہلے انہیں یہ کہنا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ یہ مان لیں تو کہنا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں' تب ان سے کہنا کہ اللہ نے ان کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان سے لے کر ان ہی کے محتاجوں کو دی جائے گی۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں' تب ایسا کرنا کہ (زکوٰۃ سے) عمدہ عمدہ مال مت لینا بلکہ بیچ کا مال لینا۔ مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی دعا سیدھا پروردگار تک پہنچتی ہے۔ (رکتی نہیں)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے عوام کو یہ پیغام بھیجا۔

''اپنی ملت کا سب سے اچھا شخص تمہارے پاس بھیج رہا ہوں' معاذؓ بن جبل کو راضی رکھنا اور اچھا سلوک کرنا''

یمن کے وفد کا تقاضا تھا کہ جو شخص بھی وہاں گورنر بن کر آئے وہ تبلیغ کرے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا گورنر مقرر کیا اور بھیجتے وقت آپؐ نے ان سے سوال کیا۔

''تم کس چیز کے مطابق فیصلے کرو گے؟''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''اللہ کی کتاب کے مطابق''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

Marfat.com

''اگر اللہ کی کتاب میں کسی معاملے کا حکم نہ ملے تو کس چیز کی طرف رجوع کرو گے؟''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کے رسولؐ کی سنت کی طرف''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر اس میں بھی کچھ نہ ملے؟''

حضور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر میں خود اجتہاد کروں گا''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔ ''شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو وہ طریقہ اختیار کرنے کی توفیق بخشی جو اس کے رسول کو پسند ہے''۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دس وصیتیں فرمائیں۔

1۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

2۔ والدین کی نافرمانی نہ کرنا۔

3۔ فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا۔

4۔ شراب نہ پینا کہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے۔

5۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرنا۔

6۔ لڑائی میں نہ بھاگنا۔

7۔ اگر وبا پھیل جائے تو وہاں سے نہیں بھاگنا۔

8۔ اپنے گھر والوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔

9۔ تنبیہہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا (یعنی رعب رکھنا)

10۔ اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔ (طبرانی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی، وہ یہ تھی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔

''اللہ کے نزدیک سب اعمال میں سے محبوب ترین عمل کیا ہے؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

''اس حال میں تیری موت آئے کہ اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہو'' (ابن حبان' طبرانی)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں تقریباً دو سال تک تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ وہ صدقات اور جزیئے لے کر مدینہ منورہ ارسال کر دیتے تھے۔ اس اثنا میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو یمن میں اپنے قیام کو ترک کر کے واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ جہاد میں حصہ لیا کریں گے۔ ان کا دل یمن سے اٹھ گیا تھا۔ وہ جہاد کو ترجیح دیتے تھے اسلئے وہ بے چین تھے کہ کب انہیں جہاد کا موقع ملے گا؟

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں فلسطین میں کئی محاذوں پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جنگیں لڑیں۔ جب سب اسلامی لشکروں نے اجنادین پر حملے کئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ میمنہ کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور فتحیاب ہوئے۔ اردن کے شہر بیسان میں چالیس ہزار رومی جمع ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی فوج نے بھی دمشق سے بیسان کا رخ کیا۔ انہوں نے فحل کے مقام پر ڈیرہ ڈال دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے لشکر میں سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے کہا۔

''سب سے پہلے تو میں تمہیں مذہب اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم یہ دعوت قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کر لو یا پھر ہمارا تمہارا فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا''۔

رومیوں نے حضرت معاذؓ بن جبل کی باتیں سنیں تو حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے بلقاء اور اردن کا کچھ علاقہ دینے پر رضامند کرنے کی کوشش کی مگر حضرت معاذؓ بن جبل نے ان کی پیشکش ٹھکرا دی۔ 14 ہجری میں معرکہ فحل ہوا۔ دونوں طرف کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی۔ حضرت معاذؓ بن جبل میمنہ کے سربراہ تھے۔ اس کے بعد یرموک کی جنگ ہوئی تو وہ پورے میمنہ کے سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ رجب پندرہ ہجری میں حضرت معاذؓ بن جبل اور ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یرموک کی جنگ میں بھرپور

Marfat.com

حصہ لیا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ لڑائی میں ایک موقع پر عیسائیوں نے ایسا حملہ کیا کہ ان کا میمنہ کا لشکر اپنی فوج سے الگ ہو گیا۔ حضرت معاذؓ بن جبل نے گھوڑا چھوڑ کر پیادہ لڑنا شروع کیا۔ ان کے فرزند عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کی۔ دونوں باپ اور بیٹے نے بہت بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

18 ہجری میں طاعون کی وبا عمواس میں پھیل گئی۔ اس وبا نے مصر، عراق اور شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس زمانے میں حضرت معاذؓ بن جبل شام میں مقیم تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان اس موذی وبا سے لقمہ اجل بن رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی نہ بچ سکے اور طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جنازہ کی نماز پڑھی۔ انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس کے ساتھ مل کر تجہیز و تکفین کا کام کیا۔ ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سپہ سالار اعظم کے منصب پر تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں نے اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانے کا مشورہ دیا مگر وہ نہ مانے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دونوں بیویاں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی انگلی پر پھوڑا نکل آیا۔ ان کو شہادت کی انگلی کے درد کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ وہ دانے کے درد سے تڑپ جاتے تھے۔ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد غش آ جاتا تھا۔ جب انہیں ہوش ہوتا اور درد سے ذرا افاقہ ہوتا تو فرماتے۔

"یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم، تجھے یہ بات معلوم ہے"۔

حضرت معاذؓ بن جبل بہت بے قرار تھے۔ جب موت کا وقت آیا تو فرمانے لگے۔

"اے موت تیرا آنا مبارک ہے کیا ہی مبارک مہمان آیا ہے" مگر فاقہ کی حالت میں آیا ہے"۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا ہوں۔ آج تیرا امیدوار ہوں۔ اے اللہ! مجھے زندگی کی محبت اس لئے نہ تھی کہ نہریں کھودوں اور باغ لگاؤں' بلکہ گرمیوں کی شدت کی پیاس برداشت کرنے اور دین کی خاطر مشقتیں جھیلنے کے واسطے تھی اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عمرو بن میمونؒ اور یزید بن عمیرہؒ سے فرمایا کہ میرے بعد علم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ڈھونڈنا۔ ان چاروں کے پاس علم ہے۔ ان کو تکلیف سے تڑپتا دیکھ کر لوگ رونے لگتے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی زاروقطار روتے۔ انہوں نے فرمایا۔

''میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ میں اس خیال سے روتا ہوں کہ آخرت میں میرا کیا انجام ہوگا؟''

اس کے ساتھ ہی وہ چل بسے۔ بیویاں اور بیٹا پہلے ہی فوت ہو چکے تھے' ان کی نسل ختم ہوگئی۔ اس وقت ان کی عمر چھتیس برس تھی۔ انہیں دریائے اردن کے کنارے بیسان شہر میں دفن کر دیا گیا۔

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہت سخی تھے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے وہ اپنے گھر سے کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا مال و متاع اور مکان سب جاتا رہا۔ انہیں دنیاوی لالچ نہ تھی۔ ان کے تفقہ فی الدین اور معرفت الٰہی کی تعریف خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیا کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذؓ بن جبل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہؓ بن مسعود' ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ' ابیؓ بن کعب اور معاذؓ بن جبل۔ آپؐ انہیں امام العلماء کہتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذؓ بن جبل کے بارے میں فرمایا کہ جسے فقہ سیکھنا ہو' حضرت معاذؓ بن جبل سے سیکھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاروں حافظ قرآن انصاری تھے۔ ان کے نام حضرت ابیؓ بن کعب' حضرت زیدؓ بن ثابت' حضرت اوسؓ بن زید اور حضرت معاذؓ بن جبل تھے۔

ایک دن صبح کی نماز میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے آئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ تیزی سے آئے' امامت ہوئی اور مختصر سی نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیرا تو فرمایا۔

''سب اپنی اپنی جگہ رکو' میں بتاتا ہوں کہ کس وجہ سے آنے میں دیر ہوئی۔ میں نے رات کو اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی اور اونگھ آ گئی۔ اس کے دست قدرت رکھنے سے ان کی خنکی میں نے اپنے سینے میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی''۔

مزید روایت ہے کہ اللہ نے پوچھا۔

''کفارات کیا ہیں؟''

میں نے عرض کیا۔

''جماعت کی طرف چلنا' مسجدوں میں نمازوں کے بعد بیٹھنا اور سختیوں کے وقت کامل وضو کرنا''

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ حق ہے اسے پڑھو اور سیکھو'' (امام احمد' ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک سو اور ستاون احادیث مروی ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو ان میں سے ایک بھی کرے' اللہ تعالیٰ کی امان میں آ جائے گا۔

1- مریض کی عیادت کرے۔

2- جنازہ کے ساتھ جائے۔

3- غزوہ کو جائے۔

Marfat.com

4- امام کے پاس اس کی تعظیم و توقیر کے ارادے سے جائے۔

5- اپنے گھر میں بیٹھا رہے کہ لوگ اس سے سلامت رہیں اور وہ لوگوں سے۔

(طبرانی' ابن حبان)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھا۔ آپؐ نے پکارا ''معاذ''

میں نے عرض کیا ''لبیک وسعدیک'' (حاضر اور آپؐ کی خدمت کے لئے مستعد)

آپؐ نے تین بار پکارا اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا۔

اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''معاذ! تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ یہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پوجیں اور اس کے سوا کسی کو نہ پوجیں'' پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد فرمایا۔

''معاذ''

میں نے عرض کیا ''لبیک وسعدیک''

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

''تو جانتا ہے' بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے' جب وہ شرک نہ کرتے ہوں۔ (موحد ہوں) یہ حق ہے کہ ان کو دائمی عذاب نہ ہو''۔

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس نہیں ہوگا۔ بجز اس گھڑی کے جو اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو''۔ (طبرانی' بیہقی)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مروی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمام کمائیوں میں زیادہ پاکیزہ ان تاجروں کی کمائی ہے کہ جب وہ بات کریں' جھوٹ نہ بولیں اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے' خیانت نہ کریں اور جب وعدہ کریں' اس

Marfat.com

کے خلاف نہ کریں اور جب کسی چیز کو خریدیں تو اس کی برائی نہ کریں اور جب اپنی چیزیں بیچیں تو ان کی تعریف میں مبالغہ نہ کریں اور ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں دیر نہ کریں اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو سختی نہ کریں۔ (بیہقی)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے''۔ (طبرانی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں'' (مشکوٰۃ)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دعا بہرحال نافع ہے' ان بلاؤں کے معاملے میں بھی جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کے معاملے میں بھی جو نازل نہیں ہوئیں۔ پس اے بندگان خدا' تم ضرور دعا مانگا کرو''۔

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''صدقہ خطا کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو (ترمذی)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے۔ سوائے کافر اور عداوت والے کو (طبرانی' ابن حبان)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو ان پانچ راتوں میں شب بیداری کرے' اس کے لئے جنت واجب ہے''۔

Marfat.com

ذی الحجہ کی آٹھویں، نوے اور دسویں راتیں۔ عید الفطر کی رات اور ماہ شعبان کی پندرہویں رات (شب برات) (اصبہانی)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو، ضرورت جنت میں جائے گا" (طبرانی)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرض نماز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھ کر اپنی قوم میں چلے جاتے اور امامت کراتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے سورہ بقرہ شروع کر دی۔ ایک شخص نے الگ ہو کر مختصر نماز پڑھی اور چل دیا۔ حضرت معاذؓ بن جبل نے کہا کہ وہ شخص منافق ہے۔ اس شخص نے سنا تو اسے اچھا نہ لگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر فریاد کی کہ وہ سارا دن مشقت کرتا ہے اس لئے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو جب سورۃ بقرہ پڑھتے دیکھا تو اس نے مختصر نماز پڑھ لی۔ اس پر معاذ رضی اللہ عنہ نے اسے منافق بنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تین بار کہا "تو فساد کرانا چاہتا ہے تو مختصر سورتیں الشّمس اور الضحیٰ وغیرہ پڑھا کر"۔

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مصر کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ "اگر آپ نے تقسیم کیا تو اس کے نتائج بہت برے ہونگے۔ اس تقسیم کی بدولت بڑی بڑی جائیدادیں ان چند لوگوں کے قبضے میں چلی جائیں گی جنہوں نے یہ علاقے فتح کئے ہیں۔ پھر یہ لوگ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور ان کی جائیدادیں ان کے وارثوں کے پاس رہ جائیں گی جن میں بسا اوقات کوئی ایک ہی عورت یا مرد ہوگا، لیکن آنے والوں کے لئے کچھ نہ رہے گا، جس سے ان کی ضروریات پوری ہوں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے مصارف بھی پورے کئے جا سکیں۔ لہٰذا آپ ایسا بندوبست کریں

Marfat.com

جس میں موجودہ اور آئندہ نسلوں کے مفاد کا یکساں تحفظ ہو‘‘(فتح الباری 67 ص 138’)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ بن جبل سے فرمایا ’’سوتے وقت قل یا یھا الکفرون پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ مشرک سے براءت ہے‘‘(بیہقی فی الشعب)

☆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی وفات پر مجاہدین سے خطاب کیا۔ ’’برادران اسلام آج تم ایک نیک دل بزرگ کی جدائی سے دوچار ہو۔ وہ ایک شریف النفس انسان تھے اور ہم سب کا بھلا چاہتے تھے۔ انہیں امین الامت کا خطاب دیا گیا تھا۔ انہیں ان کی زندگی میں ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ وہ واقعی بہت خوش نصیب شخص تھے۔ آؤ! ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے۔

---

۱ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب الادب ص 441
۲ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص 709
۳ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المغازی ص 712
۴ تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 71
۵ فضائل اعمال ص 317
۶ فضائل ذکر ص 407
۷ کمانڈر آف مسلم آرمی ص 75
۸ فضائل اعمال ص 405
۹ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المناقب ص 478
۱۰ بخاری شریف جلد نمبر 2 کتاب المناقب ص 480
۱۱ بہارِ شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 8 ص 217
۱۲ بہار شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 13 ص 320
۱۳ بخاری شریف جلد نمبر 3 کتاب الاستیذان ص 503
۱۴ فضائل اعمال ص 413
۱۵ بہار شریعت جلد نمبر 2 - حدیث نمبر 13 ص 143
۱۶ فضائل ذکر ص 423
۱۷ فضائل ذکر ص 474
۱۸ تفہیم القرآن جلد نمبر 4 ص 422
۱۹ بہارِ شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 47 ص 396
۲۰ بہار شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 17 ص 421
۲۱ بہار شریعت جلد نمبر 1 حدیث نمبر 2 ص 309
۲۲ فضائل ذکر ص 489
۲۳ بخاری شریف جلد نمبر 3 کتاب الادب ص 441
۲۴ تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 398
۲۵ تفہیم القرآن جلد نمبر 6 ص 502

Marfat.com

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے والد کا اصل نام حسیل بن جابر تھا۔ اوس و خزرج کا تعلق یمن سے ہونے کی وجہ سے ان کا لقب یمان پڑ گیا تھا۔ حسیل بن جابر نے اعلان نبوت سے پہلے اپنی قوم کے ایک شخص کا قتل کر دیا تھا۔ وہ اپنے وطن سے فرار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور وہیں پر آباد ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو غطفان کے قبیلہ عبس سے تھا۔ ان کا حلف اوس کے بنو عبدالاشہل سے تھا۔ حسیل بن جابر نے ایک اشہلی خاتون رباب بنت کعب سے شادی کر لی تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ حسیل بن جابر اور رباب بنت کعب کے ہاں چار بچے پیدا ہوئے جن کے نام حذیفہ رضی اللہ عنہ' صفوان رضی اللہ عنہ' مدلج اور لیلیٰ تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا اور ابھی مکہ مکرمہ میں تھے۔ حسیل رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مذہب اسلام کے بارے میں سنا۔ وہ دونوں مکہ مکرمہ جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ رباب رضی اللہ عنہا اور بھائی صفوان مسلمان ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حسیل رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر کا سنا تو دونوں مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے۔ ان کے راستے میں کفار مکہ مزاحم ہوئے اور انہیں اس وعدے پر مدینہ جانے کی اجازت دی کہ وہ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وعدہ خلافی

Marfat.com

کرنے سے روکا' اس لئے وہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوئے لیکن اس کے بعد ہونے والی تمام مہمات میں شامل ہوتے رہے۔

غزوۂ احد میں حیل رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ دونوں شامل تھے۔ حضرت حیلؓ اور حضرت رفاعہ بن وقش انصاری رضی اللہ عنہ دونوں معمر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ایک بلند پہاڑی پر عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ ایک لغزش کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹا۔ مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری مچ گئی۔ حضرت حیل رضی اللہ عنہ اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے موقع کی نزاکت دیکھی تو رہ نہ سکے اور میدان کارزار میں کود پڑے۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ جنگ کے دوران حضرت حیل رضی اللہ عنہ بہادری سے لڑ رہے تھے کہ ایک مسلمان نے انہیں مشرک سمجھ کر ان پر وار کر دیا۔(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا تو چلائے کہ وہ ان کے والد ہیں اور مسلمان ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کے یوں شہید ہو جانے کا بہت دکھ ہوا۔ انہیں احساس تھا کہ ان کے والد کی شہادت ایک مسلمان کے ہاتھوں مغالطے میں ہوگئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی اور حوصلہ دیا اور دیت کی رقم ادا کی مگر اس سے پہلے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ معاف کر چکے تھے۔(۲)

غزوۂ خندق میں کفار مکہ نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک اندھیری اور طوفانی رات کو مشرکوں کے لشکر میں آندھی اور بارش کی وجہ سے بھگدڑ مچ گئی۔ ان کے خیمے گرنے لگے تو وہ محاصرہ چھوڑ چھاڑ کر بھاگنے لگے۔ انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص دشمن کے لشکر کی نقل و حرکت کی خبر لائے گا۔ میں اسے جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی بشارت دیتا ہوں''۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''حذیفہ رضی اللہ عنہ! تم جا کر یہ کام کرو مگر خیال رہے کہ کسی کافر پر حملہ نہ کرنا''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چپ چاپ اٹھے اور دشمن کے لشکر کے پاس پہنچ کر ان کا جائزہ لینے لگے۔ ایک موقع پر تو ان کی زد میں ابوسفیان بن حرب آ گیا اور وہ تیر چلا کر باآسانی ختم کر سکتے تھے مگر انہیں اجازت نہ تھی۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ آندھی وطوفان کی

Marfat.com

وجہ سے دشمن کے لشکر کے خیمے اکھڑ کر گر رہے تھے اور مشرکین سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے جا رہے تھے۔ (درمنثور) (۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر سارا ماجرا آپ کو سنایا۔ وہ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چادر دے کر سلا دیا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام منافقین کے نام رازدانہ طور پر بیان فرما دیئے تھے۔ وہ تمام راز اپنے تئیں سینہ میں محفوظ رکھتے تھے۔ اس لئے انہیں صاحب السر رسول اللہؐ کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ آپؐ نے انہیں فتنہ کے حالات کے بارے میں معلومات دی تھیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد صلح نامہ حدیبیہ بیعت الرضوان غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں شرکت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت رباب رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ آپؐ بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا کیونکہ انہیں بہت ملال تھا۔ وہ عراق چلے گئے۔ وہاں سے الجزیرہ کے شہر نصیبین میں شادی کر کے وہاں سے مدائن چلے گئے۔ وہ اپنی پارسا زندگی بہت سادگی سے بسر کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے کوئی سرگرمی نہیں دکھائی۔ وہ ایک متقی شخص تھے۔ زیادہ تر وقت تبلیغ اور عبادت میں گزارنے لگے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو نواح دجلہ کا حاکم بنا دیا۔ وہاں کے لوگ ان کی طبیعت کے متضاد تھے۔ وہ ان کی ایمانداری' سچائی اور عاجزی دیکھتے تھے تو ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہاں اکثر لوگ شرپسند اور بددیانت تھے اور ان کی فطرت میں بے ایمانی' دغا اور جھوٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے نہایت محنت اور لگن سے زمینوں اور پیداوار کی طرف دھیان دیا۔ اس سے پیداوار اور آمدنی بڑھنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت قدر کرتے تھے اور ان کی صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اٹھارہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ انہوں نے اس لشکر کو جنگ نہاوند میں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی فوج کے لئے بطور کمک روانہ کیا کہ وہ وہاں جا کر لڑائی کریں۔ قادسیہ کی جنگ کے بعد نہاوند کی جنگ ایران کی بہت سخت جنگ تھی کیونکہ اس میں ایران کی عظیم الشان فوج تھی۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی فوج میں تیس پینتیس ہزار مجاہدین تھے۔ زبردست جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے۔ اسی ہزار سے زائد ایرانیوں نے رات کے اندھیرے میں بھاگنے کی وجہ سے خندق میں گر کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھوئے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ کسریٰ نے ایک آتش کدہ کے موبد کے پاس دو صندوق زر و جواہرات کے رکھے ہوئے تھے جو اس نے خود لا کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے۔ انہوں نے ان صندوقوں کو جوں کا توں حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا لیکن انہوں نے واپس کر دیئے تاکہ وہ مجاہدین میں تقسیم کر دیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ زر و جواہرات بیچ کر تمام مجاہدین میں رقم بانٹ دی۔ ہر مجاہد کے حصے میں چار ہزار درہم آئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت شروع ہوا تو حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ مدائن کے بدستور گورنر مقرر رہے۔ وہ جہاد کے شوقین تھے۔ تیس ہجری میں وہ خراسان پر حملہ کرنے والے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے آرمینیہ کی جنگ میں حصہ لیا۔ انہیں حکومت کرنے

Marfat.com

کے بجائے میدان جنگ میں راہ اسلام میں لڑنا زیادہ پسند تھا۔ اکتیس ہجری میں خاقان خزر کا مقابلہ کرنے کے لئے گئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ سپہ سالار بنا کر باب پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ چونتیس ہجری میں آخری حملے کے بعد جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پھر مدائن کا گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم انہوں نے دل کو لگا لیا تھا۔ انہیں قرار نہیں آتا تھا۔ وہ بھی بیمار پڑ کر بستر سے جا لگے۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرتے رہتے تھے۔ وہ اکثر روتے رہتے تھے۔ وہ کہتے کہ ان کا رونا دھونا صرف آخرت کے خوف کی وجہ سے ہے۔ چالیس دن بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے چار صاحبزادوں کے نام ابوعبیدہ' بلال' صفوان اور سعید تھے۔ ان سے ایک سو سے زائد احادیث مروی ہیں۔ ان کا شمار فقہاء میں ہوتا تھا۔ وہ ایک پرہیز گار مسلمان تھے۔ انہیں دنیا سے رغبت نہ تھی۔ اکثر فتنہ کی توضیحات کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ''محرم راز نبوت'' کہتے تھے۔ ان کا لقب صاحب السر (یعنی رازداں) تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منافقین اور فتنوں کے بارے میں تفصیلات بتاتے رہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واقعہ شق القمر کے عینی شاہد تھے (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو قیامت تک آنے والے فتنوں کے بارے میں بتا دیا تھا۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عبور حاصل تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی باتیں پوچھتے تھے مگر میں برائی سے بچنے کی خاطر برائی کے بارے میں پوچھتا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے قیامت تک کے فتنے بیان فرمائے اور کوئی فتنہ ایسا نہ تھا' جس میں تین سو آدمیوں کے لگ بھگ لوگ ہوں بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتداء کا حال' اس کے نام' اس کے والدین اور اس کے قبیلے کے نام کے ساتھ بتائے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کوئی برائی آنے والی ہے؟''

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''ہاں، برائی آنے والی ہے''

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

''کیا اس برائی کے بعد بھلائی آئے گی؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''ہاں پھر بھلائی ہوگی لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے جیسا کہ پہلے تھے''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا

''کیا اس بھلائی کے بعد پھر برائی ہوگی؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا

''ہاں اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو آدمیوں کو گمراہ کر کے جہنم کی طرف لے جائیں گے''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال پوچھا

''اگر میں اس زمانے کو پاؤں تو کیا کروں؟''

آپؐ نے ارشاد فرمایا

''اگر کوئی مسلمانوں کی متحدہ جماعت کا بادشاہ ہو تو اس کے ساتھ ہو جانا ورنہ سب کو چھوڑ کر کنارہ کش ہو جانا یا کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر موت کا انتظار کرنا''

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''میرے حکام میں کوئی منافق ہے؟''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''ایک منافق ہے مگر اس کا نام بھی میں نہیں بتا سکتا'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی سوجھ بوجھ سے اسے پہچان لیا اور برطرف کر دیا''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی جنازے پر جانے سے پہلے پوچھتے کہ کیا حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہیں؟ اگر وہ شریک ہوتے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی نماز

Marfat.com

جنازہ میں شریک ہوتے تھے۔ اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جنازے میں نہ جاتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مرنے سے پہلے بے چینی سے رو رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں دنیا سے جانے پر نہیں رو رہا۔ موت مجھے عزیز ہے۔ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ میں اللہ کی خوشنودی پر جا رہا ہوں یا ناراضگی پر''

پھر فرمانے لگے ''یا اللہ۔ تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔ اس لئے اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا'' (ابوداؤد و اسد الغابہ) (۵)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ کے بارے میں حدیث یاد ہے؟

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آدمی کو جو فتنہ اس کے ہاں بچوں اور دوست ہمسایہ کی وجہ سے ہوتا ہے' نماز' روزہ اور صدقہ اس کا اتار ہو جاتا ہے''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا

''میں اس فتنہ کی بات نہیں کر رہا' میں تو وہ فتنہ پوچھتا ہوں جو سمندر کی موج کی طرح امنڈ آئے گا''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''اس کے ادھر تو بند دروازہ ہے''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''وہ دروازہ کھل جائے گا یا توڑا جائے گا؟''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''توڑا جائے گا''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''پھر تو قیامت تک جڑنے کے لائق نہیں رہے گا''

سروق نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم

Marfat.com

ہے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

''ہاں وہ جانتے تھے جیسے آج کی رات کل کے دن سے نزدیک ہے''۔ (۶)

حضرت حذیفہ بن لیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے کلام پڑھنے سی کبھی بھی جی نہ بھرے۔ (۷)

''قرآن کو عرب کے لحن اور آواز سے پڑھو۔ اہل عشق اور یہودیوں وعیسائیوں کے لحن سے بچو یعنی قواعد موسیقی کے مطابق گانے سے بچو۔ میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو ترجیح کے ساتھ پڑھے گی جیسے کہ گانے اور نوحہ میں ہوتی ہے۔ قرآن ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ ان کے دل میں فتنہ ہے اور ان کے بھی جن کو یہ بات پسند ہے''۔ (بیہقی) (۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن اور حدیث کے پڑھنے والو تم قرآن اور حدیث پر جمے رہو تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے اور اگر تم قرآن اور حدیث پر نہ جمو گے اور ادھر ادھر دائیں بائیں رستہ لو گے تو بس گمراہ ہو جاؤ گے، بہت گمراہ'' (۹)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔ ان میں سے ایک کا ظہور میں دیکھ چکا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ''ایمانداری لوگوں کے دلوں میں تہ تک اللہ کی طرف سے اترتی ہے۔ پھر قرآن مجید اور پھر حدیث شریف سے اس کی مضبوطی ہوتی جاتی ہے۔ جب آدمی نیند لے گا تو سوتے میں اس کے سر سے ایمانداری اٹھ جائے گی اور بے ایمانی کا ہلکا نشان پڑ جائے گا۔ پھر ایک اور نیند لے گا تو یہ نشان مضبوط ہو جائے گا۔ صبح کو ایسا ہو گا کہ ایک شخص بھی ایماندار نہ ہو گا جو امانت ادا کرے۔ پھر یہ نوبت آئے گی کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قوم میں فلاں شخص ایماندار ہے۔ لوگ بے ایمان شخص کی تعریف کریں گے کہ کتنا عقل مند اور خوش مزاج ہے حالانکہ وہ محض بے ایمان ہو گا اور اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہو گا''۔ (۱۰)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''منجملہ ان باتوں کے جن سے ہم لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے۔ یہ تین

Marfat.com

باتیں ہیں۔

۱- ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مثل کی گئیں۔

۲- ہمارے لئے تمام زمین مسجد کر دی گئی۔

۳- جب ہم پانی نہ پائیں، زمین کی خاک ہمارے لئے پاک کرنے والی بنائی گئی۔ (بحوالہ صحیح مسلم) (۱۱)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اہم مسئلہ ہوتا تو دو یا چار رکعت نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین بار آیت الکرسی۔ دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص، تیسری میں سورۃ فلق اور چوتھی میں سورۃ الناس پڑھیں تو ایسا ہے، جیسے شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں (ابو داؤد) (۱۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ (۱۳) فرمایا کہ مغرب کے بعد کی دونوں رکعتیں جلد پڑھو کہ وہ فرض کے ساتھ پیش ہوتی ہیں۔ (۱۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب اسلام ایسا دھندلا پڑ جائے گا جیسے کہ کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہو جانے سے ہو جاتے ہیں۔ کوئی روزہ، زکوٰۃ اور حج کو نہیں جانے گا۔ آخر ایک ایسی رات آئے گی کہ قرآن مجید بھی اٹھا لیا جائے گا۔ اس کی کوئی آیت باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور خواتین یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے سنا تھا۔ ہم بھی اسی کو پڑھتے ہیں"۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے یہی سوال اس نے تین بار کیا تو وہ کہنے لگے "کسی نہ کسی وقت جہنم سے نکالے گا۔ ارکان اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت نجات پائے گا" (حاکم) (۱۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا "تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب تم پر مسلط کر دیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی (درمنشور) (۱۶)

Marfat.com

ایک دفعہ اسود بن یزید' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے۔ انہوں نے سلام کیا اور فرمایا

''نفاق تو ایسی بلا ہے جو تم سے بہتر لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے والے لوگوں پر آ چکا ہے''۔

اسود نے تعجب سے کہا

''اللہ تو فرماتا ہے کہ منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں رہیں گے''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسکرائے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شاگردوں کو تعلیم دے کر اٹھے اور ان کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اشارے سے اسود کو بلایا۔ انہوں نے فرمایا۔

''مجھے حیرت ہے کہ عبداللہؓ بن مسعود کیوں مسکرائے؟ حالانکہ وہ میری بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ بیشک نفاق ان لوگوں پر آیا جو تم سے بہتر تھے (اسلام سے پھر گئے) پھر انہوں نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا''۔ (۱۷)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتوں (بنی اسرائیل) میں ایک شخص کو اپنے برے اعمال کا ڈر تھا۔ وہ مرتے وقت اپنے لوگوں کو کہنے لگا کہ جب میں مر جاؤں تو میرا لاشہ لے کر سخت گرمی کے دن ریزہ ریزہ کر کے جب زور کی ہوا چل رہی ہو' سمندر میں بکھیر دینا۔ اس کے وارثوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کے تمام اجزاء جمع کئے اور پوچھا۔

''تو نے ایسا کیوں کیا؟''

اس نے عرض کیا: ''پروردگار تیرے ڈر سے''

اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ (۱۸)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جب تک کھانا شروع نہیں کرتے تھے' ہم ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم کھانے کے وقت آپؐ کے پاس موجود تھے کہ اچانک ایک بچی بھاگتی ہوئی آئی اور کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا مگر آپؐ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا۔

''جب تک کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے' کھانا حلال نہیں ہوتا۔ شیطان ان کے ساتھ کھانا کھانے آیا تھا مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ہے''۔ اس کے بعد آپؐ نے بسم اللہ کہی اور کھانا کھایا۔ (صحیح مسلم)(۱۹)

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''حریر اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ہی ان برتنوں میں کھانا کھاؤ' کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں''(مسلم)(۲۰)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے' شیطان کے لئے حلال ہو جاتا ہے یعنی بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے'' (صحیح مسلم شریف)(۲۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن کے شہر میں تھے جو دجلہ کے کنارے بغداد سے سات فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ انہوں نے پانی مانگا۔ ایک کسان چاندی کے کٹورے میں پانی لایا۔ انہوں نے اس کٹورے کو پھینک دیا اور فرمایا ''میں نے اس کو پھینک دیا ہے کہ میں اسے منع کر چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا تھا۔ یہ برتن کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تم مسلمانوں کو آخرت میں ملیں گے''۔(۲۲)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لئے بستر پر جاتے تو فرماتے ''یا اللہ تیرا ہی نام لے کر میں جیتا ہوں اور تیرے ہی نام پر مروں گا''۔

Marfat.com

جب صبح ہوتی تو فرماتے ''شکر اس پروردگار کا' جس نے مرنے کے بعد ہمیں جلایا ہے اور اسی کی طرف اٹھ کر (حشر کے دن) جانا ہے''۔(۲۳)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''چغل خور بہشت میں نہیں جائے گا''۔(۲۴)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''دجال کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ بھی ہوگی لیکن اس کی آگ حقیقت میں ٹھنڈا پانی اور اس کا پانی حقیقت میں آگ ہے''۔(۲۵)

حضرت حذیفہ بن لیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایمانداری آسمان سے لوگوں کے دلوں کی جڑ پر اتری ہے۔ آدمی کی فطرت میں شامل ہے اور قرآن بھی آسمان سے اترا۔ پھر لوگوں نے اسے پڑھا اور حدیث شریف سے قرآن کا مطلب سمجھا تو قرآن اور حدیث دونوں سے اس ایمانداری کو جو فطرتی تھی پوری قوت مل گئی۔(۲۶)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کی روح قبض کرنے کے لئے فرشتہ آیا اور کہا

''تجھے معلوم ہے کہ تو نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟''

اس شخص نے جواب دیا ''میرے علم میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں دنیا میں بیع کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا۔ اگر مالدار بھی مہلت مانگتا تو اسے مہلت دے دیتا تھا اور تنگدست سے درگزر کرتا تھا یعنی معاف کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیحین) (۲۷)

حضرت حذیفہ بن لیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نفاق تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ بتلا دیتا کہ فلاں شخص منافق ہے لیکن اس زمانے میں یا تو آدمی مومن ہے یا کافر (۲۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آج کے منافق کم بخت ان منافقوں سے بھی بدتر ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ وہ تو اپنا نفاق چھپاتے تھے'

Marfat.com

یہ تو اعلانیہ نفاق کرتے ہیں۔(۲۹)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے دجال کے بارے میں فرمایا ”جب مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کے سامنے حضرت عیسیٰ بن مریم اتر آئیں گے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے اور سلام پھیرنے کے بعد کہیں گے کہ میرے اور اس دشمن خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دجال پر حاوی کردے گا' وہ اسے بہت ماریں گے۔ اللہ دجال اور اس کے ساتھیوں کو فنا کردے گا۔ مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ساقط کر دیں گے“۔(مسلم)(۳۰)

حضرت حذیفہ بن لیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ایک پاک دامن عورت پر تہمت لگانا سو برس کے اعمال کو غارت کر دینے کے لئے کافی ہے“(طبرانی)(۳۱)

۱- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب المناقب ص ۴۸۵
۲- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ص ۱۹۳
۳- فضائل اعمال ص ۱۲۳
۴- تفہیم القرآن جلد نمبر۵' ص ۲۲۹
۵- فضائل اعمال ص ۱۰۳
۶- بخاری شریف جلد نمبر۱ کتاب الصوم ص ۷۷۰
۷- فضائل القرآن ص ۲۸۰
۸- بہار شریعت جلد نمبر۲ حدیث نمبر۲۱' ص ۶۵۷
۹- بخاری شریف جلد نمبر۳' کتاب الاعتصام ص ۹۱۸
۱۰- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب الرقاق' ص ۵۹۲
۱۱- بہار شریعت جلد نمبر۱ حدیث نمبر۲' ص ۱۱۱
۱۲- بہار شریعت جلد نمبر۱ نماز حاجت ص ۲۶۹
۱۳- فضائل نماز ص ۳۰۰
۱۴- بہار شریعت جلد نمبر۱' حدیث نمبر۲۱' ص ۲۵۹
۱۵- فضائل ذکر ص ۵۰۱
۱۶- فضائل تبلیغ ص ۶۱۰
۱۷- بخاری شریف جلد نمبر۲ کتاب التفسیر ص ۸۳۵
۱۸- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب الرقاق' ص ۵۸۶
۱۹- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۸' ص ۵۹۷
۲۰- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۱۶' ص ۶۰۸
۲۱- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۱' ص ۵۹۶
۲۲- بخاری شریف جلد نمبر۳' کتاب الاشربہ ص ۲۹۰
۲۳- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب التوحید ص ۹۶۸
۲۴- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب الادب ص ۴۲۴
۲۵- بخاری شریف جلد نمبر۳' کتاب الفتن ص ۸۵۰
۲۶- بخاری شریف جلد نمبر۳ کتاب الاعتصام ص ۹۱۶
۲۷- بہار شریعت جلد نمبر۲' حدیث نمبر۲۰' ص ۱۴۴
۲۸-۲۹- بخاری شریف جلد نمبر۳' کتاب الفتن ص ۸۴۵
۳۰- تفہیم القرآن جلد نمبر۴' ص ۱۶۲
۳۱- تفہیم القرآن جلد نمبر۳' ص ۳۷۳

Marfat.com

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کے آباؤ اجداد یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ قبیلہ نذار کی ایک شاخ بنو بجیلہ کے سردار تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبداللہ بجلی اور والدہ کا نام بجیلہ بنت صعب بن علی بن سعد عشیرہ تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو تھی۔ وہ ایک بلند قامت وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ وہ خوبصورت اور پرکشش ہونے کے ساتھ حسن سیرت کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ وہ خوش پوشاک تھے۔ وہ بہت مؤدب اور سلیقہ مند انسان تھے۔ ان کو اپنی ملت والے بہت عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ شریف النفس تھے۔ ان کے چہرے کے خدوخال دلکش تھے اور رنگت نکھری ہوئی تھی۔

دس ہجری میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے وہ اوران کے تمام ساتھی عمدہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہمان کی پذیرائی کرتے ہوئے اپنی چادر ان کے لئے بچھادی اور فرمانے لگے۔

"جب کوئی معزز آدمی کسی قوم کا تمہارے پاس مہمان بن کر آئے تو اس کی عزت کیا کرو"۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے آنے کا مقصد دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دین اسلام کو قبول کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کے بارے میں مختصر سا سمجھایا۔ اس کے بعد وہ

Marfat.com

باقاعدہ طور پر آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیض یاب ہونے لگے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا سلیقہ بہت بھایا۔ آپ انہیں بہت چاہتے تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے حسن سلیقہ اور حسن اخلاق کی وجہ سے ان کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان باتوں پر بیعت کی تھی کہ گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز درستی کے ساتھ ادا کرتا رہوں گا اور زکوٰۃ دیا کروں گا اور حاکم اسلام کا حکم سنوں گا اور مانوں گا اور ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا''۔ (۱)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شفقت سے پیش آتے تھے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''جب سے میں مسلمان ہوا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی گھر آنے سے نہیں روکا اور جب بھی آپؐ نے مجھے دیکھا، خندہ پیشانی سے دیکھا۔ (۲)

۱۱ ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک دستے کا سردار بنا کر یمن کی ایک مہم پر روانہ کیا۔ وہاں پر قبیلہ خثعم اور قبیلہ بجیلہ کے بنائے ہوئے ایک مکان میں ایک بہت بڑا بت ''خلصہ'' تھا۔ اس کے ساتھ کئی چھوٹے چھوٹے بت بھی تھے۔ لوگ اس مکان کو ''کعبہ یمانیہ'' کے نام سے پکارتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''ذوالخلصہ میں خثعم نے کعبہ کے مقابلے میں جو کچھ بنایا ہوا ہے اس کو تباہ کر کے مجھے خوش کر دو''۔

چنانچہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے احمس کے ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

''میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا کیوں کہ سواری میں کچا ہوں'' آپؐ نے حضرت

Marfat.com

جریر رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

''یا اللہ اس کو گھوڑے پر جما دے اور راہ بتانے والا راہ پایا ہوا کر دے''۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے۔ انہوں نے ذی الخصلہ پہنچ کر تمام بتوں کو منہدم کر ڈالا اور بت کدہ کو آگ لگا دی۔ کسی نے ان کی مزاحمت نہیں کی۔ بتکدہ کھنڈر بن گیا۔ (۳) انہوں نے یہ خبر بتانے کے لئے حضرت ابوالطاط رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیجا۔ قاصد نے بتایا کہ انہوں نے خارشتی اونٹ کی طرح ذی الخلصہ کو جلا کر بنا دیا ہے۔ اس خبر کو سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ اور احمس کے سواروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ (۴) حضرت جریر رضی اللہ عنہ آپؐ کی دعا کے بعد گھوڑے سے کبھی نہیں گرے۔ حضرت جریرؓ بنی بجیلہ کے قبائل کو یکجا کرنا چاہتے تھے۔ ابھی وہ یمن میں ہی تھے کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع ملی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ آخر رسالتؐ میں مسلمان ہوئے تھے' اس لئے انہیں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ ماہ کا عرصہ ہی مل سکا تھا۔ وہ حجتہ الوداع میں آپؐ کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بنو بجیلہ کے بکھرے ہوئے قبیلوں کو متحد کرنے کی اجازت چاہی مگر انہوں نے اس وقت اس طرف دھیان نہ دیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ واپس یمن چلے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایک بار پھر بنی بجیلہ کے بکھرے ہوئے قبیلوں کو یکجا کرنے کی اجازت کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جہاں بھی بنی بجیلہ کے لوگ ہوں' حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہو جائیں۔ چنانچہ اس طرح لوگ جمع ہونے لگے تو ایک اچھا خاصا لشکر بن گیا۔ بنو بجیلہ کے

Marfat.com

لوگ ادھر ادھر کے علاقوں سے آ کر شامل ہونے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بجیلہ اور آس پاس کے قبائل کا سربراہ مقرر کیا۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمک کے لئے عراق بھیج دیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ وہ مدینہ منورہ سے چل کر ثعلبیہ میں حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملے اور پھر یہ دونوں لشکر مل کر بویب پہنچے۔ ایرانی فوجوں نے دریائے فرات عبور کر کے اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ میسرہ اور قلب کے دستوں کو لے کر ایرانیوں پر حملے کر رہے تھے۔ ایرانی فوج کی قیادات مہران بن مہرویہ ہمدانی کر رہا تھا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ سپہ سالار مہران ہلاک ہو گیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بجیلہ کو للکارا۔ انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ایرانی فوج پسپا ہو گئی۔ ہزارہا لوگ دریا میں غرق ہو گئے۔ بویب کا علاقہ کوفہ کے قریب تھا۔ بویب میں مسلمانوں کی شاندار فتح کے بعد ایرانی فوجی اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ اسلامی فوج کی سربراہی سپہ سالار اعظم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ ان سے جا ملے۔ معرکہ قادسیہ میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے نمایاں کارنامے دکھائے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اور بنو بجیلہ کے سواروں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ ایرانیوں نے ان پر حملہ کرنے کے لئے تیرہ ہاتھی چھوڑ دیئے۔ ہاتھیوں کو دیکھ کر ان کے گھوڑے بدک گئے۔ قریب تھا کہ ہاتھی انہیں روند ڈالتے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے مجاہدین کو طلیحہ بن خویلد کی سربراہی میں میدان میں بھیجا۔ بنو بجیلہ اور بنو اسد کے مجاہدین نے مل کر فیل بانوں کو تیروں سے ہلاک کیا اور ہاتھیوں کو زخمی کر دیا۔ ان کے ہاتھ میدان رہا۔ ایک موقع پر حضرت جریر رضی اللہ عنہ جنگ لڑ رہے تھے کہ ایرانیوں نے انہیں گھیر لیا۔ اس موقع پر بنی ثقیف کے حضرت ابومحجن رضی اللہ عنہ نے اچانک آ کر اس میں شدت سے حملہ کیا کہ ایرانی صفیں بکھر گئیں۔ لڑائی کے بعد حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کا پیچھا کیا۔

Marfat.com

جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ پورے ایران میں مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کے بعد اسلامی لشکر آگے بڑھتا گیا۔ اس نے مدائن اور جلولاء پر قبضہ کرلیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو جلولا کی حفاظت کے لئے مقرر کیا گیا۔ ان کی زیر قیادت چار ہزار مجاہدین تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے تین ہزار مجاہدین مزید بھیج دیئے تاکہ وہ سات ہزار مجاہدین کے ساتھ حلوان پر حملہ کریں۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی اور حلوان پر قبضہ کرلیا۔ کسی کو ان کے مقابلے میں آ کر لڑنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کئی چھوٹے چھوٹے علاقے فتح کئے۔ انہوں نے اہواز اور تستر بھی فتح کر لئے۔ ایرانیوں نے پے در پے شکستیں کھانے کے بعد تمام قوت کو جمع کر کے نہاوند میں لے آئے۔ ان کی قیادت سپہ سالار مردان شاہ بن ہرمز کر رہا تھا۔ جنگ نہاوند میں اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اور بنی بجیلہ کے لوگ بہت بہادری سے لڑے۔ اس جنگ کو فتح المفتوح کہتے ہیں۔ اسلامی لشکر فتحیاب ہوا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ہر میدان میں اپنی بہاداری کے جوہر دکھائے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سوادعراق کی فتح سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تھا کہ چونکہ جنگ قادسیہ میں ان کے قبیلے کے لوگوں کی تعداد فوج کا چوتھائی حصہ ہے۔ مفتوحہ علاقوں کا چوتھائی حصہ انہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق انہیں مفتوحہ علاقے کا چوتھائی حصہ دے دیا گیا تھا جو دو تین سال تک انہیں کے قبضے میں رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصلحت کی بنا پر ان سے واپس سرکاری ملکیت میں لے لیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اَسی دینار بطور انعام دیئے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو محض وعدہ کی وجہ سے حصہ دینا پڑا تھا جسے بعد میں انہوں نے چپ چاپ واپس کر دیا۔ (کتاب الاموال الابی عبید)(۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو ہمدان کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت

Marfat.com

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے علاقے کے لوگوں سے بھی بیعت لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو ایک مراسلہ دے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اس خط میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں کہا کہ جب تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص نہیں لیا جائے گا وہ بیعت نہیں کریں گے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا۔ اس موقع پر مالک اشتر نے ان پر طرف داری کا الزام لگایا کہ وہ وہاں جا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مل گئے ہیں۔ مالک اشتر کی دل جلا دینے والی باتوں سے وہ بہت ناراض ہوئے۔ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو لے کر کوفہ سے نکل گئے۔ وہ حکومت کے کاموں سے کنارہ کش ہو کر قرقیسیا چلے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے خلافت کی کسی کارروائی میں حصہ نہیں لیا۔ انہوں نے چپ چاپ زندگی کے باقی ایام قرقیسیا میں بسر کئے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے پانچ بیٹے تھے۔ ان کے نام عمر' منذر' ایوب' ابراہیم اور عبیدہ تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے ایک سو احادیث مروی ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا انتقال 54 ہجری میں ہوا۔ انہیں قرقیسیا میں دفن کیا گیا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بہادر' دلیر' نیک دل انسان تھے۔ وہ ایسے حسین وجمیل تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں امت محمدیہ کا یوسف کہا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تھے تو چہرہ پر بشاشت آ جاتی تھی۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی فرماتے ہیں کہ جب وہ یمن میں تھے تو وہاں پر ذی کلاغ اور ذی عمرو کے دو شخص ملے۔ انہیں حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا۔ ذوعمرو نے کہا۔

"تم جس شخص کے حالات بیان کر رہے ہو' اگر یہ سچ ہیں تو ان کو وفات پائے ہوئے تین دن گزر چکے ہیں"۔

Marfat.com

وہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کی خبریں ملیں۔ یہ سن کر ذوالکلاغ اور ذوعمرو بولے۔ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتا دینا کہ ہم یہاں تک آئے تھے اور انشاء اللہ پھر آئیں گے''۔

یہ کہہ کر وہ دونوں واپس یمن چلے گئے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سب حالات بیان کئے۔ اس کے بعد جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ذوعمرو نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''جریر رضی اللہ عنہ! تمہارا مجھ پر احسان ہے' اس لئے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ عرب کے لوگ ہمیشہ اچھے رہیں گے جب تک ایک امیر کے مرنے کے بعد دوسرے کو امیر بنائیں گے' حکومت قائم رہے گی لیکن جب تلوار کے زور سے بادشاہت ہونے لگے گی تو یہ امیر دوسرے بادشاہوں کی طرح غصہ کریں گے اور انہی کی طرح خوش ہوں گے''۔ (۶)

حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی یمن پہنچے تو انہیں خبر ملی کہ وہاں پر ایک شخص ہے جو تیروں پر فال کھولتا ہے۔ لوگوں نے اس شخص کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ اب آ چکا ہے۔ اگر تجھے پائے گا تو اڑا دے گا۔ وہ شخص فال کھولنے میں مصروف تھا کہ اتنے میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ اس کے سر پر پہنچ گئے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا۔

''یہ فال کے تیر توڑ ڈال اور لا الہ الا اللہ کی گواہی دے' ورنہ ابھی تیری گردن مار کر اڑاتا ہوں''۔

اس شخص نے تیر توڑ ڈالے اور کلمہ پڑھ کر ایمان لے آیا۔ (۷)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی قوم یا جماعت میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ قوم و جماعت باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد- ابن ماجہ) (۸)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہوئے آپؐ نے فرمایا ''تم

Marfat.com

(مرنے کے بعد) آخرت میں اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں کوئی کشمکش نہیں ہوگی۔ تم سے ہو سکے تو اس طرح کرو کہ سورج غروب ہونے سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے یعنی (نمازِ عصر) اور سورج طلوع ہونے سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے (یعنی نمازِ فجر) یہ دونوں نمازیں تم سے فوت نہ ہونے پائیں''۔(۹)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع میں مجھ سے فرمایا کہ ''ذرا لوگوں کو خاموش کراؤ'' جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خاموش کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

''دیکھو، میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا''۔(۱۰)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں پر اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اپنی نگاہ پھیر لو'' (صحیح مسلم)(۱۱)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ ایک بلند آواز والے مرد اور دوسرے کچھ لوگوں کو مالِ غنیمت تقسیم کیا جانے لگا تو اس نے ضد کی کہ وہ سب مالِ غنیمت لے گا۔ حضرت اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کا سر منڈوایا اور اسے بیس کوڑے لگوائے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے جب وہ شخص پہنچا اور اپنے بالوں کا گچھا ان کے اوپر دے مارا اور فریاد کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اگر عذاب کا خوف نہ ہوتا تو خدا جانے کتنے مظالم ہوتے''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم صادر کیا۔

''اگر اس آدمی کا سر تنہائی میں منڈوایا ہے تو اس کے سامنے تنہائی میں بیٹھ جاؤ تاکہ وہ تمہارا سر تراش لے لیکن اگر لوگوں کے سامنے تم نے اس کا سر منڈوایا ہے تو تم بھی لوگوں

Marfat.com

کے سامنے اس سے سر منڈ واؤ تا کہ تم سے قصاص لیا جا سکے"۔

لوگوں نے اس آدمی کو بہت سمجھایا مگر وہ قصاص لینے پر تلا ہوا تھا کیونکہ سر منڈ وانا عربوں میں بہت عیب تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو گورنر تھے قصاص دینے کے لئے اس آدمی کے سامنے بیٹھ گئے تو اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور بولا

"اے اللہ۔ میں نے امیر کو معاف کر دیا ہے"۔ (۱۲)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا" (صحیح مسلم) (۱۳)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی پرکشش شخصیت کو دیکھتے ہوئے انہیں یوسف ثانی کہتے تھے۔ انہوں نے اس کی غیر معمولی صلاحیتوں اور بہادرانہ کارناموں کی وجہ سے اسے اہم عہدہ پر مقرر کیا گیا تھا۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ذکر اس قدر خوبصورت انداز سے جمعہ کے خطبہ میں مسجد میں کیا کہ ہر شخص پرشوق نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے وہ مسجد میں آخری صف میں بیٹھ گئے۔ انہیں بتایا گیا کہ ابھی ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے کہ یمن کا ایک پروقار شہزادہ تمہارے درمیان آئے گا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے لئے یہ الفاظ سن کر بہت خوش ہوئے۔ یہ انہیں بہت اعزاز ملا تھا۔ اسی دن وہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (۱۴)

۱- بخاری شریف جلد نمبر ۱ کتاب البیوع ص ۸۵۵
۲- بخاری شریف جلد نمبر ۲ کتاب المناقب ص ۴۸۴
۳- بخاری شریف جلد نمبر ۲ کتاب المناقب ص ۴۸۴
۴- بخاری شریف جلد نمبر ۲ کتاب الجہاد والسیر ص ۱۸۴
۵- تفہیم القرآن جلد نمبر ۵' ص ۴۰۲
۶- بخاری شریف جلد نمبر ۲' کتاب المغازی ص ۱۸۷
۷- بخاری شریف جلد نمبر ۲ کتاب المغازی ص ۷۱۷
۸- فضائل اعمال ص ۶۰۷
۹- بخاری شریف جلد نمبر ۳' کتاب التوحید ص ۹۸۵
۱۰- بخاری شریف جلد نمبر ۳ کتاب الدیات ص ۳۶۷
۱۱- بہار شریعت جلد نمبر ۲' حدیث نمبر ۳' ص ۶۳۴
۱۲- خلفائے راشدین نمبر ص ۲۰۱
۱۳- بہار شریعت جلد نمبر ۲' حدیث نمبر ۱' ص ۶۹۷
۱۴- کمانڈر آف مسلم آرمی ص ۲۷۷

Marfat.com

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام عمرو بن ہشام اور کنیت ابوالحکم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے انہیں ابوجہل کہنا شروع کیا تو وہ اسی کنیت سے مشہور ہو گئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام مجالد تھیں اور بنی ہلال بن عامر سے تعلق رکھتی تھیں۔

آغاز اسلام میں مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھائے۔ ان میں ابوجہل بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ اس کا بیٹا عکرمہ بھی مسلمانوں کا دشمن تھا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ مل کر سازشی منصوبے بناتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں ابوجہل اور عکرمہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سختیاں کیں۔ انہوں نے آپؐ کی جان تک لینے کی بھی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا اور آپؐ چپ چاپ مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ چلے گئے۔

غزوۂ بدر میں پہلی مرتبہ کفر اور اسلام کی جنگ ہوئی۔ مشرکین مکہ کا لشکر سردار ابوجہل کی قیادت میں بدر کے مقام پر پہنچا۔ ان کے مقابلے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سو تیرہ مجاہدین کو لے آئے۔ زبردست جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں انصار کے دو لڑکوں معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ نے اچانک ابوجہل پر حملہ کر دیا۔ ان لڑکوں کے ہاتھوں ابوجہل مارا گیا۔ عکرمہ نے اپنے باپ کو قتل ہوتے دیکھ لیا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے معاذ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے اس کا ایک بازو تلوار سے کاٹ دیا۔

Marfat.com

غزوۂ بدر میں مشرکین کو زبردست شکست ہوئی تھی اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے جوش میں اندھے ہو گئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں عکرمہ سردار ابوسفیان کو بار بار انتقام کا جوش دلا رہا تھا۔ عکرمہ تو شروع سے ہی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اب غزوۂ بدر میں اپنے والد ابوجہل کی ہلاکت اور مشرکین کے لشکر کی شکست فاش نے اسے غم وغصہ سے دیوانہ کر دیا تھا۔ اس کے رگ رگ میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے نفرت اور دشمنی بھری ہوئی تھی۔ اسے جب بھی موقع ملتا' دوسرے کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا اور نقصان پہنچانے کے ناپاک ارادے بناتا تھا۔ وہ ابوسفیان کو بھڑکاتا اور جنگ کے لئے اکساتا تھا۔ غزوۂ احد میں لشکر کفار میں عکرمہ نے اہم کردار ادا کیا۔ اس جنگ میں جن خواتین نے حصہ لیا۔ ان میں زوجہ عکرمہ بھی شامل تھی۔ اس کا نام ام حکیم تھا۔

غزوۂ مکہ کے موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین کے اسلامی لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک آپؐ کے مدینہ منورہ میں ساڑھے آٹھ برس گزر چکے تھے۔ اسلامی لشکر بغیر کسی خون ریزی اور مزاحمت کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا۔ صرف ایک دستہ جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں شہر میں داخل ہوا تھا' اس پر عکرمہ بن عمرو نے صفوان اور سہیل کی مدد سے بنی بکر اور ہریل کو لے کر تیر اندازی کی۔ مسلمانوں نے بھی عکرمہ کے ساتھیوں پر تیر چلائے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کے تیرہ ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ عکرمہ اور اس کے ساتھیوں کی تیر اندازی سے تین مسلمان شہید ہوئے۔ عکرمہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کیا۔ لوگوں نے مذہب اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ عکرمہ کی بیوی ام حکیم بنت حارث بھی مسلمان ہو گئی۔ ام حکیم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر عکرمہ بن ابوجہل کو معاف کرنے کے لئے عرض کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے سب مکہ والوں کو پناہ و امان دے دی تھی۔ ان چار مردوں میں عکرمہ بن ابوجہل بھی شامل تھا' جس کی امان اس کی بیوی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لی تھی۔

Marfat.com

عکرمہ بن ابوجہل فرار ہو کر ایک کشتی پر سوار ہو کر یمن جا رہا تھا۔ سمندر میں طغیانی آ گئی اور اس کی کشتی ہچکولے لینے لگی۔ عکرمہ چلا چلا کر اپنے بتوں کو مدد کے لئے پکار رہا تھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کشتی بے قابو ہو گئی۔ بالآخر اس نے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے فریاد کی اور وعدہ کیا کہ اگر اس موقع پر اس نے مدد کی تو واپس جا کر وہ مسلمان ہو جائے گا۔ سمندر کی لہریں اللہ کے حکم سے تھم گئیں۔ عکرمہ بچ گیا۔ وہ واپس مکہ مکرمہ واپس آیا تو اس کی بیوی نے اسے مژدہ سنایا کہ اس کی زندگی کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امان کا وعدہ کیا ہے اور اب اسے یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ سن کر عکرمہ کی جان میں جان آئی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عہد کیا کہ جتنی اسلام دشمنی میں اس نے بڑھ چڑھ کر مخالفت کی تھی، اس سے کہیں زیادہ اب وہ اسلام کی خدمت کرے گا وہ اپنے کئے ہوئے کارناموں پر نادم اور پشیمان تھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلامی تعلیمات حاصل کیں۔ انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جہاد کرنے کے کم مواقع ملے۔ حجتہ الوداع کے سال ہوازن کے صدقات انہوں نے وصول کئے۔

☆

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 11 ہجری میں فتنہ ارتداد و مانعین زکوٰۃ اور نبوت کے کئی جھوٹے دعویدار ظاہر ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر تیار کر کے روانہ کیا۔ اس اسلامی لشکر کی قیادت حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کے سپرد کی گئی تھی۔ مسیلمہ نے اپنے ساتھ ایک جم غفیر ملا لیا تھا۔ دونوں لشکر یمامہ پہنچے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی کمک کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دستے کا سالار بنا کر یمامہ روانہ کر دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی فوج کی طاقت کا صحیح اندازہ

Marfat.com

نہیں تھا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے دستے کے پہنچنے سے پہلے اپنے جوش جہاد سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا مگر انہیں پسپا ہونا پڑا۔ جب وہاں حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کا لشکر پہنچا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے لشکروں نے مل کر دوبارہ حملہ کیا۔ اس بار بھی مسیلمہ کذاب کی فوج نے اسلامی لشکروں کو پسپا کر دیا۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے مل کر بھرپور حملہ کر کے جنگ یمامہ میں فتح حاصل کر لی۔ مسیلمہ کذاب جنگ میں ہلاک ہو گیا۔

یمامہ کی جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل نے مہرہ کی بغاوت فرو کی۔ اس کے بعد انہیں یمن کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں پر حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک لشکر پہلے سے موجود تھا۔ ان دونوں لشکروں نے بہادری سے مقابلہ کر کے دشمن کو شکست دی۔ کندہ کے مقام پر شکست کے بعد اشعث قلعہ بند ہو گیا تھا۔ اس نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ اس کے نو ساتھیوں کی جان بخشی کر دیں تو قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے باہم صلاح مشورہ کر کے حامی بھر لی۔ اشعث نے اپنے نو ساتھیوں کے ناموں کی فہرست بنا کر انہیں تھما دی۔ اس فہرست میں اشعث اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا۔ حسب وعدہ قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ مسلمانوں نے فہرست کے مطابق ان نو آدمیوں کو امان دے دی۔ اسلامی لشکر نے قلعہ میں داخل ہو کر باقی کے تمام دشمنوں کا صفایا کر دیا۔ اشعث کو گرفتار کر لیا گیا اور اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلے کے لئے بھیج دیا گیا۔

میدان جنگ سے کچھ فرصت ملی تو حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل نے نعمان بن الجون کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ نعمان اپنی بیٹی کا عقد سرکار دو عالم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کا خواہشمند تھا۔ مگر اس کی یہ خواہش پایہ تکمیل تک نہیں پہنچی تھی کہ آپ کا وصال ہو

Marfat.com

گیا۔ کئی مسلمان حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی شادی کی مخالفت کر رہے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کو آپؐ کے بعد نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت غصہ میں تھے اور ان دونوں کو جلا دینے کی صلاح دے رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی شادی کو جائز قرار دیا کیونکہ نعمان کی بیٹی رخصت ہو کر ابھی ام المومنین نہیں بنی تھی۔

☆

عمان میں فتنہ ارتداد کی بنیاد دولتاج لقیط بن مالک ازری نے رکھی تھی۔ نبوت کے اس جھوٹے دعویدار کی سرکوبی کے لئے عمان کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عزفجہ بن ہرثمہ کو بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمامہ کے محاذ سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کی کمک کے لئے بھیج دیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لقیط بن مالک کو شکست دی۔ اس جنگ میں دشمن کے دس ہزار سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

اس کے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مہرہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے سیاسی حکمت عملی سے ایک جماعت کو مسلمان کر کے ساتھ ملا لیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور مہرہ کے نومسلموں نے مل کر فتح حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کے لئے یمن چلے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک نیا لشکر ترتیب دے کر اس کا سپہ سالار حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کو مقرر کیا۔ انہوں نے حضرت عکرمہ کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے شام بھیجا۔ یرموک کے معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ چھ ہزار مجاہدین کے سالار تھے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں کی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ اس معرکے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا عرمو بن عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھا۔ مسلمان بہت بہادری سے لڑ رہے تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن ہشام دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے۔

Marfat.com

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بڑھ چڑھ کر دشمنوں پر وار کر رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گرد مسلمانوں کے دستے تھے۔ رات کے وقت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"میں بہت سے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑتا رہا ہوں۔ آج میں رومیوں سے نہیں بھاگوں گا۔ کون کون موت پر بیعت کرنے کے لئے رضامند ہے؟"

حضرت ہزار بن ازور نے اپنے چار سو آدمیوں کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ تمام رات رومیوں سے لڑتے رہے اور ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل اور ان کے بیٹے عمرو بن عکرمہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی حالت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے ان دونوں کے سر اپنے زانوؤں پر رکھے اور ان کے چہروں سی مٹی اور خون کو صاف کیا۔ ان دونوں باپ اور بیٹے کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا' جو زخمی نہ ہوا ہو۔ دونوں باپ اور بیٹے نے جام شہادت نوش کیا۔

☆

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل' کی زوجہ ام حکیمؓ بنت حارث کو اپنے شوہر سے بہت محبت تھی۔ فتح مکہ کے بعد دونوں نے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ دونوں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ وہ اپنی زندگی ہنسی خوشی گزار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ روم میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ام حکیم رضی اللہ عنہ دونوں شریک تھے۔ اس جنگ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بے مثال جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کی بہت بڑی فوج کے وسط میں پہنچ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ مرج الصفر کے مقام پر رخصتی کریں گے مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ وہ بہت جلد شہید ہونے والے ہیں اس لئے انہوں نے راستے ہی میں ایک خیمہ میں رخصتی کی۔ صبح کے وقت ولیمہ کا انتظام ہو رہا تھا کہ رومی فوج حملہ آور ہوئی۔ اس جنگ

Marfat.com

میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہ نے خیمہ اکھاڑ کر اس کا کھونٹا لیا اور دشمن کا مقابلہ کر کے اس کے سات آدمیوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔

(اسد الغابہ)

۱۔ فضائل اعمال ص166

۲۔ تفہیم القرآن جلد نمبر 1 ص540

۳۔ جہاد نمبر ص 248

۴۔ فضائل اعمال ص142

۵۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ص127

Marfat.com

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے معزز قبلہ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد مشہور جنگ جو سردار ابوسفیان صخرؓ بن حرب تھے۔ ان کی والدہ ہندہ تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچویں پشت پر عبدمناف سے ملتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ ان کا تعلق بنوامیہ سے تھا جو بہادری کی وجہ سے قریش کا دفاع کیا کرتے تھے۔ وہ ایک پڑھے لکھے عالم تھے اور ان کا شمار کاتبان وحی میں ہوتا ہے۔ خاندان امیہ کی خلافت کی بنیاد انہوں نے رکھی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ وہ ایک بہادر اور بارعب شخص تھے۔ وہ اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔ آغاز اسلام سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد اور خاندان کے ساتھ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ وہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لئے منصوبے بناتے تھے۔ وہ دین اسلام کے ماننے والوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اس لئے انہیں اذیتیں پہنچاتے تھے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا سارا خاندان مسلمان ہوا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام خاندان والوں کی تمام کوتاہیوں اور زیادتیوں کو معاف کر دیا بلکہ ان کے گھر کو دارالامان قرار دیا۔ جس شدت سے بنی امیہ نے اسلام کی مخالفت کی تھی، اس سے زیادہ شدت سے انہوں

Marfat.com

نے اسلام قبول کرنے کے بعد دین اسلام کی خدمت کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیانؓ نے تبلیغ اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور راست گو انسان تھے۔ اپنے باپ ابوسفیانؓ کی طرح ان میں جنگی صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ان کا شمار فقہاء میں ہوتا تھا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی کی بیٹی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دے دی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح کر لیا۔ (۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جب حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اسی منصب پر ان کے بھائی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو فائز کر دیا گیا۔ جب حضرت عثمانؓ بن عفان نے مسند خلافت سنبھالی تو انہوں نے حضرت معاویہؓ کو سارے ملک شام کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ بیس سال تک شام کے گورنر رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں شریک ہونے کے مواقع ملے تھے۔ غزوہ حنین میں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا دیا۔ آپؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک دستے کا سربراہ بنا کر شام کے محاذ پر بھیجا۔ اردن میں بھی حضرت عمروؓ بن العاص کی کمک کے لئے انہیں بھیجا گیا تو وہ مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہر میدان میں اپنی بہادری کا لوہا منواتے رہے۔ دمشق کی تسخیر کے بعد عرقہ اور بیروت کی جنگوں میں بھی مقدمۃ الجیش کے سالار تھے۔ انہیں کئی مقامات پر بھیجا گیا۔ وہ ہر مہم میں کامیاب ہو کر لوٹتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قیساریہ کی مہم پر بھیجا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت بہادری سے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ رومی مارے گئے اور

Marfat.com

مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ بیت المقدس کے صلح نامہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دستخط کرنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی بطور گواہ دستخط کیئے۔
17 ہجری میں قحط پڑا تو ملک شام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے عرب بھیجے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی وہ بدستور وہاں کے حاکم رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے پہلے چھ سال آرام سے گزرے۔ اس کے بعد خانہ جنگیوں اور بغاوتوں نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا۔ شر پسندوں نے نئے نئے فتنے شروع کیے۔ ان حالات سے یہودیوں اور مجوسیوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی پرانی دشمنی کا انتقام لینا شروع کیا۔ اس فتنہ کو ہوا دینے والا ایک نو مسلم یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ اس نے اپنا ایک گروہ بنا لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے بنی امیہ کے لوگوں کو اہم عہدوں پر فائز کیا تھا۔ ان لوگوں پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اعتماد تھا۔ ابن سبا نے اپنی تحریک کا آغاز عراق سے کیا۔ وہاں سے عبداللہ بن عامر نے نکالا تو وہ کوفہ چلا گیا۔ جب وہاں سے بھی اسے نکالا گیا تو وہ مصر چلا گیا۔ مصر کی زمین پر اس نے اپنی تحریک کو بہت کامیابی سے چلایا۔ ابن سبا نے اپنی جماعت کے نمائندوں کو تمام اطراف میں بھیجا، جہاں وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اپنی سازش کے جال بچھانے لگے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت جلد ان فتنوں کو بھانپ لیا تھا اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے نکال کر شام لے جانا چاہا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں سے کسی صورت نکلنے پر تیار نہیں تھے۔ آخر کار مفسدین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دوران کچھ لوگوں کا تقاضا تھا کہ خلافت صرف اہل بیت کر سکتے ہیں۔ اہل بیت سے ان کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد تھی۔ حامیان حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا نیا خلیفہ بنایا۔ ان کے خیال کے مطابق وہی خلافت کے صحیح حق دار تھے کیوں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے تھے۔ وہ آپؐ کے چچازاد بھی

Marfat.com

تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے۔ وہ آپؐ کے قریبی ترین رشتہ دار اور وصی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے کے مطالبہ کا پہلا مسئلہ تھا۔ قاتلوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ بہت سے باغی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اموی حکام کو معزول کر کے نئے گورنروں کا تقرر کیا۔ وہ سب گورنروں سے بیعت لے رہے تھے مگر شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو برطرفی قبول کی تھی اور نہ ہی بیعت کرنے پر آمادہ تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے قصاص کا مسئلہ نپٹائیں، پھر بیعت کی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے۔ ان کے حکم کو نہ ماننا سراسر بغاوت تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عوام کی بڑی تعداد کی حمایت حاصل تھی۔ وہ کسی طرح بیعت کرنے پر رضا مند نہیں ہوئے۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنے کے لئے شام کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہی تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اسلامی لشکر لے کر مکہ مکرمہ سے بصرہ روانہ ہو چکی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اس طرف روانہ ہوئے اور جنگ جمل کی۔ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ شام کی طرف روانہ ہوئے تاکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسی ہزار کے لشکر کے مقابلے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہزار کی فوج لے کر آگے بڑھے۔ ان دونوں سربراہوں کے درمیان مصالحت کے مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیعت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے بیس ہزار لوگوں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیس ہزار فوجیوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دینے سے قاصر تھے۔ اس لئے جنگ شروع ہو گئی مگر

Marfat.com

ماہ رجب شروع ہو جانے کی وجہ سے جنگ روک دی گئی اور دوبارہ مصالحت کی کوشش ہونے لگی جو ناکام رہی۔ 38 ہجری میں دونوں فوجوں کے درمیان زبردست گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں دونوں طرف مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ستر ہزار کے قریب فوجی مارے گئے۔ ان میں چالیس پینتالیس ہزار شامی تھے اور پچیس ہزار عراقی تھے۔ آخر لیلۃ الحریر کے فیصلہ کن محاذ پر حالات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں ہو گئے اور وہ فتح یاب ہونے کے قریب تھے کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے مشوروں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شامی لشکر میدان جنگ میں نیزوں پر قرآن مجید اٹھائے ہوئے نکلا اور کہا کہ اب جنگ کا فیصلہ اس کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہزار ہا مسلمانوں کا خون بہہ چکا تھا۔ قرآن مجید کو نیزوں پر دیکھ کر فریقین نے جنگ روک لی۔ دونوں طرف سے ثالث مقرر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث مقرر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے بارہ ہزار لوگ شعث بن راسبی کی سربراہی میں فوج چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور حرورا چلے گئے۔ انہیں خارجی گروہ کہا جانے لگا دومتہ الجندل میں دونوں ثالثوں نے فیصلے کا اعلان کرنا تھا۔ ان دونوں نے فیصلہ کیا تھا کہ دونوں سربراہوں کو معزول کر کے نئے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔ پہلے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمروؓ بن عاص نے اعلان کیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی بجائے خلیفہ منتخب کرتے ہیں۔ اس اعلان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی برہم ہوئے۔ اس دوران خارجیوں کے حملے کی اطلاع ملتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی فوج لے کر نہروان جانا پڑا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مداخلت سے کچھ تعداد خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے واپس آن ملی اور کچھ تعداد واپس کوفہ چلی گئی۔ باقی چار ہزار خارجیوں نے مقابلہ کیا اور سب کے سب میدان جنگ میں کام آئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ شام میں حضرت

Marfat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے کے لئے جانا چاہتے تھے مگر فوج جنگ کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ فوجیوں نے آرام کرنے کا بہانہ کیا اور واپس چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی کوفہ لوٹ جانے کا ارادہ کرلیا۔

☆

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو؄ بن العاص کو چھ ہزار کے لشکر کا سپہ سالار بنا کر مصر بھیجا۔ وہاں انہوں نے حاکم مصر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو شکست فاش دے کر مصر پر قبضہ کرلیا۔ مصر کی فتح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طاقت میں اضافہ ہوگیا۔ انہوں نے مختلف اطراف میں فوجی دستوں کو روانہ کیا۔ ان دستوں نے ہر جگہ تہلکہ مچادیا۔ مسلسل خانہ جنگیوں اور بدامنی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھبرا گئے۔ آئے دن کی جھڑپوں اور شورشوں سے تنگ آکر بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے باہم سمجھوتہ کرنے پر حالات نے مجبور کردیا۔ انہوں نے آپس میں معاہدہ کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عراق، حجاز اور مشرقی علاقے کا خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام، مصر اور مغربی علاقے کی خلافت سنبھال لی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باقاعدہ حکومت تسلیم کرلی گئی اور وہ گورنر سے خلیفہ بن گئے۔ اس طرح خلافت دو حصوں میں بٹ گئی۔ ملک کا بٹوارہ ہوگیا اور اس کے دو خلیفے ہوگئے۔

40 ہجری میں خارجیوں نے سازش کی اور نہروان کی جنگ کا انتقام لینے کے لئے تین جانبازوں نے عہد کیا کہ وہ ایک ہی دن ایک ہی وقت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو قتل کردینگے۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک یہ تینوں زندہ رہیں گے مسلمانوں کی خون ریزی جاری رہے گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا۔ مگر وار اوچھا پڑا وہ زخمی ہوئے مگر بچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اس دن مسجد نہیں گئے تھے ان کے دھوکے میں قاضی شہید ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

Marfat.com

عراقیوں نے ان کے صاجزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر صرف خارجیوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہادر سپہ سالار اور دانشمند سیاستدان تھے۔ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ کی خلافت کے بعد خود ہی ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سارے کے سارے علاقوں کے واحد خلیفہ بن گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بحری بیڑہ تیار کیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شمالی افریقہ میں اپنی حکومت کو وسعت دی۔ سوڈان کے بعض علاقوں کو فتح کیا۔ اس کے علاوہ سوسیہ اور جلولاء کو فتح کیا۔ انہوں نے بحری بیڑے کی مدد سے عیسائیوں کو سمندری جنگوں میں شکست فاش دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک نیا شہر قیروان آباد کیا تاکہ اس طرف سے باغی سر نہ اٹھا سکیں۔ انہوں نے خشکی اور بحری راستوں سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو نقصان ہوا اور شہر پر قبضہ نہ کر سکنے کی وجہ سے واپس چلے گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روڈس اور ارواڈ فتح کئے البتہ سسلی اور کریٹ فتح نہ کر سکے۔ انہوں نے ہندوستان پر حملے کئے۔ ایک فوج مہلب کی قیادت میں درہ خیبر کے راستے سندھ پر حملہ آور ہوئی۔ اس دوران قندھار بھی فتح ہو گیا۔ اس کے بعد ترکستان فتح ہوا۔ بخارا اور سمرقند کا محاصرہ کیا اور سات لاکھ سالانہ خراج کے عوض صلح کی۔ اس کے بعد ترمذ پر بھی قبضہ کر لیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنی امیہ کی پوری حمایت تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے قصاص کا مطالبہ کرنے والے سب ان کے حامی تھے۔ البتہ شیعان علیؓ یہ سمجھتے تھے کہ اہل بیت خلافت کے صحیح حق دار ہیں۔ ان دو گروہوں کے علاوہ تیسرا گروہ خارجیوں کا تھا جو ان دونوں کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کئی مقامات پر بغاوتیں کیں۔ اہل کوفہ نے خارجیوں کے ایک سردار فروہ بن نوفل کو گرفتار کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد کوفہ کے لوگوں نے

Marfat.com

خارجیوں کے دوسرے سردار عبداللہ بن ابی الجوسا کو گرفتار کیا اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد ان کے تیسرے سردار جوثرہ بن وداع اسدی کے مقابلے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عوف کو بھیجا۔ مقابلے میں یہ سردار بھی ہلاک ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا تا کہ حالات پر قابو پا سکیں۔ انہوں نے کوشش کر کے تمام قبائل پر قابو پا لیا۔ 43 ہجری میں خوارج نے اپنے سردار مستورو بن علقمہ کی قیادت میں بغاوت کی۔ مغیرہ بن شعبہ نے معقل بن قیس کی سربراہی میں لشکر مقابلے کے لئے بھیجا۔ خارجی ہر معرکے میں کامیاب ہو رہے تھے لیکن آخر میں معقل بن قیس اور مستورو بن علقمہ نے ایک دوسرے کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ (۲)

زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جو شیعان علیؓ سے تعلق رکھتا تھا فارس کا گورنر تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے 45 ہجری میں اسے بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ زیاد نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بصرہ میں عبداللہ بن عامر کی نرم طبیعت کی وجہ سے جو بدامنی پھیل گئی تھی۔ زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اس پر قابو پا لیا۔ 50 ہجری میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بھی بنا دیا گیا۔ وہ چھ ماہ کوفہ میں اور چھ ماہ بصرہ میں گزارتے تھے۔ کوفہ میں شیعانِ علیؓ کے ایک سردار حضرت حجرؓ بن عدی رہتے تھے۔ یہ جماعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتی تھی۔ زیاد نے حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے تیرہ ساتھیوں کو گرفتار کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ ان میں سے چھ اشخاص نے معافی مانگ لی۔ حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے سات ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ (۳) مسلمانوں کو حضرت حجرؓ بن عدی جیسے بزرگ صحابی کی شہادت کا بہت صدمہ ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ 54 ہجری میں عبیداللہ بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس نے ترکستان کو فتح کیا۔ 55 ہجری میں سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ غنی کو ان کی

Marfat.com

جگہ گورنر بنایا گیا۔ بخاریٰ میں حکمران خاتون قبق ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج لے کر مقابلے کے لئے آگے بڑھی مگر اس کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔ مسلمانوں کو بغیر جنگ لڑے فتح حاصل ہوئی۔ بخاریٰ کے بعد سمرقند پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

☆

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہا۔ کوفہ میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے اثر سے اہل کوفہ نے یزید کے ہاتھ پر جانشینی کے لئے بیعت کی۔ یزید ایک لا ابالی قسم کا انسان تھا۔ حجاز کا گورنر مروان بن حکم تھا۔ اس نے مدینہ کے لوگوں سے بیعت لینا چاہی مگر وہاں پر کئی بزرگ ہستیاں زندہ تھیں۔ یزید کسی طرح خلافت کا مستحق نہیں تھا۔ لوگ مشتعل ہو گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے یزید کی جانشینی کے لئے عراق و شام سے بیعت لینے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ مروان بن حکم نے مدینہ منورہ کے لوگوں کا ردعمل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کانوں تک پہنچایا تو وہ خود ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ یہاں پر پانچ بزرگ ایسے تھے جو یزید کی مخالفت کر سکتے تھے۔ ان کے نام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ ان بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنے کی خبر سنی تو وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے مکہ گئے۔ ان بزرگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بات چیت کے لئے بھیجا۔ حجاز کے دوسرے بہت سے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ ان بزرگوں نے یزید بن معاویہ کی خلافت کے لئے نامزدگی کو قبول نہیں کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں سے کہا کہ وہ یزید کی خلافت قبول کرتے ہیں؟ یہ سن کر لوگوں نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس شام چلے گئے۔ 60 ہجری میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ مرض بڑھ گیا۔ یزید کہیں دمشق

Marfat.com

سے باہر تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کرتے ہوئے ان ہی پانچوں بزرگ ہستیوں کا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سب سے زیادہ خطرہ حضرت امام حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ مقابلہ کریں گے۔ وہ ہمارے قریبی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ اگر تم ان پر غالب آؤ تو درگزر کر دینا اور چشم پوشی سے کام لینا۔ اگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ضحاک بن قیس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھتر برس تھی۔ (۴) انہیں دمشق میں دفن کیا گیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال حکومت کی۔ جس میں سے بیس سال تک وہ شام کے گورنر رہے تھے۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں۔ انہوں نے ایک یمنی عالم سے یمن کی تاریخ لکھوائی۔ ان کی خلافت کے زمانے میں فوج میں ایک لاکھ اسی ہزار مسلمان شامل تھے۔ ان میں سے ساٹھ ہزار شامی، اسی ہزار عراقی اور چالیس ہزار مصری تھے۔ وہ 8 ہجری میں اپنے تمام خاندان کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلند قد وقامت کے تندرست انسان تھے۔ وہ بہت دین دار اور متقی تھے۔ انہوں نے فوت ہونے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنا کر لوگوں سے بیعت لی اور یہی ان کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اس طرح بادشاہت قائم ہو گئی۔ آخر کار وہ ایک دنیاوی حکمران بن گئے۔ ان کا بیٹا ولی عہد بنا اور بیت المال خلیفہ کی ذاتی ملکیت بن گیا۔ خلافت بھی بادشاہت میں بدل گئی اور خاندان کا موروثی حق بن گیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی بیعت نہ کی اور دونوں نے جنگ کر کے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ساری عمر جنگیں لڑنے اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں گزری۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے قصاص کے مطالبے میں ان کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مخالفتوں کی خلیج بڑھتی چلی گئی۔ اس طرح آپس کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے اسلامی فتوحات کی رفتار سست پڑ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں تو کوئی فتوحات نہ ہو سکیں

Marfat.com

تاہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواجِ مطہرات کا بہت احترام کرتے تھے۔ انہوں نے اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب لکھوائی۔ وہ متحمل مزاج تھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے خطیب بھی تھے۔ ان کا شمار فقہاء میں ہوتا ہے۔ ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری کرتے تھے، وہ تبلیغ اسلام کرتے تھے اور عالم دین بھی تھے۔ انہیں جبر الامت کہا جاتا تھا۔ ان کے اندر جنگی صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فقہ کی ترتیب کا کام زیادہ تر ہوا۔ انہوں نے اسلامی فقہ کے مراکز مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام اور مصر میں قائم کئے۔

☆

احادیث - روایات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ بخش دے گا مگر اس شخص کو نہیں بخشے گا جو مشرک مر جائے یا جس نے کسی مومن کو ناحق قصداً قتل کیا ہو'' (ابوداؤد) (۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کو ایک سوراخ سے دو بار ڈنگ نہیں لگتا یعنی وہ ایک بار دھوکا کھا کر ہوشیار ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی تجربہ کھا کر دانا بنتا ہے۔'' (۶)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے (بحوالہ مغیرہ رضی اللہ عنہ) روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بے فائدہ بک بک کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بہت سوال کرنے اور بغیر ضرورت کے مسئلے پوچھنے سے، پیسہ برباد کرنے سے، اسی طرح جو دینا چاہئے اس کو نہ دینے سے اور نہ لینا ہو اس کو مانگنے سے، ماؤں کی نافرمانی سے اور لڑکیوں کو زندہ گاڑنے سے منع فرمایا ہے۔'' (۷)

☆

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن قلابہ رضی اللہ عنہ صحرائے عدن میں اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں شداد بن عاد کے بنائے ہوئے شہر میں جا پہنچا، جہاں پر شداد نے جنت بنائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن قلابہ رضی اللہ عنہ نے اس شہر کی تمام زینت کو دیکھا مگر وہاں کوئی آباد نہیں تھا۔ وہ کچھ جواہرات لے کر واپس آ گئے۔ جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہیں بلوا کر سارا حال معلوم کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کو بلا کر پوچھا

''کیا دنیا میں ایسا کوئی شہر ہے؟''

انہوں نے جواب دیا

''ہاں! اس کا ذکر قرآن مجید ہے، یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا۔ وہ سب اللہ کے عذاب سے ختم ہو گئے اور کوئی نہ بچا اور آپ کے زمانہ میں ایک مسلمان قصیر القامت جس کے ابرو پر تل ہو گا اپنے اونٹ کو تلاش کرتا ہوا وہاں تک پہنچے گا۔''

پھر انہوں نے عبداللہ بن قلابہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

بخدا! وہ شخص یہی ہے''۔

☆

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہوا' اسے عہد کا پابند رہنا چاہیے۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں روم کی سرحد پر اس خیال سے لشکر کو جمع کیا کہ جونہی معاہدہ ختم ہو' اچانک رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ اُن کی اس کارروائی پر حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اور انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی کہ معاہدہ کی مدت کے اندر اس قسم کا جارحانہ طرزِ عمل اختیار کرنا غداری ہے۔ اُن کی دلیل سے حضرت معاویہؓ قائل ہو گئے اور اس اصول کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور سرحد پر فوج کا اجتماع روک دیا۔ (۱۰)

Marfat.com

(۱) بخاری شریف جلد 3 کتاب الطلاق ص 161

(۲) تاریخ اسلام حصہ اول شاہ معین الدین احمد ندوی ص 357

(۳) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین

(۴) جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم ص 453

(۵) بہار شریعت جلد 2 حدیث 20 ص 787

(۶) بخاری شریف جلد 3 کتاب الادب ص 449

(۷) بخاری شریف جلد 3 کتاب الرقاق ص 583

(۸) تفہیم القرآن جلد 5 ص 89

(۹) کنز الایمان ص 1069

(۱۰) تفہیم القرآن جلد 2 ص 154

(۱۱) بخاری شریف جلد 3 کتاب الفتن ص 853

(۱۲) بہار شریعت جلد 2 حدیث 11 ص 626

(۱۳) بہار شریعت جلد 2 حدیث 27 ص 710

(۱۴) بہار شریعت جلد 1 حدیث 19 ص 727

(۱۵) بخاری شریف جلد 3 کتاب الاعتصام ص 934

(۱۶) بہار شریعت جلد 1 حدیث 1 ص 168

(۱۷) بہار شریعت جلد 2 حدیث 23 ص 649

(۱۸) فضائل اعمال ص 417

(۱۹) بخاری شریف جلد 3 کتاب القدر ص 638

Marfat.com

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 4 ہجری میں تولد ہوئے۔ ان کا تعلق ہاشمی خاندان سے تھا۔ ان کے والد کا نام حضرت علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب تھا۔ ان کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ماں باپ دونوں طرف سے ہاشمی تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر چھ سال اور چند ماہ تھی۔ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ بہت متقی انسان تھے۔ انہوں نے پچیس حج پیدل کئے تھے۔ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ ان کے چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ (۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں نواسوں سے بہت محبت تھی۔ آپؐ نے ان دونوں کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ ''میں تم کو اللہ کے بے عیب کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظر بد سے'' (ترمذی) (۳)

ابن ابی حاتم، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان پر ایک کپڑا

Marfat.com

ڈال دیا اور فرمایا ''الٰہی! یہ میرے اہل بیت میں سے ہیں۔ ان سے گندگی کو دور کر دے اور انہیں پاک کر دے'' (۴)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بہت دلیر تھے۔ انہوں نے کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب خلافت سے دستبردار ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے دو لاکھ سالانہ وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے قبول کرایا تھا مگر ان کی دستبرداری کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلاف تھے۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا تو وہ بستر مرگ پر پہنچ گئے۔ بعض لوگوں کو شک تھا کہ انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلوایا ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ تو پہلے ہی حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو چکے تھے۔ فوت ہونے سے پہلے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زہر کا ذکر کیا تو انہوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نام جان کر تم کیا کرو گے؟''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''اسے قتل کر دوں گا''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر میرا شک ٹھیک ہے تو میرا خدا بدلہ لے گا اور اگر ٹھیک نہیں تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی ناکردہ پکڑا جائے'' (۵)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قریب جنت البقیع میں دفن کرنے کے بعد دین اسلام کی طرف پوری توجہ دی اور اسی مقصد کے لئے واقعہ کربلا ہوا۔ انہوں نے میدان جنگ میں مقابلہ کر کے اپنی جان دے کر ہمیشہ کے لئے اپنا نام زندہ کر دیا اور یہ ان کی سب سے بڑی فتح تھی۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے پہلے کچھ تاریخی پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔ قریش

Marfat.com

کے دس قبیلوں بنو ہاشم، بنی امیہ، بنی نوفل، بنی عبدالدار، بنی اسد، بنی تیم، بنی مخزوم، بنی عدی، بنی جمح اور بنی سہم میں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ بہت ممتاز تھے۔ زمانۂ جاہلیت سے ان دونوں کے درمیان رقابت اور عداوت چل رہی تھی۔ ہاشم کی نیک نامی اس کے بھتیجے اُمیہ کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اس نے چچا کو ایک مناظرے کے لئے چیلنج کیا جس میں وہ ہار گیا اور اسے دس سال کے لئے جلاوطن ہونا پڑا۔ جب بعثت نبویؐ ہوئی تو اس کا اعزاز بنی ہاشم کو ملا۔ بنی ہاشم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے چچا اور ان کے بیٹے بھی تھے۔ آپؐ کی مخالفت میں صرف ایک چچا ابولہب تھا ورنہ تمام بنی ہاشم کی ہمدردیاں آپؐ کے ساتھ تھیں۔ بنی امیہ کے تین سردار ابوسفیان، عفان اور حکم اقتدار میں تھے، ان کے بعد ان کے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور مروان بھی سردار تھے۔ امیہ نے اپنے چچا ہاشم سے مقابلہ کیا تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام سے پہلے رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگیں کیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور اس کے بیٹے یزید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔ جس میں وہ خود شامل نہیں تھا مگر اس کی حکومت ہوئی۔

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی تین سیاسی جماعتیں بن چکی تھیں۔ ان فرقوں کی وجہ سے مسلمانوں میں بے چینی اور بدامنی پھیل گئی تھی۔ یہ تین فرقے خارجی، شیعانِ علیؓ اور شیعانِ معاویہؓ تھے۔ ان میں سے خارجی فرقہ شیعان علیؓ اور شیعان معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے۔ خارجیوں کے دو بڑے مرکز کوفہ اور بصرہ میں تھے۔ ان کی وجہ سے اکثر بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ ایک مدبر سیاست دان تھے۔ انہوں نے قبائل کو اپنے ساتھ شامل کر کے خارجیوں کو ان کی مدد سے محروم کر دیا تھا۔ کوفہ کی طرح بصرہ میں بھی بدامنی تھی۔ وہاں شیعانِ علیؓ کا زور تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا گورنر زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تاکہ باغیوں کے حملوں کو کچل دیا جائے۔ شیعان علیؓ کا

Marfat.com

موقف تھا کہ خلافت کے صحیح حقدار اہل بیت ہیں۔ ویسے تو زیاد بھی ان کا حامی تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتا رہا تھا۔ اس نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ شروع شروع میں زیاد کو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جنہوں نے اسے حضرت معاویہؓ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا تھا۔ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ وہ سختی سے بصرہ کا انتظام کرنے لگا اور کسی حد تک حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بصرہ اور کوفہ دونوں جگہوں کا گورنر بنا دیا گیا۔ وہ دونوں جگہوں پر چھ چھ ماہ رہنے لگا تھا۔ کوفہ کے لوگ ابتدا میں زیاد کو قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ اس پر پتھر پھینکتے تھے اور قابو میں نہیں آتے تھے۔ زیاد نے سخت کاروائی کا فیصلہ کیا۔ اس نے چن چن کرتیس کوفیوں کو گرفتار کرلیا اور ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اس طرح سختی کر کے اس نے حالات پر قابو پالیا اور صوبے میں امن قائم ہوگیا مگر کوفہ کے شیعان علیؓ گروہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔ ان کے سردار حضرت حجرؓ بن عدی تھے۔ حضرت حجر رضی اللہ عنہ کی جماعت میں زیاد نے پھوٹ ڈلوا دی اور ان کے ساتھ صرف تیرہ آدمی رہ گئے۔ انہیں گرفتار کر کے اس نے دمشق میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے سات ساتھیوں کو قتل کرا دیا اور باقی چھ ساتھیوں کو معافی مانگنے پر معاف کر رہا کر دیا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رائے دی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کر کے لوگوں سے بیعت لے لیں تاکہ بعد میں جانشینی کا فتنہ پیدا نہ ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ، بصرہ اور حجاز کے لوگوں سے بیعت لینے کی تمام ذمہ داری وہاں کے گورنروں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، زیاد اور مروان بن حکم کے حوالے کر دی۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے اپنے اثر و رسوخ سے اہل کوفہ سے یزید کی بیعت کرا دی۔ زیاد جابر انسان تھا، اس نے کسی نہ کسی طرح حکمت عملی سے بصرہ کے لوگوں سے یزید کی بیعت کرادی۔ اس

Marfat.com

طرح کوفہ اور بصرہ سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو حمایت حاصل ہوگئی یعنی شام اور عراق کے عوام نے یزید کو جانشین تسلیم کر لیا۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے شاہانہ ماحول میں جنم لے کر بہت ناز و نعم سے پرورش اور تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اسے حکومت چلانے کے گر اور قواعد بھی سکھائے گئے تھے۔ جب وہ جوان ہوا تو اسے چند مہمات پر بھیجا گیا اسے دو دفعہ امیر الحج بنا کر بھی بھیجا گیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجاز کے گورنر مروان بن الحکم کو حکم دیا کہ وہ وہاں عوام سے یزید کے لئے بیعت حاصل کریں۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ملی تو وہ ایک ہزار شامیوں کے لشکر کے ساتھ خود مدینہ منورہ آ پہنچے۔ مدینہ کو چھوڑ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اور حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذاکرات کی کوشش کی تو ان بزرگوں کی جانب سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سفیر بن کر ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو واضح کر دیا کہ وہ کسی بھی صورت میں یزید کو جانشین قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بہت اصرار اور سمجھانے کے باوجود وہ نہ مانے۔ اس بات پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے یوں ہی لوگوں کو کہہ دیا کہ ان پانچوں بزرگوں نے بیعت کر لی ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے بیعت کرنا شروع کر دی۔ ان پانچ بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے باقی سب لوگوں سے بیعت لے لی اور واپس چلے گئے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو اپنی وصیت میں اپنے بیٹے یزید کو بتایا کہ ان بزرگوں میں سے صرف اس کی مخالفت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کریں گے۔ 60 ہجری حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تخت نشین ہوا۔ اس دوران یزید کے ہاتھ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت کر لی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر فوت ہو گئے۔ یزید نے باقی دو بزرگوں سے بھی بیعت لینا ضروری سمجھا۔ اس نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو ہدایات بھیجیں کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لے لے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں منتقل ہو گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ چلے جانے کی اطلاع کوفہ پہنچی تو شیعانِ علیؓ سلیمان بن صرو کے مکان پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ بنانا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد بنا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مکہ مکرمہ بھیجا۔ وفد نے انہیں تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو سفیر بنا کر کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیں۔ کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل نے مختار بن ابی عبید کے گھر قیام کیا۔ کوفہ والوں نے مسلم بن عقیل کی بڑی پذیرائی کی اور انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان کی دعوت پر اٹھارہ ہزار شیعان علیؓ نے جمع ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں صلاح و مشورے کر کے یہ فیصلہ کیا کہ وہ کوفہ تشریف لے آئیں۔ کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ حالات پر امن ہونے کی وجہ سے اس نے مداخلت نہیں کی۔ جب ان حالات کے بارے میں یزید کو خبریں ملیں تو اس نے نعمان بن بشیر کو برطرف کر کے اس کی جگہ نیا گورنر عبداللہ بن زیاد کو مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ ان لوگوں سے سختی سے نبٹے۔ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار تھے۔ مسلم بن عقیل نے اپنی رہائش ہانی بن عروہ مذحجی کے ہاں کر لی۔ روایات کے مطابق وہاں اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آنے کا پیغام بھیج دیا تھا۔ عبداللہ بن زیاد نے ہانی کو بلوا کر مطالبہ کیا کہ مسلم بن عقیل کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ جب اس نے حکم

Marfat.com

نہ مانا تو اسے قید کر دیا۔ کوفہ میں ہانی کے قتل ہو جانے کی افواہ پھیل گئی۔ یہ خبر سن کر مسلم بن عقیل اٹھارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور عبیداللہ بن زیاد کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت گورنر کی حفاظت کے لئے صرف پچاس آدمی تھے۔ اس نے بہت چالاکی سے لوگوں کو بہلا پھسلا کر انعامات کا لالچ دے کر منتشر کر دیا۔ اب مسلم بن عقیل کے ساتھ صرف تین آدمی رہ گئے تھے۔ اس نے مجبور ہو کر ایک بڑھیا کے ہاں پناہ لی۔ (حیرت کی بات ہے کہ گورنر کے ساتھ صرف پچاس آدمی تھے اور اس نے مسلم بن عقیلؓ کے اٹھارہ ہزار ساتھیوں کو کیسے الگ کرا دیا؟) ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ مسلم بن عقیل نے مقابلہ کیا مگر گرفتار ہوئے۔ اس موقع پر محمد بن اشعث انہیں جان کی امان کا وعدہ کر کے ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ مگر ابن زیاد نے اس کے دیئے ہوئے وعدہ کو نہ مانا۔ مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے یہ وعدہ لیا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان تمام حالات سے آگاہ کر دے اور اگر وہ ان کے پیغام کے مطابق مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہوں تو انہیں واپس بھیج دیں اور انہیں بتائیں کہ کوفہ کے لوگ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اس نے مسلم بن عقیل سے اس بات کا پکا وعدہ کیا (٦) ابن زیاد نے ہانی بن عروہ اور مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم دے دیا۔ مسلم بن عقیل کوفہ کے سازگار حالات اور لوگوں کے جوش و خروش سے متاثر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کا پیغام بھیج چکے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی مسلم کے پیغام ملنے پر تیار ہو گئے۔ ان کے ارادے کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو پتہ چلا تو انہیں جانے سے منع کیا بلکہ مشورہ دیا کہ وہ عراق کی بجائے یمن چلے جائیں مگر وہ یہ جان چکے تھے کہ یزید کی سلطنت میں اس کی بیعت کئے بغیر رہنا محال ہے۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر واپس آ جائیں مگر مکہ مکرمہ کی طرح ان کے لئے مدینہ منورہ بھی رہنے کے لئے موزوں نہیں تھا۔ اہل مکہ نے بھی انہیں بہت روکا مگر وہ جانے کا ارادہ کر چکے تھے۔ حج سے ایک روز پہلے وہ روزانہ ہو گئے۔

Marfat.com

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کو لے کر قافلے کے ساتھ ثعلبہ کے مقام پر پہنچے تو انہیں محمد بن اشعث کے قاصد نے مسلم بن عقیل کا آخری پیغام پہنچایا اور ساتھ ہی انہیں مسلم بن عقیل کے قتل کا بھی بتا دیا۔ مکہ مکرمہ کے گورنر عمرو بن سعید کا قاصد بھی پہنچا کہ مکہ کا گورنر ان کی مکہ میں حفاظت کی ذمہ داری لینے کو تیار ہے، لہٰذا لوٹ آئیے۔ مسلم بن عقیل کے قتل کا سن کر قافلے کے بہت سے لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور واپس چلے گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے خاندان کے لوگ رہ گئے تھے۔ ابن زیاد نے ایک ہزار سپاہیوں کو کوفہ کے ایک سردار حر بن یزید تمیمی کی سربراہی میں روانہ کر دیا تھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس لے آئیں۔ وہ ذی حشم کے مقام پر پہنچا اور قافلے کو لے کر کربلا پہنچا۔ 2 محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنا قافلہ اتارا۔ 3 محرم کو ابن زیاد نے تین چار ہزار کی فوج عمر بن سعد کی قیادت میں بھیجی تا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لے لیں مگر انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ عمر بن سعد نے دیکھا کہ وہ نہیں مانتے تو 7 محرم سے دریائے فرات سے ان پر پینے کا پانی پر پابندی لگا دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ کسی طرح اس دن پانی لے آئے۔ اس کے بعد پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاس کی شدت سے آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کربلا کے میدان میں تڑپنے لگے۔ عمر بن سعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رشتے دار تھے مگر حکومت کے لالچ میں انہیں بیعت پر مجبور کر رہے تھے۔ ابن زیاد نے شمر ذی الجوش کو ایک دستہ دے کر بھیجا۔ عمر بن سعد 9 محرم کو آخری دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملے مگر انہیں بیعت پر رضامند نہ کر سکے۔ اگلی صبح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بہتر مجاہدین کے ساتھ میدان جنگ میں چار ہزار کی فوج کے مقابلے میں نکلے۔ 10 محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر سے خطاب کیا۔ پھر دشمن کے لشکر کو خطاب کر کے اپنے یہاں تک آنے کا مقصد بتایا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ذلیل ہو کر بیعت کر کے یزید کی خلافت قبول نہیں کر سکتے۔ حر بن یزید تمیمی ان کی باتوں سے متاثر ہو کر

Marfat.com

ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مٹھی بھر لشکر تھا جو دشمن کے چار ہزار سپاہیوں سے لڑ رہا تھا۔ حضرت علی اکبر، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے قاسم اور ابوبکر، عقیل کے فرزند عبدالرحمٰن اور ان کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پوتے عدی اور عبداللہ بن مسلم شہید ہوئے۔ دوپہر تک ان کے بہت سے آدمی شہید ہو چکے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی بہت بہادری سے بھوکے پیاسے لڑ رہے تھے۔ آخری میں ان کے بھائی عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان چاروں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے بے چین ہو رہے تھے، انہیں ہر طرف سے عراقیوں نے گھیرے میں لے لیا۔ ذرعہ بن شریک تمیمی نے تلوار سے ہاتھ اور گردن پر وار کر کے ان کو زخمی کر دیا۔ سنان بن انس نے تیر مار کر انہیں گرا دیا۔ اس سانحہ میں بنی ہاشم کے بیس آدمیوں نے حصہ لیا تھا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زمین پر گر گئے تو انہیں شہید کر دیا گیا۔ سنان بن انس نے ان کا سر مبارک کاٹ کر نیزے پر چڑھا کر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ 10 محرم 61 ہجری بمطابق ستمبر 681ء میں پیش آیا۔ دوسرے دن غاغریہ والوں نے تمام شہیدوں کو دفن کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کو بھی دفن کر دیا گیا۔ (۷)

اس جنگ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جواں سال صاحبزادے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ زندہ بچے جو بعد امام زین العابدینؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ جب یہ لٹا ہوا مظلوم قافلہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اس نے بھی ابن زیاد کی زیادتی پر افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو ابن زیاد نے یزید کے لئے بھیج دیا تھا۔ عبداللہ بن زیاد کے پاس جب ان کا سر مبارک لایا گیا جو ایک طشت میں رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک چھڑی سے ان کی ناک اور آنکھ پر مارنے لگا اور آپ کے حسن کے بارے میں کچھ کہنے لگا۔ انس نے کہا کہ ''اپنی چھڑی کو سرکاؤ''۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سب لوگوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ (۸) ایسی روایات کو اکثر محققین نے مشکوک قرار دیا ہے۔

Marfat.com

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے بچے کھچے ستم رسیدہ لوگوں کو تین دن تک اپنے محل میں رکھا۔ ایک روایت کے مطابق وہ ڈیڑھ ماہ یزید کے مہمان رہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اس نے تو صرف بیعت لینے کا حکم دیا تھا نہ کہ خون ریزی کا۔ اس کے محل میں تین دن تک کہرام مچا رہا۔ اہل بیت پر کیے گئے ظلم و ستم نے عوام میں غصہ اور نفرت پھیلا دی۔ لوگوں نے امویوں کے خلاف تحریک شروع کر دی اور ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ اموی سپاہیوں نے میدان جنگ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو سامان لوٹا تھا، یزید نے اس کا دوگنا واپس انہیں دے دیا۔ اس کے بعد یزید نے انہیں احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

واقعہ کربلا سے عالم اسلام میں بنی امیہ کے خلاف اشتعال پھیل گیا۔ گھر گھر نفرت اور غصہ کی وجہ سے لوگ انتقام کی تیاریاں کرنے لگے۔ سانحہ کربلا سے اندر ہی اندر امویوں کے خلاف انتقامی تحریکوں نے جنم لیا اور آخر کار ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دین کامل کو تمام شعبوں میں نافذ کرنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ تمام شعبوں میں کتاب و سنت کی بالادستی ہو جبکہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حرم کے حدود تک محدود کر دینا چاہتا تھا (۹) اس کے بلئے وہ بڑے بڑے وظائف دینے کو تو راضی تھا مگر وہ اس بات کے لئے تیار نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ایوان حکومت میں نافذ کیا جائے اور اسے ٹھاٹھ باٹھ کی بجائے سادہ زندگی گزارنی پڑے اور وہ حاکم کی بجائے خادم بن کر رہ جائے۔ یہی سارے جھگڑے کی بنیادی وجہ تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عظیم مقصد کے لئے ڈٹ جانے اور جبر کے مقابلے میں صبر کی عظیم مثال قائم کی۔ انہوں نے علاقہ تو فتح نہیں کیا لیکن ظلم کو ہمیشہ کے لیے شکست خوردہ بنا دیا اور ہمیشہ کے لئے سچائی کے ہم نواؤں کے دلوں کو فتح کر لیا۔ اسی لیے ہم نے ان کا نام ''فاتحین'' میں شامل کیا ہے۔

☆

Marfat.com

احادیث - روایات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی بے کار کاموں میں مشغول نہ ہو' (۱۰)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کوئی مسلمان مرد یا عورت اس کو کوئی مصیبت پہنچی ہو اور وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے کے بعد وہ اِنّا لِلّٰہِ واِنّا الیہ راجِعُون پڑھے تو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا، جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا (بیہقی) (۱۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔'' (۱۲)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی، وہ پورے ہفتہ تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اگر دجال بھی نکلے تو اس سے بھی محفوظ رہے گا (ابن کثیر) (۱۳)

---

(۱) فضائل اعمال ص 162
(۲) صحیح بخاری جلد 2 کتاب المناقب ص 461
(۳) تفہیم القرآن جلد 6 ص 558
(۴) تفہیم القرآن جلد 4 ص 93
(۵) تاریخ اسلام حصہ اول شاہ معین الدین احمد ندویؒ
(۶) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 189
(۷) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ
(۸) صحیح بخاری جلد 2 کتاب المناقب ص 460
(۹) انوار القرآن جلد 1 ص 272
(۱۰) فضائل اعمال ص 179
(۱۱) فضائل اعمال ص 179
(۱۲) بہار شریعت جلد 1 حدیث 4 ص 426
(۱۳) مجموعہ وظائف فقری ص 8

Marfat.com

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان کا تعلق بنوامیہ سے تھا۔ اس کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدمناف پر ملتا ہے۔ عبدالملک کے والد مروان بن الحکم، حضرت عثمانؓ بن عفان کے چچازاد بھائی تھے۔ عبدالملک ایک نامور عالم اور سیاست دان تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر مروان کا والد حکم مسلمان ہوا تھا مگر وہ مسلمانوں کے اندرونی راز فاش کرنے کی وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے وصال سے پہلے اسے واپس بلا لیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کا زیادہ کام مروان کے سپرد کر دیا تھا اور اس سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کر دیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم پر مدینہ منورہ میں لوگوں سے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانشینی کی بیعت لینے کی ذمہ داری ڈالی تھی مگر وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو مروان جو مدینہ کا گورنر تھا، وہ اور اس کا بیٹا عبدالملک ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بنی امیہ کو ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بنی امیہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ ان دونوں کی بیعت قبول نہیں کی بلکہ انہیں وہاں سے نکال دیا۔ وہ شام چلے گئے وہاں پر جابیہ میں تمام سرداروں نے مروان کو 64 ہجری میں خلیفہ منتخب کر لیا۔ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید کے مرنے کے بعد صرف تین ماہ تک حکومت چلا سکا تھا اس کے بعد معاویہ بن یزید بھی دستبردار ہو چکا تھا۔ مروان کے لئے میدان صاف تھا۔

Marfat.com

وہ بغیر کسی جدوجہد کے خلیفہ بن چکا تھا۔ جنگ جمل میں مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دیا اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا۔ شام پر قبضہ کرنے کے بعد مروان نے مصر کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے حاکم عبدالرحمٰن بن جحدم نے بیعت کر لی اور مصر پر بھی مروان کا قبضہ ہو گیا۔ مروان کے بعد خالد بن یزید اور عمرو بن سعید نامزد تھے (خالد بن یزید خود ہی دستبردار ہو گیا تھا)۔ مگر مروان بن حکم نے ان کی ولی عہدی کو ہٹا کر اپنے بیٹے عبدالملک اور اس کے بعد عبدالعزیز کو نامزد کر دیا۔ 65 ہجری میں مروان کو اس کی بیوی ام خالد نے زہر دے کر مار ڈالا۔ ام خالد دراصل یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھی۔ جس سے مروان نے شادی کر لی تھی۔ مروان نو مہینے کی خلافت کے بعد تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

65 ہجری میں عبدالملک بن مروان انتالیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ عبدالملک کو بنو امیہ کی حکومت کا بانی کہا جاتا ہے۔ اس نے کامیابی سے ملک پر آٹھ سال تک 65 ہجری سے 73 ہجری تک حکومت کی۔ اس وقت تک حجاز اور عراق پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عبدالملک بن مروان نے ختم کر دیا تو تیرہ برس تک 73 ہجری سے 86 ہجری تک اس نے پورے ملک پر حکومت کی۔ اس کی حکمرانی کا کل عرصہ اکیس سال یعنی 684ء سے 705ء تک رہا۔

عبدالملک بن مروان نے جب حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو ملک کے اندر کئی جگہوں پر شورشوں اور بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ عراق کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر رکھی تھی۔ انہوں نے ابن زیاد کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب مروان بن الحکم کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے ابن زیاد کو عراق کی مہم کا سالار بنا دیا تھا۔ ابن زیاد جزیرہ کو فتح کرتے ہوئے عراق کی طرف بڑھا۔ سلیمان بن صرو چھ ہزار توابین کے ساتھ عین الوردۃ کے مقام پر ابن زیاد کے مقابلے میں آیا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ توابین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماننے والے تھے۔ انہوں نے ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے کوفہ بلوایا تھا مگر عبداللہ بن زیاد کی مداخلت کی وجہ سے

Marfat.com

سلیمان بن صرو اور ان کا گروہ کوئی مدد نہ کر سکا تھا۔ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کے بعد جب عبداللہ بن زیاد شام کی طرف فرار ہوا تو چھ ہزار توابین کا لشکر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قصاص لینے کے لئے میدان میں نکلا۔ عین الوردۃ کے مقام پر گھسمان کا رن پڑا۔ اس جنگ میں توابین کو شکست فاش ہوئی اور سلمان بن صرو اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت میدان جنگ میں مارا گیا۔ شیعان علیؓ کا یہ گروہ اس طرح ختم ہو گیا مگر اس کا ایک رکن مختار ثقفی بچ گیا۔ اس نے شہدائے کربلا کا انتقام لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدینؒ کی سرپرستی چاہی مگر وہ رضامند نہ ہوئے۔ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غیر فاطمی صاحبزادے محمد بن حنفیہ کو جانشین بنا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ مختار ثقفی ایک طرف تو اپنی دوستی، وفاداری اور اطاعت کے دھوکے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو رکھے ہوئے تھا تو دوسری طرف اس نے ان کے ہی خلاف تحریک شروع کر دی تھی۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں کوفہ کے ایک رئیس ابراہیم بن اشتر کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ اس نے قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لیا اور شمر ذی الجوشن، عمرو بن سعد، غولی اصحی اور عبیداللہ بن زیاد کو قتل کر دیا۔ ابن زیاد کا سر قلم کر کے ابراہیم بن اشتر نے مختار ثقفی کے آگے رکھ دیا۔ اس نے حضرت زین العابدینؒ کے لئے مدینہ منورہ بھیج دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالرحمٰن کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ مختار بن ابی عبید ثقفی نے اسے کوفہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اب جا کر کہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار ثقفی کے مکر و فریب کا علم ہوا۔ مختار ثقفی کوفہ کا گورنر بن بیٹھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت مصعبؓ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار ثقفی کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ان کا ایک سپہ سالار احمد بن سلیط ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر میدان جنگ میں اترا مگر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے لشکر نے مختار ثقفی کے لشکر کو شکست فاش دے کر اسے قتل کر دیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔ یہ جنگ مدار میں ہوئی تھی۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ (۱) 69 ہجری میں عبدالملک

Marfat.com

نے ولی عہد عمرو بن سعید کو دمشق میں قتل کرا دیا۔ دوسرا ولی عہد خالد ابھی عمر تھا۔ عبدالملک 71 ہجری میں عراق پر حملہ آور ہوا کوفہ کے لوگ عبدالملک سے مل گئے۔ زبردست جنگ کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو شکست ہوئی۔ ایک شامی جانباز عبیداللہ بن ظبیان نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا سر قلم کر کے عبدالملک کو بھیج دیا۔ بنوامیہ کا عراق پر تسلط ہو گیا۔ اب صرف حجاز کا علاقہ باقی رہ گیا تھا۔ جس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قبضہ تھا۔ عبدالملک نے اپنے ایک سپہ سالار حجاج بن یوسف کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بڑی بہادری سے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ محاصرہ کی وجہ سے بیرونی امداد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ مکہ میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوج سے دس ہزار حجاج بن یوسف کے لشکر سے جا ملے۔ باقی لوگوں کے حوصلے بھی پست ہونے لگے تھے۔ آخر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں نکلے۔ انہوں نے بہت بہادری سے حجاج بن یوسف کی فوج سے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ عبدالملک کو جب اطلاع پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ ان کی لاش کو سولی سے اتار کر ان کی والدہ کے حوالے کیا جائے۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان سارے ملک کا واحد حکمران بن گیا۔

☆

اب عبدالملک بن مروان نے خارجیوں کی طرف دھیان کیا جو بنی امیہ کے جانی دشمن تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جانب سے مہلب بن صفرہ خارجیوں سے مقابلہ کر رہا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبدالملک سے مل گیا۔ عبدالملک نے خارجیوں کی سازشوں کا قلع قمع کیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث کی سربراہی میں کوفہ سے پانچ ہزار فوج بھیجی گئی۔ مہلب بن ابی صفرہ، عبدالرحمٰن بن اشعث اور خالد بن عبداللہ نے مل کر خارجیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ خارجی شکست کھا کر اہواز سے چلے گئے۔ عبدالملک نے اپنے بھائی بشر بن مروان کو بصرہ کا گورنر

Marfat.com

مقرر کیا۔ بحرین پر خارجیوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ ان کا سربراہ ابوفدیک تھا۔ عبدالملک نے عمر بن عبیداللہ کی قیادت میں دس ہزار کا لشکر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ عبدالملک کو فتح حاصل ہوئی۔ مہلب بن ابی صفرہ اٹھارہ ماہ تک خارجیوں سے لڑتا رہا۔ خارجیوں کے دو گروہ بن گئے اور وہ آپس میں لڑنے لگے ایک گروہ مغلوب ہو کر طبرستان چلا گیا۔ دوسرے گروہ کو مہلب نے حملہ کر ختم کر دیا۔ اب خارجیوں کا صرف ایک ہزار کا گروہ باقی رہ گیا تھا جس کا سردار شبیب تھا۔ عبدالملک نے عراق کا گورنر حجاج بن یوسف کو مقرر کر دیا۔ حجاج بن یوسف ثقفی ایک سخت دل اور جابر حکمران تھا۔ شبیب مختلف محاذوں پر لڑ کر فتح یاب ہو رہا تھا اور اب اس کی نظر کوفہ پر تھی۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے شبیب کے مقابلے کے لئے پچیس ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ زبردست جنگ کے بعد چند ہزار خارجیوں نے حجاج کے لشکر کو شکست دے کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ عبدالملک نے چار ہزار شامیوں کا لشکر بھیجا جس نے محاصرہ کر لیا۔ خارجیوں نے بہت بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ شامی جانبازوں نے بھی ہمت نہ ہاری اور آخر کار ان سب خارجیوں کو قتل کر کے نیست و نابود کر دیا۔ خارجیوں کی ایک جماعت کرمان میں نافع بن ازرق میں موجود تھی۔ اسے ازراقیہ کہتے تھے۔ ازراقیہ کا سردار قطری بن فجات تھا۔ اگرچہ مہلب اٹھارہ مہینوں سے ان کا مقابلہ کر رہا تھا مگر بے سود تھا۔ اس دوران آپس کے اختلافات کی وجہ سے قطری اپنی جماعت کے ساتھ طبرستان چلا گیا اس کے بعد نیا سردار عبدربہ الکبیر مقابلہ کے لئے نکلا مگر وہ مارا گیا۔ حجاج نے سفیان بن ابرو کی قیادت میں فوج کو طبرستان بھیجا جس نے قطری کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد قطری کا جانشین عبیدہ بن بلال مقابلے میں آیا اور میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی خارجیوں کا رہا سہا زور بھی ختم ہو گیا۔

اندرونی بغاوتوں کو فرو کر کے عبدالملک نے بیرونی فتوحات کی طرف دھیان دیا۔ عبدالملک نے 69 ہجری میں زہیر بن قیس کی سربراہی میں ایک لشکر قیروان روانہ کیا۔ شمالی افریقہ کے ایک بربری کسیلہ بن مکرم نے قیروان پر قبضہ کر رکھا تھا۔ کسیلہ کو جنگ میں شکست فاش دے کر ہلاک کر دیا گیا اور مسلمانوں کا قیروان پر قبضہ ہو گیا۔ اس موقع پر

Marfat.com

رومیوں کے ایک بڑے لشکر نے برقہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو شکست دیدی۔ زہیر بن قیس کو شہید کیا گیا۔ عبدالملک کو زہیر کے قتل اور مسلمانوں کی شکست کا بہت صدمہ تھا۔ اس نے 74 ہجری میں حسان بن نعمان غسانی کی سربراہی میں چالیس ہزار کا لشکر افریقہ بھیجا۔ حسان کے لشکر نے قیروان کو تسخیر کرلیا۔ وہ پیش قدمی کرتا ہوں قرطاجنہ جا پہنچا، جہاں افریقہ کے بربری اور یورپ کے عیسائیوں کے لشکر جمع ہو چکے تھے۔ قرطاجنہ کی جنگ میں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ برقہ سے لے کر بحراوقیانوس تک مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ شکست خوردہ فوجیوں نے قیروان اور قرطاجنہ سے فرار کے بعد جبل میں پناہ لی تھی۔ جہاں پر ملکہ وامیہ کی حکومت تھی۔ حسان بن نعمان نے جبل پر لشکرکشی کی مگر شکست فاش کھائی اس لڑائی میں مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ حسان اور اس کے ساتھی فرار ہوکر برقہ میں پناہ گزین ہوئے۔ پانچ سال کے انتظار کے بعد عبدالملک نے حسان بن نعمان کو کمک بھیجی۔ حسان بن نعمان نے حملہ کر کے ملکہ وامیہ کو شکست دی۔ ملکہ وامیہ اس جنگ میں ماری گئی۔ مسلمانوں کا شمالی افریقہ پر قبضہ ہوگیا۔ حسان بن نعمان نے قرطاجنہ کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام طونس رکھا۔ بربریوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

قیصر روم نے شام پر چڑھائی کردی۔ اسوقت عبدالملک عراق میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ لڑ رہا تھا۔ وہ ایک ہزار دینار بطور خراج انہیں دیتا تھا۔ جب عبدالملک دوسرے معرکوں سے فارغ ہوا اس نے قیساریہ کے مقام پر رومیوں سے زبردست جنگ لڑ کر فتح حاصل کی۔ اس کے بعد اس نے قالیقلا اور مصیصہ کو تسخیر کیا۔ مہلب نے امیر سبل کو شکست دے کر اس کے علاقے کو فتح کرلیا۔ بخارا کے بادشاہ نے چالیس ہزار کے لشکر کے لئے اپنے بیٹے حبیب کو منتخب کر کے مہلب کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ان کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں۔ 84 ہجری میں مہلب مرگیا۔ عبدالملک نے اس کے بیٹے یزید بن مہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

74 ہجری میں خراسان کے گورنر عبداللہ بن امیہ نے سیتان کے باغی ترک جرنیل زنبیل پر فوج کشی کی مگر اسے اسی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے صلح کرنا پڑی۔ عبدالملک

Marfat.com

نے عبداللہ کو معزول کر دیا۔ 78 ہجری میں حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن بکرہ کو زنبیل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا مگر اس کا انجام بھی پہلے کی طرح ہوا اور اسے سات لاکھ درہم دے کر صلح کرنا پڑی۔ 80 ہجری میں حجاج بن یوسف عبدالرحمٰن بن اشعث کو تیسری مرتبہ حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ زنبیل اطاعت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ ابن اشعث نے حملہ کرنا مناسب سمجھا۔ اس نے سیستان کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔ (۲)

☆

جب لوگوں نے عبدالملک بن مروان کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس مضمون کا بیعت کا خط لکھا۔ ''میں اللہ کے بندے عبدالملک بن مروان کا حکم اللہ کی شریعت اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں، جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اور میرے بیٹے بھی یہی اقرار کرتے ہیں''۔ (۳)

مروان بن الحکم نے خالد بن یزید اور عمر بن سعید کو جنہیں جانشینی کے لئے نامزد کیا گیا تھا، اس حق سے محروم کر کے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو یکے بعد دیگرے ولی مقرر کیا تھا۔ عبدالملک نے عبدالعزیز کو برطرف کر کے اپنے بیٹوں ولید اور سلیمان کو ولی نامزد کر دیا۔ چنانچہ یہ رسم چل پڑی جس کی ابتدا حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو جانشین نامزد کر کے کی تھی۔ اس کے بعد بنوامیہ کی خلافت میں ہر خلیفہ اپنے دو دو ولی عہد نامزد کرنے لگا۔

عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی کی شادی کی تو ان سے خرچ کرنے کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے یعنی خرچ میں اعتدال نیکی ہے جو دو بدیوں اسراف و اقتار کے درمیان ہے۔ (۴)

☆

عبدالملک نے سرکاری زبان عربی مقرر کی۔ اس نے ملکی اور عیسائی باشندوں کو اعلیٰ

Marfat.com

عہدوں سے معزول کر دیا۔ اس نے عربوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنا شروع کیا۔ عبدالملک نے دمشق میں اسلامی سکہ ڈھالنے کے لئے ٹیکسال قائم کی۔ اس نے بھی سونے کے سکے کا نام دینار اور چاندی کے سکے کا نام درہم رکھا۔ اس نے روسی اور پہلوی سکوں کو مکمل طور پر بند کر کے عربی سکے رائج کر دیئے۔ عبدالملک نے گھوڑوں کے ذریعے ڈاک کا انتظام دمشق تک منظم کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حطیم کا حصہ خانہ کعبہ کے اندر کر دیا تھا۔ عبدالملک نے اسے گرا کر پرانے نقشے کے مطابق نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ اس کے لئے ہر سال دمشق سے ریشمی غلاف بن کر آنے لگے۔ عبدالملک نے واسط کا شہر اور کئی نئی مساجد تعمیر کرائیں۔ عبدالملک نے عربی ادب کو فروغ دیا۔ اس نے حضرت سمیعہ بن مسیّب سے قرآن مجید کی تفسیر لکھوائی اور قرآن مجید پر اعراب اور علامت لگوانے کا حکم دے کر اس کی تلاوت کو آسان کیا۔

705ء میں عبدالملک بن مروان کا مختصر سی علالت کے بعد انتقال ہوا۔ اس نے اموی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ بدعنوانیوں کا خاتمہ کیا۔ خانہ جنگیوں کو رفع دفع کیا اور ایک مضبوط حکومت قائم کی۔ انتقال کے بعد عبدالملک کی عمر ساٹھ سال تھی اسے دمشق میں دفن کیا گیا۔ اس کے سولہ بیٹے تھے۔ معاویہ بن یزید کے بعد خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ خالد خود دستبردار ہو گیا تھا اور عمرو کو مروان نے ہٹا۔

عبدالملک کا شمار فقہا میں ہوتا ہے۔ خلافت سے پہلے وہ قضا و افتاء پر فائز تھا۔ 696ء میں اس نے امیر الحج کا فرض ادا کیا۔ اس نے اسلامی سکہ پر قل ھو اللہ اور لا الہ الا اللہ نقش کرایا تھا۔ (۲) امام شعبیؒ اور امام زہریؒ اس کو عالم فاضل مانتے تھے۔ وہ بہت نیک دل تھا مگر اس کی خلافت کا زمانہ پر آشوب تھا۔ اس لئے اسے سختی کرنی پڑی۔ اس نے دفتری زبان فارسی اور رومی زبانوں کو ہٹا کر عربی زبان مقرر کی۔ اس نے دمشق میں یونیورسٹی قائم کی۔

عبدالملک ایک بہادر اور دانشمند انسان تھا۔ اس نے فتوحات کر کے اسلامی حکومت سندھ سے جبرالٹر تک پھیلا دی۔ وہ اپنے عمال پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ اس نے تمام نامساعد

Marfat.com

حالات پر قابو پایا اور نئی فتوحات بھی حاصل کیں۔ اس لئے اسے اموی خاندان کا دوسرا بانی کہا جاتی ہے۔ وہ رعایا پر بے جا سختی نہیں ہونے دیتا تھا۔

---

(۱) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین

(۲) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 213

(۳) بخاری شریف جلد 3 کتاب الاحکام ص 886

(۴) کنز الایمان ص 658

(۵) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ ص 462

Marfat.com

ولید بن عبدالملک

ولید بن عبدالملک 86 ہجری میں اپنے والد عبدالملک بن مروان کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں امن و امان قائم ہوا اور فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا۔ اس لئے اس کے دور کو "سنہری دور" سمجھا جاتا ہے۔ وہ تعلیم کا شوقین نہیں تھا۔ ولید بن عبدالملک نے اپنی سلطنت کی وسعتوں کو بڑھایا۔ اس کے نامور سپہ سالاروں نے سندھ، سپین، چین اور ترکستان کے علاقوں کو فتح کیا۔ اس کی حکومت چین سے لے کر وسط یورپ تک پھیل گئی۔ وہ ایک کامیاب حکمران تھا اس کے دور میں خانہ جنگیاں ختم ہو چکی تھیں۔ (۱)
اگرچہ وہ کوئی عالم فاضل شخص نہیں تھا مگر پھر بھی وہ بنی امیہ کا ایک کامیاب ترین فرمانروا ثابت ہوا۔ ولید کی ماں کا تعلق قبیلہ عبس سے تھا اور اس کا نام ولادہ بنت عباس تھا۔ سلیمان بن عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا تھا مگر عبدالملک کے مرنے کے بعد جب ولید برسر اقتدار آیا تو اس نے سلیمان بن عبدالملک کی نامزدگی کو ختم کر دیا۔ اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز بن ولید کو جانشین نامزد کر دیا۔ اس کی حکومت کا یہ کامیاب ترین دور 86 ہجری سے 96 ہجری تک بمطابق 705ء سے لے کر 715ء تک رہا۔

ولید بن عبدالملک کے عہد میں مسجد نبویؐ کا کام مسلسل تین سالوں تک ہوتا رہا۔ اس کی تعمیر کے ساتھ اس کی وسعت بھی بڑھائی گئی۔ اس مسجد کے ساتھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے حجرے تھے۔ جب مسجد نبوی کی نئے سرے سے تعمیر کی گئی تو ان حجروں کو بھی گرا کر مسجد کے اندر شامل کر دیا گیا۔ مسجد کی تعمیر کے دوران اس کی تعمیر اور آرائش کے لئے

Marfat.com

قیصر روم نے بھی رقم فراہم کی۔ مسجد نبویؐ کے ساتھ ساتھ بیت المقدس اور مصر کی مساجد کی بھی نئے سرے سے تعمیرات کی گئیں۔ اس نے دمشق میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد کی تعمیر پر نو سال کا عرصہ لگا اور بے پناہ خرچہ ہوا۔ تعمیر مسجد کے لئے دوسرے ممالک سے معمار منگوائے گئے۔ ولید کا دور تعمیرات کا دور تھا۔ طونس میں جہاز سازی کا کارخانہ بنایا گیا۔ مسافروں کے لئے جگہ جگہ مسافر خانے بنائے گئے۔ مختلف علاقوں میں سڑکیں اور نہریں بنوائیں۔ اس کے زمانے میں گداگری کا خاتمہ ہوا۔ تعلیمی اداروں کو فروغ دیا گیا۔ یتیم خانے بنوائے گئے۔ واسط اور قیروان کی دو نئی چھاؤنیاں بنوائی گئیں۔ الغرض ملک بھر میں ہر طرف نئی تعمیرات ہوئیں۔ مجموعی طور پر یہ خوشحالی کا عہد تھا۔

ولید بن عبدالملک کے زمانے میں عربی حروف پر نقطے اور اعراب کا کام ہوا۔ اس وجہ سے عربی اور خصوصاً قرآن مجید کا پڑھنا سہل ہو گیا۔ ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں نامور سپہ سالاروں قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور مسلمہ بن عبدالملک نے شجاعت اور دلیری سے فتوحات کر کے اسلامی حکومت کی سرحدیں چین سے لے کر یورپ تک پھیلائیں۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں بہت سی اصلاحات بھی ہوئیں۔ بحری بیڑے کو بہت ترقی ہوئی۔ شام، طونس، مصر، سکندریہ اور نیل کی حفاظت کے لئے بحری فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ زراعت کے لئے نئی نئی نہریں کھدوائیں۔ شفاخانے تعمیر کرائے اور تعلیم و ترویج کے ادارے قائم کئے۔ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت بہترین اور کامیاب ترین دور تھا۔

ولید بن عبدالملک کے سنہری زمانے میں ہونے والی فتوحات اور ان کے سپہ سالاروں کے حالات فرداً فرداً بیان کئے جا رہے ہیں۔ ولید بن عبدالملک نے دو مرتبہ حج کئے۔ وہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتا تھا۔ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتا تھا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتا تھا۔ معذور لوگوں کے لئے وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا۔ ولید بن عبدالملک کا انتقال 96 ہجری میں بمطابق 715 چوالیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس کی خلافت کا عرصہ نو سال اور چند ماہ رہا۔ اس کی نماز جنازہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

Marfat.com

نے پڑھائی۔ اس کے انیس بیٹے تھے۔ جن کے نام سلیمان، محمد، عباس، عمر، بشر، روح، خالد، تمام، مبشر، حرب، یزید، عبدالرحمٰن، ابراہیم، یحییٰ، ابوعبیدہ، مسرور اور صدقہ تھے۔ (۱)

ولید بن عبدالملک نے مسلمانوں کی قوت کو یکجا کیا۔ ملک کے اندر خانہ جنگیاں ختم ہو گئیں۔ مالِ غنیمت میں جو فراوان خزانے قبضے میں آئے تھے۔ اس سے ملکی اصلاحات کی گئیں۔ ولید بن عبدالملک کی خوش قسمتی تھی کہ اسے قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے عظیم سپہ سالار اور فاتحین ملے۔ اس کے زمانے میں ان گنت فتوحات ہوئیں۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف حکومت قسطنطنیہ تھی۔ اس کے بھائی مسلمہ اور لڑکے عباس نے اس علاقے میں بہت سی فتوحات کیں۔ 706ء میں مسلمہ نے قلعہ بولق، قلعہ اخرام اور قلعہ یونس فتح کئے۔ مصیعہ کے بعد 707ء میں مسلمہ اور عباس نے جزیرہ کے راستے سے جا کر طوانہ میں رومیوں پر حملہ کیا۔ طوانہ کی فتح کے بعد قلعہ عموریہ اور آذربائیجان کے اطراف فتح کر کے سوریہ کے پانچ قلعے فتح کئے۔ 712ء میں عباس نے طرسوس فتح کرنے کے بعد 713ء میں انطاکیہ بھی فتح کر لیا۔ الغرض ولید کا دور حکومت مسلمانوں کی فتوحات کا دور تھا۔ مسلمانوں کی حکومت کا رقبہ ہندوستان اور چین سے لے کر فرانس کی حد تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک ہی وقت میں ہندوستان، وسط ایشیا اور یورپ میں مختلف محاذوں پر فتوحات ہوتی رہیں۔ ولید کے کہنے پر قیصر روم نے مسجد نبویؐ کی تعمیر اور وسعت کیلئے ایک لاکھ مثقال سونا بھیجا۔ ولید کے زمانے میں مسلمانوں کی آپس میں خانہ جنگی ختم ہوئی اور وہ متحد ہو گئے۔ فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد عربوں نے ترقی کی۔ ان کے دوسری اقوام سے تجارتی تعلقات قائم ہوئے انہوں نے لاطینی اور یونانی کتب کے ترجمے کرائے۔ اس طرح ولید بن عبدالملک کا دور جنگی فتوحات کے علاوہ مسلمانوں کے لئے تعمیر و ترقی اور علمی فتوحات کا دور بھی ثابت ہوا۔

---

(۱) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین

(۲) تاریخ اسلام حضرت معین الدین احمد ندویؒ

Marfat.com

حجاج بن یوسف ثقفی

حجاج بن یوسف اسلامی تاریخ کی ایک اہم اور متنازعہ شخصیت ہے۔ اس کا تعلق بنی ثقیف سے تھا۔ وہ طائف کے ایک مدرسہ میں معلّم تھا۔ وہ ایک ہوشیار سیاست دان تھا۔ وہ اپنی خداداد قابلیت اور دانشمندی سے ترقی کرتا ہوا حکومت کے طریقوں سے آشنا ہوا۔ وہ صاحب اقتدار لوگوں سے راہ و رسم رکھنے لگا۔ آخر وہ ایک دن امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنی محنت اور ہوشیاری سے اپنا مقام خود بنایا۔ عبدالملک بھی حجاج بن یوسف کی قابلیت سے متاثر ہو گیا اور اس سے اہم کام لینے کے لئے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ عبدالملک بن مروان کے سیاسی استحکام میں حجاج بن یوسف کا نمایاں کردار ہے۔ عبدالملک بن مروان کا اس پر مکمل اعتماد تھا اور اس کے مشوروں پر عمل کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف ایک سخت گیر انسان تھا۔ وہ اپنی خداداد ذہانت سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے اپنی صلاحیتوں سے خلیفہ عبدالملک کے دل میں جگہ بنائی تھی اور سلطنت کے کاموں میں اس کا مشیر بن گیا۔ وہ بہادر اور چالاک تو تھا ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ سنگدل، بے رحم اور سفاک بھی تھا۔ کہا جاتا ہے اس نے بچپن میں بھیڑ کا خون پیا تھا۔ وہ ایک زمانہ شناس، ہوشیار اور کامیاب ترین سیاست دان تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اس پر اندھا اعتماد کر لیا تھا۔ وہ اس کے اعتماد پر پورا بھی اُترا۔

☆

عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو سپہ سالار بنا کر مکہ مکرّمہ کی مہم پر بھیجا۔ اس نے مکہ مکرّمہ اپنی فوج کے ساتھ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو محاصرے

Marfat.com

میں لے لیا۔ اس محاصرے نے کئی مہینے طول کھینچا۔ مکہ مکرّمہ میں اشیائے خوردنی کی کمی ہو گئی۔ لوگ اس طویل محاصرے سے اکتا گئے تھے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ اس طرح دس ہزار لوگ ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ان کے بہت سے ساتھی حجاج بن یوسف کے لشکر میں جا کر شامل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کے اندر پناہ لی ہوئی تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ ان کے وفادار ساتھی انہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں تو وہ مجبور ہو گئے کہ بچے کھچے لشکر کو لے کر خانۂ کعبہ سے باہر میدان جنگ میں نکل کر دشمن سے مقابلہ کریں۔ انہوں نے اپنے مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ حجاج بن یوسف کا بہت بہادری سے مقابلہ کیا مگر وہ زیادہ دیر تک نہ جم سکے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ لڑتے میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ حجاج بن یوسف فتحیاب ہو چکا تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ تین دنوں بعد عبدالملک بن مروان کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ ان کی لاش کو سولی پر سے اتار کر ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیں۔ حجاج بن یوسف نے لاش ان کی والدہ کو دے دی تاکہ سپرد خاک کریں۔ عبدالملک بن مروان نے اس فتح کے بعد حجاج بن یوسف کو حجاز کا گورنر مقرر کر دیا۔

☆

عراق میں خارجیوں کی وجہ سے بدامنی تھی۔ وہاں پر ایک ایسے سخت گورنر کی ضرورت تھی جو خارجیوں کے فتنہ کو دبا سکے۔ نیز کوفہ اور بصرہ کے لوگوں کو بدامنی کرنے سے روک کر اطاعت کرنے پر تیار کر سکے۔ عبدالملک بن مروان نے اس منصب کے لئے مکہ مکرّمہ سے حجاج بن یوسف کو منتقل کر کے عراق کا گورنر مقرر کیا۔ حجاج بن یوسف بارہ سواروں کے ساتھ کوفہ پہنچا۔ اس نے مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے ایک دھواں دار تقریر کی۔ ان میں سینکڑوں خارجی بھی تھے مگر حجاج نے بڑی جرأت سے انہیں خوب دھمکیاں دے کر خوف زدہ کیا۔ کوفہ کے لوگوں پر حجاج بن یوسف کی دہشت تو پہلے ہی تھی۔ اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور لوگ اس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ حجاج بن یوسف کے کہنے پر تین

Marfat.com

دنوں کے اندر کوفہ کے لوگ مہلب کی سربراہی میں لڑنے کے لئے جا چکے تھے۔

کوفہ کے بعد حجاج بن یوسف بصرہ پہنچا۔ بصرہ میں ابن جارود نے اپنے لشکر کے ساتھ حجاج بن یوسف کا مقابلہ کیا مگر وہ مارا گیا۔ حجاج بن یوسف نے باغیوں کو عام معافی دے دی۔ بصرہ میں امن و امان تھا اور لوگ اطاعت کرنے کے لئے تیار تھے۔ حجاج بن یوسف نے مہلب کے ساتھ مل کر خوارج کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کا قلع قمع کر دیا۔ سیستان کے ترک حاکم زنبیل سے لڑنے کے لئے 74 ہجری میں امیّد بن عبداللہ حاکم خراسان نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا تھا مگر اسے شکست ہوئی۔ عبدالملک نے اسے برطرف کر دیا تھا۔ 78 ہجری میں حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن بکرہ کو بھیجا مگر اسے بھی شکست فاش ہوئی۔ تیسری مرتبہ 80 ہجری میں حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو اس مہم پر روانہ کیا۔ اس نے زنبیل کو شکست دی۔ حجاج بن یوسف کسی بات پر عبدالرحمٰن بن اشعث سے نالاں تھا۔ فوج کے لوگ حجاج بن یوسف کے سخت روّیہ اور آئے دن کے احکام سے تنگ آ کر عبدالرحمٰن ابن اشعث کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے مصالحانہ روّیہ اختیار کر کے زنبیل کو اپنا نائب مقرر کیا۔ کئی علماء مثلاً امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، سعید رحمۃ اللہ علیہ بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی عبدالرحمٰن بن اشعث کے ساتھ تھے۔ عبدالرحمٰن بن اشعث اپنی فوج کے ساتھ واپس چلا گیا اور جن علاقوں کو فتح کیا تھا، وہاں اپنے حاکم مقرر کر دیئے۔ فوج نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیعت کو مسترد کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن اشعث کو سربراہ مان کر اعلان بغاوت کر دیا۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو فوج بھیجی۔ حجاج نے نستر کے مقام اپنی فوج کے ساتھ عبدالرحمٰن بن اشعث کی فوج کا مقابلہ کیا مگر اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ حجاج بصرہ چلا گیا مگر وہاں کے لوگ بھی اس کی سخت گیری سے عاجز ہو چکے تھے۔ ان کے تیور دیکھ کر حجاج بن یوسف بصرہ سے نکل زاویہ چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث کے ساتھ بصرہ کے عوام بھی مل گئے۔ اس نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ 82 ہجری میں عبدالرحمٰن بن اشعث نے اپنی فوج کے ساتھ زاویہ پر حملہ کیا۔ بہت زبردست جنگ ہوئی۔ حجاج بن یوسف اس جنگ میں فتح یاب ہوا۔ عبدالرحمٰن

Marfat.com

بن اشعث وہاں سے کوفہ چلا گیا۔ وہاں پر اس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے عبدالرحمٰن بن عباس کو نکال کر کوفہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ حجاج بن یوسف اپنی فوج کے ساتھ کوفہ پر حملہ آور ہوا مگر کئی ماہ تک ہار جیت کا فیصلہ نہ ہوسکا۔ 83 ہجری میں بالآخر حجاج بن یوسف کو فتح حاصل ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن اشعث بھاگ کر بصرہ چلا گیا تھا۔ وہاں پر اپنے لشکر کو تیار کر کے حجاج بن یوسف سے مقابلہ کیا۔ 84 ہجری میں حجاج بن یوسف نے اسے شکست دی۔ عبدالرحمٰن بن اشعث فرار ہو کر بست چلا گیا۔ حجاج بن یوسف اس کے تعاقب میں تھا۔ بست کے گورنر عیاض بن ہمیان نے اسے پکڑ کر وہاں کے سردار زنبیل کے حوالے کر دیا۔ زنبیل نے اسے حجاج بن یوسف کے پاس بھجوا دیا مگر راستے میں اس نے خودکشی کر لی۔ اس کے بعد عراق میں امن ہو گیا۔

86 ہجری میں عبدالملک بن مروان کے فوت ہونے کے بعد ولید تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی اپنے والد کی وصیّت کے مطابق حجاج بن یوسف کو اہم مقام دیا۔ اس کی قدر و منزلت کی اور اس کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا۔ اس وقت جو اندرونی سازشوں کے حالات تھے ان پر قابو پانے کے لئے ایک سخت منتظم ہی کی ضرورت تھی۔

حجاج بن یوسف سے جہاں کہیں کوتاہی ہوتی تھی، اس کی تلافی کی کوشش کرتا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ میں مقیم تھے۔ وہ حجاج کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حجاج بن یوسف انہیں بھی باغی خیال کرتا تھا۔ اس نے ان کو ذلیل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عبدالملک کو اطلاع دی۔ عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ پاپیادہ جا کر ان سے معافی مانگے۔ حجاج بن یوسف نے تعمیل کی۔ عبدالملک کو جب معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن اشعث کی بغاوت فرو کرنے کے بعد باغیوں اور قیدیوں کی بے جا خون ریزی کی ہے، تو اسے تنبیہ کرتے ہوئے ہدایات لکھیں۔ حجاج بن یوسف نے اس کی تعمیل کی کوشش کی۔ حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرم میں جنگ کی تو خانہ کعبہ کی عمارت کو اس کے پتھراؤ کرنے سے نقصان پہنچا۔ اس کا یہ فعل حرم کی حرمت کے خلاف تھا۔ اس نے جنگ ختم ہونے کے بعد خانۂ کعبہ کی مرمت کرا دی۔ (1)

Marfat.com

حجاج بن یوسف نے اپنے داماد محمد بن قاسم کو سندھ کی مہم پر بھیجا۔ اس نے سندھ کو فتح کیا۔ حجاج بن یوسف کو حجاز کا گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ تین سال تک اس عہدے پر رہا۔ وہ خلیفۂ وقت کے ساتھ نائب کی حیثیت سے بیس سال تک اقتدار میں رہا۔ اس کی رائے کی حکومت کے اہم فیصلوں میں بالادستی تھی۔ وہ ایک بارعب شخص تھا۔ لوگ اس کے جاہ و جلال سے کانپتے تھے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید میں اعراب لگوانا ہے، جس سے لوگوں کو تلاوت کرنے میں آسانی ہوگئی۔ وہ ایک عالم بھی تھا اور اچھا خطیب بھی' وہ ذکر الٰہی کے لئے بھی وقت نکالتا تھا۔ اسے دینی تعلیمات اور علوم پر عبور حاصل تھا۔ حجاج بن یوسف نے ایک جنگی قیدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کر دیا اور آیت پڑھی کہ قتل قید کی حالت میں جائز نہیں ہے۔ (2) حجاج مان گیا۔

حجاج بن یوسف دین اسلام کی اشاعت کرتا تھا مگر وہ اپنے ظلم وستم کی وجہ سے بدنام تھا اور بدترین حکام میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ مشہور تابعی سعید بن جبیر سے حجاج کو عداوت تھی' اس کے خیال میں وہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کراتے تھے۔ حجاج نے انہیں گرفتار کرنا چاہا مگر وہ مکہ مکرّمہ چلے گئے۔ مکہ مکرّمہ کے گورنر نے انہیں گرفتار کر کے حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا۔ اس عالم دین کو حجاج نے شہید کر ڈالا۔ (3)

حجاج بن یوسف نے خارجیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا۔ ایک ہزار کا ایک گروہ باقی رہ گیا تھا جس کی قیادت شعیب کر رہا تھا۔ حجاج بن یوسف نے پچیس ہزار عراقی فوج مقابلے کے لئے بھیجی۔ ایک ہزار خارجی اس قدر بہادری سے لڑے کہ پچیس ہزار کو شکست دے کر کوفہ پر قابض ہوگئے۔ بعد میں چار ہزار شامیوں نے انہیں گھیرے میں لے کر سب کو قتل کر دیا۔ (4)

جب عراق کی بغاوت نے زور پکڑ کر اپنے گردونواح کے علاقوں کو متاثر کیا تو عبدالملک نے عراق کے لوگوں کے پیشکش کی کہ اگر وہ بغاوت کو ختم کر دیں تو وہ حجاج بن یوسف کو گورنری سے برطرف کر کے اپنے بھائی محمد بن مروان کو گورنر مقرر کر دے گا اور اگر

Marfat.com

وہ بغاوت سے باز نہ آئے تو حجاج بن یوسف ان پر اسی طرح مسلّط رہے گا اور زبردستی طاقت کے زور سے انہیں مطیع کیا جائے گا۔ اس پر عربوں نے حجاج بن یوسف کی گورنری کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حجاج بن یوسف کو امیّہ خاندان کی سلطنت کا ستون سمجھا جاتا ہے۔ 95 ہجری میں حجاج بن یوسف کا انتقال ہوا تو اسے کوفہ ہی میں دفن کر دیا گیا۔

عبدالملک نے اپنے بیٹوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ ولید نے سلیمان کی ولی عہدی ختم کر دیا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کیا۔ حجاج بن یوسف نے ولید کی حمایت کی تھی مگر عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ سلیمان نے تخت نشین ہوتے ہی جن لوگوں نے ولید کی حمایت اور اس کی جانشینی کی مخالفت کی تھی، سے انتقام لیا۔ حجاج فوت ہو چکا تھا، اس لئے سلیمان نے اس کے مقرر کردہ حکام کو معزول کر کے ان لوگوں کو عہدوں پر فائز کیا، جن کی مخالفت حجاج کیا کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اسلامی حکومت نے جو بھی فتوحات حاصل کیں ان کے پیچھے اکثر اسی کی منصوبہ بندی کارفرما ہوتی تھی۔

---

(1) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ

(2) تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 13

(3) فضائل اعمال ص 95

(4) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 210

Marfat.com

قتیبہ بن مسلم

قتیبہ بن مسلم کا تعلق مصر سے تھا۔ وہ ایک بہت بہادر اور زیرک سپہ سالار تھا۔ قتیبہ بن مسلم کا شمار ولید بن عبدالملک کے قابل ترین سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ خراسان میں قبائل نے بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ اس وقت خراسان کا گورنر یزید بن مہلب تھا۔ یزید بن مہلب کو برطرف کر کے حجاج بن یوسف ثقفی نے امن وامان کو برقرار کرنے کیلئے قتیبہ بن مسلم کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے اپنی عقل وفراست سے وہاں تمام باغیوں کو رام کیا۔ اس وقت ترکستان کے مختلف حصوں میں سردار آپس میں جنگ لڑ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ قتیبہ نے ترکستان کے سرداروں کے آپس کے اختلافات سے فائدہ اٹھایا۔ 86 ہجری میں اپنا عہدہ سنبھالتے ہی قتیبہ بن مسلم نے ان پر حملے کرنا شروع کئے۔ اس کی دہشت سے صفانیان، شومان اور کفیان کے حکمرانوں نے خراج دے کر اطاعت قبول کر لی۔ اس نے وہاں پر اپنے بھائی صالح کو نگرانی کے لئے مقرر کیا۔ قتیبہ بن مسلم نے ترکستان میں زیادہ فائدہ بادغیس کے ترک حاکم نیزک سے اٹھایا جو اپنے لشکر کے مختلف محاذوں پر اس کے ساتھ لڑائی میں تعاون کرتا رہا۔ قتیبہ بن مسلم اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ قتیبہ بن مسلم بیکند پر حملہ آور ہوا۔ دو ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔ قتیبہ کی فوج فتح یاب ہوئی۔ قتیبہ نے وہاں ایک مسلمان حاکم مقرر کیا۔ اس جنگ میں ان کے ہاتھ بہت زیادہ مالِ غنیمت لگا۔ بیکند کے لوگوں نے فوج کے جانے کے بعد انتقامی کاروائی کرتے ہوئے وہاں پر مقیم تمام مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ابھی

Marfat.com

قتیبہ زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ اس لئے اطلاع ملتے ہی اس نے اپنی فوج کے ساتھ واپس آکر دوبارہ حملہ کیا۔ اس جنگ میں ترک نیزک کی فوج بھی اس کے ساتھ تھی۔ قتیبہ نے فتح حاصل کی۔ اس کے بعد قتیبہ نے نومشکت اور امشلہ کے علاقوں کو تسخیر کیا۔ اگرچہ اس کی فوج کی تعداد کم تھی مگر اسے چین کے خاقان کے بھتیجے کی دو لاکھ پر مشتمل فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ مسلمانوں کی فوج نے چینیوں کے عظیم لشکر کو شکست فاش دی۔ قتیبہ بن مسلم اپنی فوج کو لے کر بخارا پر حملہ آور ہوا۔ بخارا کے فرمانروا وردان اللہ نے اسے شکست دی۔ قتیبہ بن مسلم نے ہمت نہیں ہاری۔ اس نے 90 ہجری میں اپنی فوج کو مرتب کیا اور دوبارہ بخارا پر حملہ آور ہوا۔ وہ اپنی فوج کو لے کر پیش قدمی کرتے ہوئے آگے نکل گیا کہ اچانک اس نے اپنی فوج کو بخارا اور ترکوں کی فوج کے درمیان گھرا ہوا پایا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اس خون ریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور ان کا بخارا پر قبضہ ہو گیا۔ اس زبردست لڑائی کا یہ فائدہ ہوا کہ تمام علاقے میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اردگرد کے علاقوں اور ریاستوں کے فرمانرواؤں نے بغیر جنگ لڑے اطاعت قبول کر لی بلکہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کا تعاون حاصل کرنے لگے۔ اس کے بعد اس نے طالقان، فاریاب اور جوز جان فتح کئے۔ نیزک باغی ہو کر فرار ہو گیا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی پکڑے گئے تو قیتبہ بن مسلم نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد قیتبہ نے شومان اور کش کے علاقے فتح کئے۔ 93 ہجری میں خوارزم شاہ کے بھائی خرزاد نے خوارزم پر ناجائز قبضہ کر کے ظلم وستم کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ قتیبہ نے خرزاد کو حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور خوارزم شاہ کو حکومت حوالے کر دی۔ (۱) بخارا کے معرکہ سے فارغ ہو کر سمرقند کی طرف بڑھا۔ اہل سمرقند کو سغد کہا جاتا تھا۔ سغد قلعہ بند ہو گئے تھے۔ سغد کی مدد کے لئے اردگرد کے علاقے کے سرداروں نے سمرقند کی طرف پیش قدمی کی لیکن راستے میں ہی صالح نے ان کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ قتیبہ نے پورے زور وشور سے سمرقند پر بھرپور حملہ کیا اور سمرقند کو فتح کیا۔ اس نے وہاں ان کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ اس جنگ میں خوارزم اور بخارا کے بیس ہزار لوگوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا

Marfat.com

تھا۔ سغد نے شہر خالی کر دیا۔ قتیبہ نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور وہاں کی بہت سی آبادی کو مسلمان کیا۔ اس کے قتیبہ بن مسلم نے شاش، فرغانہ اور خجستان کے علاقوں کو فتح کیا۔

قتیبہ بن مسلم فتوحات حاصل کر رہا تھا۔ 96 ہجری میں چین کی طرف بڑھا۔ اس نے کاشغر کو فتح کر لیا۔ خاقان چین پر حملہ کرنے کے لئے قتیبہ نے بہت سی فوج اکٹھی کر لی تھی۔ اس نے ہیرہ بن مشرح کی سربراہی میں دس مجاہدین کا ایک وفد خاقان کے پاس بھیجا۔ خاقان نے خراج دے کر اطاعت قبول کر لی۔ (۱) اس نے اپنی بہادری اور عقل مندی سے چین تک کے علاقے کو تسخیر کر لیا۔ اس نے تمام علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں پر مسلمان گورنروں کو تعینات کیا اور نظم ونسق کو برقرار رکھا۔

قتیبہ بن مسلم کی مسلسل کامیابیوں کا دور تھا۔ اس نے بہت سی فتوحات حاصل کی تھیں۔ ولید بن عبدالملک نے اسے خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ قتیبہ فاتح ترکستان تھا۔ اس نے شب و روز محنت کر کے امن و امان قائم کیا۔ ابھی اس کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے بھائی سلیمان کی جانشینی ختم کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد نامزد کیا۔ عبدالعزیز کی حمایت حجاج بن یوسف ثقفی اور قتیبہ بن مسلم نے کی تھی۔ باقی سب امراء اس کے خلاف تھے۔ ولید بن عبدالملک کے انتقال کے بعد امراء چاہتے تھے کہ سلیمان بن عبدالملک ہی تخت و تاج کا مالک بنے۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان بن عبدالملک تخت نشینی کے بعد ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے حامی نہ تھے۔ قتیبہ بن مسلم نے اس خطرہ کو بھانپ لیا۔ اسے یہ اندیشہ بھی تھا کہ اس کی جگہ خراسان کا گورنر یزید بن مہلت بنا دیا جائے گا۔ قتیبہ بن مسلم نے اعلان بغاوت کر دیا مگر اس کا ساتھ کسی نے بھی نہ دیا۔ خود قبیلہ تمیم اس سے ناراض ہو گیا۔ انہوں نے اپنا سربراہ وکیع بن الاسعود تمیمی بنا لیا اور اس کی قیادت میں قتیبہ بن مسلم کے مقابلے میں اتر آئے۔ بڑی خونریز جنگ کے بعد قتیبہ بن مسلم مقابلے میں ہار گیا۔ قتیبہ اس کا بھائی اور بیٹے قتل کر دیئے گئے۔ قتیبہ کا سر کاٹ کر سلیمان بن عبدالملک کے پاس بھیجا گیا۔ سلیمان بن عبدالملک نے خراسان میں نیا گورنر یزید بن مہلب دوبارہ مقرر کیا۔ تاریخ

Marfat.com

میں قتیبہ بن مسلم کو ''فاتح ترکستان'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ ارادے کا بہت پکا تھا اور موت سے نہیں ڈرتا تھا۔

قتیبہ بن مسلم ایک اولوالعزم مجاہد تھا۔ وہ قول کا دھنی تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ چین کو فتح کرے گا۔ چونکہ بغیر خون ریزی کے خاقان چین نے خراج دینا قبول کر لیا تھا۔ قتیبہ کو چین کی مٹی کی ایک تھیلی پیش کی گئی۔ اس طرح اس نے پامال کر کے اپنا عہد پورا کر لیا۔ اس نے مفتوحہ علاقے میں عربوں کی بستیاں قائم کیں۔ آہستہ آہستہ ماوراء النہر میں اسلامی شہر بن گئے۔ (1) سمرقند کے لوگ بت پرست تھے۔ ان کے بتوں کو قتیبہ نے توڑ ڈالا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں ہوا تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

---

(۱) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ ص 467 (۲) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 229

(۳) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 230

Marfat.com

محمد بن قاسمؒ

محمد بن قاسم ثقفی ایک نامور نوجوان سپہ سالار تھا۔ وہ حجاج بن یوسف ثقفی کا داماد تھا۔ محمد بن قاسم لڑکپن سے ہی اپنی بہادری اور دانشمندی کی وجہ سے پہچانا جاتا تھا۔ حجاج بن یوسف جیسی بہادر، ہوشیار اور سیاستدان شخصیت کی سرپرستی نے اسے آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کیئے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے سندھ میں مکران، بوقان اور قیقان پر تسلّط کر لیا تھا۔ اس کے بعد ولید بن عبدالملک کے عہد میں مسلمانوں کا پورے سندھ پر قبضہ ہوا۔

ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ لنکا میں کچھ مسلمان آبادی تھی۔ وہاں پر ایک مسلمان تاجر فوت ہو گیا۔ لنکا کے راجہ نے اس کے کنبہ کے لوگوں کو ایک بحری جہاز کے ذریعے عرب روانہ کیا۔ جب یہ جہاز سمندری سفر کرتا ہوا دیبل کے مقام پر پہنچا تو اس پر اچانک بحری قزاقوں نے حملہ کر دیا۔ ان بحری لٹیروں نے جہاز پر سوار مسلمانوں کا تمام سامان لوٹ لیا اور مسافروں کو اسیر کر لیا۔ ان میں سے ایک اسیر مسلمان عورت نے کسی طرح حجاج بن یوسف ثقفی کو فریاد پہنچائی۔ حجاج بن یوسف فریاد سن کر طیش میں آ گیا۔ حجاج بن یوسف کا بڑا دبدبہ تھا۔ لوگ اس کے جاہ و جلال اور سفاکی کی وجہ سے اس کا نام سن کر کانپتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کی حکم عدولی کرے۔ اس نے غیض و غضب سے سندھ کے راجہ داہر کو مراسلہ بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو رہا کرانے میں مدد

Marfat.com

دے اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے سزا دے۔ دیبل کے راجہ داہر نے حجاج بن یوسف کو معذرت کی کہ وہ نہ تو بحری قزاقوں کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی ان کی قید سے مسلمانوں کو آزاد کر کے واپس بھیج سکتا ہے۔ حجاج بن یوسف اس جواب کو سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود کارروائی کرے گا۔ سندھ کا علاقہ اگرچہ بہت دور تھا مگر راجہ داہر، حجاج بن یوسف کی غیرت کو للکار چکا تھا۔ حجاج بن یوسف نے ولید بن عبدالملک کی اجازت سے چھ ہزار کا لشکر تیار کر کے اسے عبداللہ اسلمی کی سربراہی میں دیبل روانہ کیا مگر وہ جنگ میں شہید ہوئے۔ اس لشکر کی شکست کے بعد ہذیل بن طرفہ بجلی کو تین ہزار فوج کے ساتھ بھیجا گیا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ حجاج بن یوسف نے اپنی جنگی صلاحیتوں اور تجربے کے مطابق مکمل تیاری کر کے سندھ پر حملہ کرنے کے لئے محمد بن قاسم کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور اس کی کمک کے لئے چھ ہزار شامیوں کا لشکر بھی بھیج دیا۔ اس وقت محمد بن قاسم کم سن تھا اور سترہ برس کا جوان تھا۔ وہ اپنی جرأت اور بہادری کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس نے فوج کا ایک حصہ سمندری راستے سے بھیجا۔ اس وقت محمد بن قاسم فارس کا گورنر تھا۔ وہ باقی فوج کی قیادت کرتا ہوا سندھ کی طرف بڑھا۔ راستے میں مکران سے ہوتے ہوئے قنذ پور اور ارمابیل کو فتح کرتے ہوئے دیبل پہنچے۔ اس دوران اس کی فوج کا وہ حصہ بھی پہنچ گیا جسے اس نے سمندری راستے سے بھیجا تھا۔ 711ء میں محمد بن قاسم نے کراچی سے تھوڑے فاصلے پر واقع دیبل کی بندرگاہ پر حملہ کرنے کے لئے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ شہر کے لوگ قلعہ میں چلے گئے۔ مسلمانوں نے یہ محاصرہ ایک مہینے تک جاری رکھا ایک ماہ کے محاصرے کے بعد دشمن کی فوج میدان جنگ میں نکلی اور زبردست مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ محمد بن قاسم نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ محمد بن قاسم نے پیش قدمی کی اور راجہ بھدرکن کو نیرون کے مقام پر بغیر جنگ لڑے شکست دی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کی فوج نے حیدرآباد اور سہون کو تسخیر کیا۔ جب محمد بن قاسم کی فتوحات کی خبریں راجہ داہر کو ملیں تو وہ خود پچاس ہزار فوج کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پہنچا۔ راجہ داہر کی انتہائی کوشش تھی کہ مسلمان دریا پر کشتیوں کا پل نہ بنا سکیں۔ وہ مسلسل تیراندازی کر کے محمد بن قاسم کی کوشش کو ناکام بنا رہے

Marfat.com

تھے۔ جب مسلمان وہاں پل نہ بنا سکے تو ایک رات تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمان نے کشتیوں کا لمبا پل دریا کی لمبائی میں تیار کیا اور دریائے سندھ کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی اسلامی فوج نے اچانک راجہ داہر کی فوج پر دھاوا بول دیا۔ دونوں فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اسلامی فوج کے ساتھ راجہ موکا کا بھائی راسل راجہ داہر کی فوج چھوڑ کر محمد بن قاسم کے ساتھ مل گیا۔ راجہ داہر کی فوج میں ہاتھی بھی تھے۔ وہ ہاتھیوں کی بڑی تعداد اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کے مدِ مقابل آیا۔ راجہ داہر کی فوج مقابلہ کرتے ہوئے جب پسپا ہونے لگی تو راجہ داہر بھی میدان جنگ میں لڑنے آ گیا۔ وہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ راجہ داہر کی ہلاکت سے اس کی فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس کی فوج میں افراتفری مچ گئی۔ فوجیوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا اور محمد بن قاسم کی فوج ان کا تعاقب کر کے راور کے مقام پر پہنچی اور انہیں شکست فاش دی۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ برہمن آباد پہنچ کر جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ محمد بن قاسم نے 94 ہجری میں (منصورہ) برہمن آباد پہنچ کر محاصرہ کیا۔ جے سنگھ فرار ہو کر کشمیر چلا گیا۔ زبردست جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ راجہ داہر کی رانی لاڈی سے محمد بن قاسم نے نکاح کر لیا۔ راجہ داہر کا دوسرا بیٹا گوپی ارور جا کر حملے کی تیاری کرنے لگا۔ محمد بن قاسم نے ارور کا محاصرہ کر لیا۔ سندھ میں مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔ شہر کے باشندوں نے رانی لاڈی کے کہنے پر ہار قبول کر لی۔ گوپی کیرج چلا گیا۔ مسلمانوں نے ارور (روہڑی) پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد راجہ کسکا نے بابیہ کے مقام پر اطاعت قبول کر لی۔ محمد بن قاسم اسکلندہ کو فتح کرتے ہوئے دریائے چناب کو پار کرتے ہوئے ملتان پہنچا۔ (2) وہاں 713ء میں ملتان کے راجہ گور سنگھ کی فوج کے ساتھ جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے اسے شکست فاش دی۔ ملتان سے محمد بن قاسم کو بہت مالِ غنیمت ملا۔ وہاں سے کئی سو من سونا انہیں ملا۔ (بلاذی ص 445) (3) اس کے بعد محمد بن قاسم راستے میں مختلف شہروں کو فتح کرتے ہوئے کشمیر کی سرحد تک پہنچ چکا تھا کہ اسے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے انتقال کی خبر ملی۔ محمد بن قاسم نے

Marfat.com

ملتان میں نائب مقرر کر کے پیش قدمی روک دی اور واپس روانہ ہو گیا۔ ملتان کے بعد اس نے سورٹھ اور جے پور کے راجہ کو بھی شکست دیدی تھی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے انتقال کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ حجاج بن یوسف اگرچہ خود تو فوت ہو چکا تھا مگر چونکہ اس نے سلیمان کی جانشینی کی مخالفت کی تھی۔ سلیمان کے دل میں اس کے لئے رنج اور غصہ تھا۔ محمد بن قاسم حجاج کا بھتیجا اور داماد تھا۔ اس لئے انتقامی کارروائی کا عتاب اس پر گرا۔ اسے سپہ سالاری کے عہدے سے معزول کر کے اس کی جگہ سندھ میں یزید بن ابی کبیشہ کو حاکم بنا کر بھیج دیا۔ یزید بن ابی کبیشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیج دیا۔ وہاں پر گورنر صالح بن عبدالرحمٰن تھا۔ اس کے بھائی کو حجاج بن یوسف نے قتل کرایا تھا۔ اس لئے صالح نے محمد بن قاسم کو قید خانے میں ڈال دیا اور اس پر طرح طرح کی سختیاں کر کے اذیتیں اور تکلیفیں دے دے کر بہت بے رحمی سے ہلاک کیا۔ سندھ میں اپنے حسن اخلاق سے محمد بن قاسم لوگوں کے دل جیت چکا تھا۔ وہ وہاں بہت ہر دل عزیز تھا۔ اس کے اس طرح مارے جانے کی خبر سن کر پورے سندھ میں صف ماتم بچھ گئی۔ محمد بن قاسم ''فاتح سندھ'' کے لقب سے مشہور ہوا۔ محمد بن قاسم ہندوؤں سے صلح کرنے کے بعد ان کا احترام کرتا تھا۔ وہ ان کے مقدس مقامات اور مندروں کی بے حرمتی نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس لئے جب اسے سپہ سالاری کے عہدے سے سبکدوش کیا گیا تو ہندو پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ہندوؤں کو محمد بن قاسم کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا اور انہوں نے اس کا بہت سوگ منایا۔ محمد بن قاسم انتہائی قابل اور اعلیٰ ظرف مسلمان فاتح تھا۔ اسے دشمن شکست نہ دے سکے مگر وہ اپنوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔

---

(1) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 232 (2) انڈیا اے ہسٹری جان کی

(3) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ ص 481

Marfat.com

موسیٰ بن نصیرؒ

موسیٰ بن نصیر عرب کے ایک قبیلے میں پیدا ہوا جو ایرانی سلطنت کی سرحد پر آباد تھا۔ اس کا باپ نصیر حجاز کے شہر مدینہ میں مسلمان ہونے کے بعد رہائش پذیر تھا۔ موسیٰ بن نصیر 640ء میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوا۔ اس کی پرورش اور اسلامی تعلیم مدینہ منورہ میں ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ نصیر کو شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہیڈ گارڈ منتخب کیا تو اس کے بیٹے موسیٰ کو مزید تعلیم کا موقع حاصل ہوا۔ اس کے بعد موسیٰ بن نصیر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام مہمات میں شامل رہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات ہوئے تو موسیٰ بن نصیر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ لڑنے سے بڑی جرأت کے ساتھ انکار کیا۔ 684ء میں مروان بن الحکم کے عہد میں اسے عبدالعزیز بن مروان کو مشیر بنایا گیا۔ (1)

موسیٰ بن نصیر ایک نامور جنگ جو سپہ سالار تھا۔ وہ ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں اپنی فتوحات کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ موسیٰ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شامی پولیس میں تھا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں جبل کے علاقے پر ایک ملکہ حکومت کرتی تھی۔ اس ملکہ کا نام وامیہ تھا۔ جنگلی قبیلوں پر اس ملکہ کا بہت اثر تھا۔ اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے لوگ ملکہ کو کاہنہ سمجھتے تھے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ملکہ وامیہ کے پاس کوئی آفاقی طاقت ہے۔ وہ ملکہ کا ہر حکم ماننے کو تیار رہتے تھے۔ اگرچہ حسان بن نعمان چالیس ہزار کے

Marfat.com

عظیم لشکر کے ساتھ افریقہ پہنچا تھا مگر اسے ملکہ وامیہ کے ساتھ جنگ کر کے شکست فاش ہوئی تھی۔ وہ برقہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ وہ مسلسل پانچ سال تک برقہ میں پناہ گزین رہا۔ جب اسے پانچ سال بعد خلیفہ نے کمک بھیجی تو حسان بن نعمان نے دوبارہ جبل پر بھرپور حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ ملکہ وامیہ کو مقابلے میں ہلاک کر دیا گیا۔ مسلمانوں نے شمالی افریقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ملک میں امن وامان قائم ہو گیا تھا۔ عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد جب ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس نے حسان بن نعمان کو معزول کر کے اس کی جگہ موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب تک حسان گورنر رہا، بربریوں پر اس کی دہشت اور رعب رہا۔ انہیں دم تک مارنے کی جرأت نہ تھی۔ جونہی موسیٰ بن نصیر کو گورنر مقرر کیا گیا انہوں نے اسے کمزور سمجھ کر بغاوتیں کرنا شروع کر دیں۔ افریقہ میں مقیم رومی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ موسیٰ بن نصیر ایک بہادر اور سمجھدار شخص تھا۔ اس نے تمام صورتحال کا جائزہ لیا اور اپنے اسلامی لشکر کی قیادت کر کے ان سے مقابلہ کرنے لگا۔ وہ ہر جگہ بربریوں کی بغاوتوں کو کچلتے ہوئے کامیابی سے آگے بڑھتا گیا۔ موسیٰ بن نصیر نے سختی سے ہر مقام پر حالات کا سامنا کیا اور شمالی افریقہ میں امن قائم کیا۔ موسیٰ بن نصیر یہ جان چکا تھا کہ بغاوتوں کے پیچھے رومیوں کا ہاتھ ہے۔ اس لئے اس نے انہیں افریقہ سے باہر نکال دیا۔

موسیٰ بن نصیر نے تبلیغ اسلام کی طرف دھیان دیا۔ لوگ اس کے حسن اخلاق سے اس کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ وہ بہت ہمدردی اور توجہ سے لوگوں کے مسائل حل کرتا تھا۔ اس نے حکومت کے انتظام کو بھی مرتب کیا۔ اس کی کوششوں اور توجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام علاقے میں خوشحالی اور امن وامان ہو گیا۔ اس کی محنت اور خلوص سے افریقہ کے بربری قبائل نے مذہب اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں تقریباً تمام بربری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ نومسلم بربری قوم کو فوج میں بھرتی ہونے کا موقع دیا جانے لگا۔

☆

اندلس میں عیسائیوں کی حکومت تھی۔ عیسائیوں کے سردار بڑے بڑے عظیم الشان

Marfat.com

محلات میں شان وشوکت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اندلس میں تمام محنت ومشقت کے کام غریب غلام اور یہودی کرتے تھے۔ عیسائی ان سب لوگوں خصوصاً یہودیوں کو بہت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ عیسائیوں کے پادریوں نے بھی یہودیوں کے خلاف منافرت پھیلا رکھی تھی۔ اندلس میں غریبوں اور غلاموں پر ظلم وستم ہو رہے تھے۔ کسی جگہ بھی انصاف نہیں تھا۔ اندلس کے غیر عیسائیوں کو شادی کرنے کا اختیار تک نہیں تھا۔ وہ دن رات محنت کر کے دو وقت کی روٹی پیدا کرتے تھے۔ اس قدر ظلم وستم، مصیبتوں، اذیتوں اور نفرتوں نے مظلوم لوگوں کو بغاوت کرنے پر مجبور کر دیا تھا مگر وہ بہت کمزور تھے۔ ان کے پاس نہ تو وسائل تھے اور نہ ہی طاقت تھی کہ وہ ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتے۔ ان میں مقابلہ کرنے کی ہمت تو نہ تھی مگر وہ بہت تنگ آ چکے تھے، مجبوراً انہوں نے بغاوت کر دی۔ ان کی بغاوت کو کچل دیا گیا۔ یہودیوں کو اس جرأت کی بہت سزا بھگتنی پڑی۔ ان کی جائیدادوں کو ضبط کر لیا گیا، بہت سے لوگوں کو بغاوت کے جرم میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اندلس کی سرزمین ان پر تنگ کر دی گئی۔ ان بیچاروں کے لئے سانس تک لینا دوبھر ہو چکا تھا۔ ان کے گھروں کو لوٹ لیا گیا جب اندلس میں عیسائیوں کے مظالم نے حد کر دی تو وہاں سے لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ ان میں سے بعض مظلوم ہسپانوی لوگ فرار ہو کر موسیٰ بن نصیر کے پاس پہنچے اور اپنی درد بھری داستانیں بیان کرنے لگے۔ شمالی افریقہ میں مقیم مسلمانوں نے انہیں پناہ دی اور ڈھارس بندھائی۔ ان بیچاروں کو سہما ہوا دیکھ کر موسیٰ بن نصیر نے انہیں تسلی دی۔ ان ستم رسیدہ لوگوں سے اسے ہمدردی ہو گئی اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اندلس کے اندر رہنے والے مظلوموں کو ظالموں کے وحشیانہ سلوک سے چھڑایا جائے۔ موسیٰ بن نصیر کی شرافت اور حسن اخلاق سے اسلامی لشکر میں زیادہ تر تعداد بربریوں کی ہو گئی تھی۔ موسیٰ بن نصیر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سپین پر ضرور حملہ کرے گا۔

افریقہ کے ساحل پر اندلس سے نزدیک ترین علاقے کا نام قیوطہ تھا۔ اس کے حاکم کا نام جولین تھا۔ جولین کی بہت سی جائیداد اور زمینیں ہسپانیہ میں تھیں۔ جولین سپین کے آخری بادشاہ وٹیزا کا داماد تھا۔ وٹیزا کی آنکھیں بند ہوتے ہی اس کے فوجی سپہ سالار

Marfat.com

راڈرک نے اقتدار کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ راڈرک نے اس کے بیٹے اخیلہ کو جانشینی سے برطرف کر دیا اور خود حکمران بن بیٹھا۔ اخیلہ اپنے بہنوئی جولین کے تعاون سے راڈرک کو اس کے جرم کی سزا دینا چاہتا تھا۔ راڈرک جولین کی بیٹی فلورنڈا سے زبردستی شادی کر لی جو طلیطلہ میں زیر تعلیم تھی۔ موسیٰ بن نصیر نے جولین کی خواہش پر اس کا ساتھ دینے کی حامی بھر لی اور خلیفہ ولید بن عبدالملک سے ہسپانیہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی۔ موسیٰ بن نصیر کے ایک غلام کا نام طریف تھا جو اس کا معتمد تھا۔ اس نے چار سو مجاہدین کو طریف کی سربراہی میں روانہ کیا۔ 710ء میں طریف ہسپانیہ کے جنوب میں اپنے لشکر کے ساتھ ساحل پر اترا۔ اس مقام کا نام طریفہ پڑ گیا۔ اس نے چھوٹے چھوٹے علاقوں پر جھڑپیں کیں اور ان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ بہت سا مالِ غنیمت لگا۔ یہ آزمائشی لشکر لوٹ کر موسیٰ بن نصیر کے پاس پہنچا تو اسے وہاں کے حالات کی موافقت کے بارے میں بتایا۔ طریف کی زبانی سب حالات سن کر اس نے ان کی روشنی میں اندلس پر لشکر کشی کا منصوبہ تیار کر لیا۔ اس نے اپنی فوج میں سے ایک نامور اور بہادر سپہ سالار کو منتخب کیا۔ اس کا نام طارق بن زیاد تھا۔ موسیٰ نے طارق بن زیاد کی سربراہی میں سات ہزار فوج روانہ کی۔ سپین کا بادشاہ راڈرک ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے آگے بڑھا۔ موسیٰ نے پانچ ہزار مزید فوج بھیج دی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ مسلمانوں کے ساتھ جولین بھی مدد کر رہا تھا۔ اگرچہ موسیٰ بن نصیر نے حکم نہیں دیا تھا مگر طارق بن زیاد نے چار دستے بنا کر قرطبہ، غرناطہ، مالقہ اور طلیطلہ پر حملے کر دیئے۔ 93 ہجری میں موسیٰ بن نصیر خود اندلس پہنچا۔

موسیٰ بن نصیر نے بغیر کشت و خون کے قرمونہ فتح کر لیا۔ اس نے اس کے بعد اشبیلیہ بھی فتح کر لیا۔ موسیٰ بن نصیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ماروہ پر لشکر کشی کی۔ یہاں پر بہت سخت مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ آخر کار مصالحت ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ مسلمان فوج ماروہ میں مصروف تھی کہ اشبیلیہ کے لوگوں نے بغاوت کر کے اسی مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ موسیٰ بن نصیر کو اطلاع ملی

Marfat.com

تو اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو بھیجا۔ اس نے دوبارہ حملہ کر کے اشبیلیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد موسیٰ بن نصیر طلیطلہ پہنچا، جہاں طارق بن زیاد بھی اس سے آملا۔ طلیطلہ میں موسیٰ بن نصیر کو بہت مالِ غنیمت ملا۔ اس کے بعد موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ وہ خود بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ شمالی اندلس کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر شلنس، استورنس اور جلیقیہ کی طرف بڑھا۔ ہر جگہ فتح و نصرت نے اس کی قدم بوسی کی۔ اس دوران، ابھی وہ فتوحات کرنے میں مصروف تھا کہ ولید بن عبدالملک نے اس کی واپسی کا حکم بھیجا۔ چنانچہ 94 ہجری میں موسیٰ بن نصیر شام چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اندلس کی ذمہ داری سپرد کر دی۔ اس نے اندلس کا دارالخلافہ قرطبہ بنا دیا۔ موسیٰ بن نصیر نے اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو شمالی افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ بحوالہ کتاب الامامت والسیاست ولید بن عبدالملک نے موسیٰ بن نصیر کی فتوحات اور بے انتہا زر و جواہرات مالِ غنیمت میں حاصل کرنے پر پچاس ہزار اشرفیاں انعام میں دیں۔ اس کے بیٹوں کو اعلیٰ عہدے دیئے۔ سلیمان بن عبدالملک نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بعد تخت و تاج سنبھالا۔ اندلس کی شاندار فتوحات اور موسیٰ بن نصیر کی خدمات کے باوجود سیاسی وجوہ اور ذاتی عناد کی وجہ سے سلیمان بن عبدالملک کو اس کی اندلس کی کامیابی ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے موسیٰ بن نصیر کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ سلیمان نے یزید بن مہلب کی سفارش پر بھاری جرمانہ لگایا جو وہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ موسیٰ بن نصیر کی بہت توہین کی گئی۔ وہ ذلیل و خوار ہو کر انتہائی کسمپرسی کی حالت میں قید خانے میں فوت ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز بن موسیٰ کو گورنر بنایا تھا۔ اس نے شاہ سپین کی بیوہ سے شادی کر لی تھی۔ (3) ہسپانوی فوج نے عبدالعزیز کو معزول کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے چچا کے بیٹے ایوب کو گورنر بنا دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایوب کو بھی معزول کر دیا گیا اور الحر کو گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ تین سال تک اپنے عہدہ پر فائز رہا۔ موسیٰ بن نصیر نے افریقہ میں جہاز سازی کے کارخانے تعمیر کرائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحرہ روم اور ساحل مصر کے درمیان صرف سولہ جہاز تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے بحری بیڑے میں شاندار اضافہ کیا۔ اس

Marfat.com

زمانے میں بحری بیڑہ پانچ حصوں میں منقسم تھا۔ بحرہ روم کے علاوہ بحر ہند اور خلیج فارس میں بھی بحری بیڑے موجود تھے۔ موسیٰ بن نصیر "فاتح اندلس" تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے 92 ہجری میں ایک فوج بحر روم کے ایک سرسبز جزیرہ بھیجی۔ اس جزیرہ کا نام سارڈینا تھا۔ اس جزیرہ میں مقابلہ کرنے کی بجائے لوگوں نے تمام سونا اور جواہرات سمندر میں پھینک دیا۔ کچھ دولت انہوں نے گرجے کی چھت میں چھپا دی تھی۔ اتفاقاً یہ تمام دولت مسلمانوں کے علم میں آ گئی اور وہ اسے لے گئے۔ مسلمانوں کا تسلط اندلس پر آٹھ سو برس رہا۔ اندلس کو تہذیب وتمدن کا گہوارہ سمجھا جانے لگا۔ جب سپین پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، اس وقت موسیٰ بن نصیر کی عمر ستّر سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس کی وفات اسی سال کی عمر میں ہوئی۔ (4)

موسیٰ بن نصیر کو چالیس سال کی جنگوں میں ایک دفعہ بھی کہیں شکست نہیں ہوئی۔ اس کا نام دنیا کے عظیم فاتحین کی فہرست میں بہت نمایاں ہے۔

---

(1) ہیروز آف اسلام ص 242

(2) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندویؒ ص 513

(3) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 242

(4) ہیروز آف اسلام ص 246

Marfat.com

طارق بن زیادؒ

بحرہ روم سے بحر اوقیانوس آتے جاتے مسافروں کے جہاز جبرالٹر کے مقام پر رکتے ہیں جو یورپ کے جنوب مغربی کونے میں مراکش کے بالمقابل واقع ہے۔ جبرالٹر کو ''جبلِ طارق'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نام جنگجو اور بہادر سپہ سالار طارق ابن زیاد سے موسوم ہے۔ طارق بن زیاد شمالی افریقہ کے ایک بربری قبیلہ نغزاوہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ پہلے مسلمان ہونے والوں میں سے تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کم سن نوجوان نے اسلامی فوج میں شمولیت کر لی اور بہت جلد سپہ سالار اعظم موسیٰ ابن نصیر کا اعتماد حاصل کر لیا۔

جب طارق بن زیاد جہازوں پر فوج کے ساتھ جزیرہ نما پہنچا تو اس نے تمام جہازوں کو آگ لگاتے ہوئے فوج سے تقریر کرتے ہوئے کہا ''اے لوگو! اب فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ تمہارے پیچھے سمندر ہے اور تمہارے آگے دشمن کی فوجیں۔ خدا کی قسم! اب ہمارے لئے صبر اور بہادری سے جنگ لڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔'' (1)

طارق بن زیاد ایک مشہور، جنگجو جرنیل تھا۔ وہ موسیٰ بن نصیر کی فوج میں تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو سات ہزار بربری فوج کا سپہ سالار بنا کر اندلس بھیجا۔ وہ آبنائے کو عبور کر کے سپین کے ساحل پر اترا۔ اس جگہ کو جبل الطارق یا جبرالٹر کہا جاتا ہے۔ یہاں پر قدیم زمانہ سے گاتھ خاندان حکومت کر رہا تھا۔ آٹھویں صدی کے اوائل میں پادریوں کے اشارے پر حکمران کام کرتے تھے۔ بادشاہ، امراء اور راہب عیش و عشرت میں مصروف تھے۔ یہودیوں پر ظلم و ستم کیا جاتا تھا۔ امن و امان تباہ ہو چکا تھا۔ گاتھ خاندان کے آخری

Marfat.com

بادشاہ نے یہودیوں کو مراعات دیں۔ اس بادشاہ کا نام وٹیزا تھا۔ اس نے پادریوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اصلاحات کیں۔ چنانچہ پادریوں نے لوگوں کو بہکا کر بادشاہ وٹیزا کو برطرف کر کے راڈرک کو بادشاہ بنا دیا۔ راڈرک ایک تجربہ کار معمّر فوجی تھا۔ راڈرک نے ایک سردار جولین کی بیٹی سے زبردستی شادی کر لی۔ اس وجہ سے جولین اس کا دشمن بن گیا۔ جولین نے موسیٰ بن نصیر کو حملہ کرنے کے لئے تیار کر لیا۔ موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے باقاعدہ اجازت لے کر طارق کا انتخاب کیا۔ راڈرک ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے آگے بڑھا۔ موسیٰ بن نصیر نے مزید پانچ ہزار فوجی بھیج دیئے۔ اس طرح طارق بن زیاد کی فوج کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ طارق بن زیاد کا پہلا مقابلہ تھیوڈومیر سے جبل الطارق پر ہوا۔ تھیوڈومیر کو شکست فاش ہوئی۔

اندلس کی سرزمین پر پہنچتے ہی طارق بن زیاد نے جہازوں اور کشتیوں کو جوشِ جہاد کے جذبہ سے نذر آتش کر دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ مسلمانوں کو میدانِ جنگ سے فرار ہو کر واپس جانے کا خیال تک نہ آئے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی قلیل فوج کا مقابلہ ایک عظیم فوج سے ہونے والا ہے۔ جولائی 711ء میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی پشت پر الجزائر کا علاقہ تھا جہاں پہاڑیوں کا سلسلہ تھا اور ان کے آگے جھیل خندہ تھی۔ جھیل خندہ دلدلوں کی وجہ سے مشہور تھی۔ راڈرک ایک لاکھ مسلح فوج کے ساتھ بارہ ہزار مسلمانوں سے لڑنے میدان جنگ میں آیا۔ وٹیزا کے بیٹے راڈرک کی فوج سے الگ ہو گئے۔ شہنشاہ راڈرک فرار ہو کر دریا میں غرق ہو گیا۔ مسلمانوں کو زبردست جنگ کے بعد فتح حاصل ہو گئی تھی۔ اس عظیم الشان فتح کا سہرا طارق بن زیاد کے سر تھا۔ (2) عیسائی فوج شکست کھا کر دم دبا کر بھاگ گئی تھی۔ سپین کے باشندوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ اب ان میں جنگ لڑنے کا کوئی ولولہ نہیں تھا۔ طارق بن زیاد کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ وہ اولوالعزمی کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ اب تک سپین کے لوگوں کا خیال تھا کہ مسلمان لوٹ مار کر کے واپس چلے جائیں گے۔ طارق بن زیاد نے جنگ لڑنے کا منصوبہ بنایا اور موسیٰ بن نصیر کے احکام اور کمک کا انتظار کئے بغیر چار دستے بنا کر اپنی فوج کی غرناطہ، قرطبہ، مالقہ اور طلیطلہ پر حملہ کرنے کے

Marfat.com

لئے بھیج دیا۔ چاروں محاذوں پر مسلمان فتحیاب ہوئے۔ طلیطلہ کے دستے کی قیادت طارق بن زیاد خود کر رہا تھا۔ قرطبہ کے دستے کی سربراہی مغیث رومی، دونوں جگہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بے انتہا دولت مالِ غنیمت میں ہاتھ آئی۔ (3) طارق بن زیاد مدینۃ المائدہ پہنچا۔ یہ جگہ طلیطلہ سے سوا سو میل کے فاصلے پر تھی، جہاں ایک میز خالص سونے کا تھا۔ وہ میز زرو جواہرات سے آراستہ تھا۔ اس میز کے تین سو پینسٹھ پائے تھے۔ پہلے یہ میز طلیطلہ کے ایک گرجا میں تھا مگر مسلمانوں کے حملے کی وجہ سے شہر کے دوسرے قیمتی سامان کے ساتھ اسے بھی وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اسی اثناء میں موسیٰ بن نصیر قرمونہ، اشبیلیہ اور ماروہ کو فتح کرتے ہوئے طلیطلہ روانہ ہوا۔ اس کی اور طارق بن زیاد کی کورہ طلیرہ میں ملاقات ہوئی۔ طارق نے بغیر حکم کے حملے شروع کئے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے اسے معاف کر دیا۔ موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو شمالی سپین کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ وہ خود بھی اس کے پیچھے اپنی فوج کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے طلیطلہ سے لے کر سرقوسہ تک کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد برشلونہ کو فتح کرنے کے بعد فرانس کی سرحد تک پہنچ گئے۔ انہوں نے اربونہ، حصن ابٹیون اور لوڈون فتح کر لئے۔ فرانس کا بادشاہ قارلہ اپنی بھاری فوج کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ مسلمان اس کے حملے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ اربونہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ بادشاہ قارلہ نے آ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کو اس کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا۔ کچھ عرصہ بعد قارلہ اپنی فوج لے کر رؤنہ چلا گیا تاکہ مسلمانوں کو فرانس پر حملہ کرنے سے روک سکے۔ اندلس کی فتح کے بعد شاہی خاندان نے طارق بن زیاد سے جاگیروں کی واپسی کی استدعا کی۔ طارق بن زیاد نے موسیٰ بن نصیر سے اس بارے میں بات کی۔ موسیٰ بن نصیر نے اسے ولید بن عبدالملک کے پاس شام بھیجا۔ ولید بن عبدالملک نے انہیں جاگیریں واپس کر دیں۔

طارق کی فوج کا ایک دستہ تدمیر کے صوبہ میں صوبیدار تھیوڈومیر سے جنگ لڑنے پہنچا اور اس نے تھیوڈومیر سے بہادری سے مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ تھیوڈومیر نے صلح کر لی۔

Marfat.com

طارق بن زیاد نے طلیطلہ فتح کرنے کے بعد شہر میں یہودیوں کو بسایا۔ چودہ مہینوں کے اندر مسلمانوں نے تقریباً سب بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ دو سال بعد مسلمانوں کی حکومت تمام جزیرہ نما پر ہو چکی تھی جو آٹھ سو برس تک رہی۔ مورخ سپین پر اسلامی تسلّط کو یورپ میں تمدّن کی ترقی کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اسلام کا دائرہ بحر اوقیانوس سے مغرب میں ہندوستان اور مشرق میں چین تک پھیل گیا۔ سپین بین الاقوامی تعلیم کا مرکز بن گیا۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں سیّاح تمام دنیا سے ہر سال سیاحت کے لئے سپین آنے لگے۔ (4)

---

(1) ہیروز آف اسلام ص 250

(2) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 236

(3) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 237

(4) ہیروز آف اسلام ص 251

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

مروان کے بیٹے عبدالملک کے انتقال کے بعد 86 ہجری میں اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا تھا۔ ولید بن عبدالملک کا انتقال 96 ہجری میں ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنانا چاہا۔ عبدالملک کی وصیّت کے مطابق اس کے دونوں بیٹے ولید اور سلیمان یکے بعد دیگرے جانشین تھے۔ امراء بھی عبدالعزیز کی بجائے سلیمان بن عبدالملک کو بنانا چاہتے تھے۔ عبدالعزیز اس دوران فوت ہو گیا۔ سلیمان بن عبدالملک کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ جب 99 ہجری میں سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو بسترِ مرگ پر اس نے اپنے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بھتیجے یزید بن عبدالملک کو یکے بعد دیگرے جانشین نامزد کیا حالانکہ اس کے اپنے بھائی اور بیٹے موجود تھے چنانچہ سلیمان بن عبدالملک کے بعد 99 ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلیمان بن عبدالملک حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ وہ عبدالعزیز بن مروان بن الحکم کے بیٹے تھے، جو اکیس سال تک مصر کے گورنر رہے تھے۔ انہیں حضرت عمر ثانی کے نام سے شہرت ملی۔ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت بہت ناز و نعم سے کی گئی مگر ان کے مزاج کی سادگی اور شرافت نفس نے ان کی شخصیت کو منفرد بنا دیا تھا۔ وہ ایک درویش منش انسان تھے۔ وہ عالم دین تھے۔ بہت پرہیز گار اور دین دار شخص تھے۔

Marfat.com

اس لئے ان کا رتبہ بہت بلند تھا۔ ان کی تربیت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ہوئی تھی، جس نے ان کے علم اور کردار کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ وہ اپنے چچا خلیفہ عبدالملک بن مروان کے داماد تھے۔ ان کی پیدائش 680ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔(0)

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے رفاہ عامہ کے بہت سے کام کئے۔ وہ بہت خوش لباس تھے۔ ان کی طبیعت میں نفاست تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے مسجد نبوی کی پرانی عمارت کو گرا کر نئی مسجد تعمیر کرائی۔ انہوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے حجروں کو گرا کر مسجد میں شامل کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی مسجد سے ملحقہ مکانات کو خرید کر مسجد میں شامل کیا۔ تین سال میں 88 ہجری سے لے کر 91 ہجری تک کا عرصہ تعمیر میں لگا۔ مسجد کی تعمیر کے لئے قیصر روم نے ایک لاکھ مثقال سونا اور بہت سے کاریگروں کو بھیجا۔ تمام در و دیوار اور چھت پر طلائی کام اور مینا کاری کی گئی۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے سخت روّیہ سے عراق کے لوگ تنگ آ کر مدینہ منورہ ہجرت کرنے لگے تھے۔ اگرچہ عراق کے لوگ اپنی خوشی اور مرضی سے حجاز منتقل ہو رہے تھے مگر یہ فعل حجاج بن یوسف کے مزاج اور مرضی کے خلاف تھا۔ اس لئے وہ اس بات پر ان سے ناراض ہو گیا۔ اس نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو گورنری سے برطرف کر دے۔

سلیمان بن عبدالملک کی وصیّت کے مطابق اس کے چچا عبدالعزیز کے بیٹے حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ وہ عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگے۔ وہ اپنے حسن سلوک سے عوام میں ہر دلعزیز تھے، اور تو اور بنوامیّہ کے مخالفین خاص کر خوارج بھی ان کا دم بھرنے لگے۔ خارجی فرقہ نے سکھ کا سانس لیا اور امن و امان سے زندگی گزارنے لگے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے خلافت کو بادشاہت میں بدل دیا تھا۔ اب تاج و تخت ایک خاندان کی وراثت بن گیا تھا اور حکومت میں جمہوریت کی بجائے شخصی راج تھا۔ حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے والوں کا رہن سہن شاہانہ تھا۔ وہ ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے

Marfat.com

لگے تھے۔ شاہی خاندان کے لوگوں کے پاس مال و متاع کے انبار لگ گئے تھے۔ بیت المال کو بادشاہ کا ذاتی خزانہ بنا دیا گیا تھا۔ شاہی خاندان کے لوگ عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ عیاشی کا سامان زیادہ ہونے لگا تھا۔ بنی امیہ کے حکمرانوں نے لوگوں کی جاگیروں اور املاک پر قبضہ کر رکھا تھا۔ حضرت عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام شاہی خاندان کے لوگوں سے ایسی جاگیریں لے کر اصلی حق داروں کو واپس دلا دیں۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی نے مسجد میں جا کر اعلان کیا کہ جس کسی کی بھی جائیداد چھین لی گئی ہو، وہ واپس لے لے۔ اس اعلان کو سن کر لوگ بہت خوش ہوئے مگر اس اعلان کی وجہ سے بنو امیّہ کے تمام لوگ ناراض ہو گئے۔ وہ کسی صورت میں اس حکم کو ماننا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی نے دھمکی دی تو ان کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ انہوں نے گورنروں کو حکم دیا کہ کہیں بھی غصب شدہ جائیداد کا پتہ چلے تو اصلی مالکان کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موروثی جائیداد بھی واپس کر دی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فدک کی جانچ پڑ تال کی۔ تحقیقات کرنے پر یہ بات سامنے آئی کہ یہ علاقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا اور اس کی تمام آمدنی ہاشمی خاندان کی ضروریات پر خرچ کی جاتی تھی۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ علاقہ مروان بن الحکم کو دے دیا گیا تھا۔ مروان بن حکم نے اسے اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے اپنے بیٹوں عبدالعزیز اور عبدالملک کو وراثت میں دے دیا۔ عبدالعزیز کی وراثت کا حصہ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی کو ملا۔ عبدالملک کے حصے ولید اور سلیمان کو ملے۔ وہ بھی آخر میں حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی کے حصے میں آئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سارا علاقہ وقف کر دیا۔ اس کی آمدنی بنی ہاشم اور دوسرے حاجت مندوں کی حاجات پوری کرنے کے لئے مقرر کر دی گئی۔ (1) اس کے بعد عموماً فِدک کا سلسلہ آلِ فاطمہ کے لئے چلتا رہا۔ اس کے علاوہ بھی اگر کسی کے پاس نقد و جنس یا جائیداد ناجائز طور پر قبضے میں آئی تھی تو وہ اس کے وارثوں کو واپس دلوا دی۔ انہوں نے اپنے اور اپنے خاندان کے لوگوں سے جاگیریں واپس کرا دیں۔ بنو امیّہ سے متعلق حکام

Marfat.com

اپنی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ وہ کسی کی مداخلت نہیں پسند کرتے تھے اور نہ ہی کسی کا حکم مانتے تھے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت چلاتے تھے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی نے بنو امیہ کے وظائف پر پابندی لگا دی تھی۔ انہیں جاگیریں اور زمینیں بھی واپس کرنا بہت ناگوار گزرا تھا۔ انہیں حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی کا یہ منصفانہ اور صحیح طرز حکومت بالکل اچھا نہیں لگا۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ان حکام کی اصلاح کرنے کی کوشش کی تا کہ اسلامی حکومت کو صحیح طریقے سے چلایا جائے۔ اموی خاندان کے لوگ بے لگام تھے اور وہ من مانی کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے انہیں حکومت کی اصلاح کا منصوبہ ایک آنکھ نہ بھایا۔ وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ وہ چاہیں کریں اور ان سے کوئی باز پرس نہ کی جائے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی مساوات کے حامی تھے اور اپنے پرایوں میں تفریق نہیں کرتے تھے۔ سب کے لئے ایک قانون تھا۔ حجاج بن یوسف نے نو مسلموں سے جزیہ لینا شروع کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ جو لوگ دین اسلام قبول کر لیں، ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ انہوں نے یزید بن مہلب بن ابی صغرہ کو برطرف کر دیا کیونکہ اس نے خیانت کی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے مخلہ کو جانشین مقرر کیا۔ وہ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کے بلانے پر حاضر ہونے کی بجائے فرار ہو کر بصرہ پہنچ گیا۔ بصرہ کے گورنر نے اسے گرفتار کر کے حضرت عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے اسے قید خانے میں بند کر دیا اور خراسان میں نیا گورنر تعین کر دیا۔ انہوں نے حجاج بن یوسف ثقفی کے خاندان کی جانچ پڑتال کی۔ اس کے خاندان کے لوگ بھی ظالم اور سفاک تھے اور زیادہ تر ظلم اور سختیوں میں شریک تھے۔ اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ تمام گورنروں کو معزول کر دیا اور اس کے تمام خاندان والوں کو جلا وطن کر دیا۔ انہوں نے ذمیوں کی ضبط شدہ املاک انہیں واپس دلوائیں۔ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کو مذہبی آزادی دی اور انہیں اجازت دی کہ وہ اپنی اپنی عبادت گاہوں میں جا کر عبادت کریں۔ ان کی عبادت گاہیں جو حکام نے ان سے چھین لی تھیں پھر بحال کر دی گئیں۔ ذمّی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر کر دی۔ وہ ان سے بہت مشفقانہ

Marfat.com

سلوک کرتے تھے اگر کوئی ذمّی اسلام قبول کر لیتا تھا تو اس کا جزیہ معاف کر دیتے تھے۔ جب ذمّیوں نے عدل و انصاف اور اس قدر ان کی مہربانیاں دیکھیں تو ان کی اکثریت حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ انہوں نے بنو امیّہ کے وظائف بند کر دیئے تھے اور اپنے ذاتی اخراجات کے لئے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے۔ وہ مساکین کی مدد کرتے تھے۔ بیت المال کی آمدنی میں اضافہ ہونے لگا۔ انہوں نے بادشاہت کو خلافت میں بدلنے کی کوشش کی۔ ان کے عہد میں صرف ایک جنگی قیدی کو قتل کیا گیا۔ (2)

☆

آذربائیجان کے مقامی لوگوں نے بغاوت کی۔ ان باغیوں نے مشتعل ہو کر اس علاقے میں مقیم تمام مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حاتم باہلی کی زیر قیادت ایک اسلامی لشکر بھیجا۔ اسلامی لشکر نے باغیوں کو میدان جنگ میں شکست فاش دی۔ انہوں نے آذربائیجان پر دوبارہ تسلّط کر لیا۔ اسلامی لشکر نے باغیوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔

مسلمانوں کی فوج نے گورنر حر بن عبدالرحمٰن کی قیادت میں سپین کی سرحد کے پاس فرانس کی سرزمین پر حملہ کیا۔ اس علاقے کی زمین سرسبز اور زرخیز تھی۔ مسلمانوں کے لشکر نے فرانس کا جنوبی علاقہ جنگ کر کے فتح کیا۔

انہوں نے خارجیوں کو دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ان کے سردار بسطام کو انعام و اکرام کی پیشکش بھی کی مگر وہ نہ مانا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر کوفہ کے گورنر عبدالحمید نے حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا چنانچہ مسلمہ بن عبدالملک کو بھیجا گیا، انہوں نے حملہ کر کے فتح پائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 717ء سے لے کر 719ء تک اڑھائی برس تک خلافت کی۔ انہوں نے آذربائیجان اور جنوبی فرانس کے علاقے فتح کیے مگر ان کی بڑی فتح یہ تھی کہ انہوں نے اموی خاندان کے حکام کے دماغ ٹھکانے لگا دیئے۔ ان سے جائیدادیں واپس لے کر حق داروں کو واپس کیں۔ اس وجہ سے ان سے کئی اموی حکام

Marfat.com

ناراض ہو گئے۔ بگڑے اور ان کی راہ میں روڑے اٹکائے مگر وہ عدل و انصاف اور اسلام کے تمام اصولوں پر قائم رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا امیر مقرر کیا مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ شخص حجاج بن یوسف کے عہد میں امیر رہ چکا ہے تو اسے معزول کر دیا۔ اس شخص نے کہا:

''میں نے حجاج بن یوسف کے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ کام کیا تھا'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو نے اس کے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ کام کیا ہے، چاہے تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا ہو۔''

مطلب یہ کہ جو شخص فاسقوں کے پاس رہتا ہے، اس کے اوپر فسق کا اثر پڑتا ہے اور جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہو، اس پر تقویٰ کا اثر پڑتا ہے۔ (احیاء) (3)

☆

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے جنگیں لڑی تھیں۔ وہ ان کے خلاف مخالفت کی وجہ سے بولتے تھے۔ اس طرح حاکموں نے رسم بنا لی تھی کہ انہیں ملامت کیا جائے اور ان کی شان میں نازیبا کلمات بیان کرتے تھے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ ثانی نے اس رسم کو ختم کر دیا۔ انہوں نے حکام کو منع کیا کہ تبریٰ کو بند کر دیں۔ اس بدعت کے خاتمے سے یہ رسم بد ہمیشہ کے لئے دم توڑ گئی۔ اسی طرح شیعانِ علیؓ کو بھی منع کیا گیا کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں نازیبا کلمات کے مرتکب نہ ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''دنیا کو سب سے زیادہ بے رغبتی کے ساتھ چھوڑنے والے حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں'' (4)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

زمانے میں ہدیہ صرف ہدیہ ہوتا تھا۔اس زمانے میں یہ رشوت ہے۔یعنی جو حکام کو ہدیہ دیا جاتا ہے وہ رشوت ہے۔(صحیح بخاری)(5)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں مسجد نبویؐ، مسجد اقصیٰ اور جامع مسجد دمشق کی توسیع کی گئی اوران کی تعمیر نو ہوئی۔ مدینہ منورہ میں چشمہ سے لاکر فوارہ بنایا گیا۔ مدینہ منورہ میں پانی کی کمی پوری کی گئی۔ سڑکیں، مسافر خانے اور شفا خانے تعمیر کرائے، کنویں کھدوائے۔ انہوں نے قیروان، واسط، بلخ اور رملہ کے نئے شہر آباد کئے۔ وہ شان و شوکت کی بجائے درویشانہ زندگی پسند کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں لوگ خوش حال تھے۔ ہر طرف امن و امان تھا۔لوگ خیرات لے کر محتاجوں اور مسکینوں کو ڈھونڈنے نکلتے تھے مگرانہیں کوئی نہیں ملتا تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث نبویؐ کی کئی کتب تیار کیں۔ شفیع اللہ وارثی (نیویارک) کے حوالے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 99 ہجری میں احادیث لکھنے کا حکم دیا تھا۔ سارے ملک سے احادیث جمع کی گئیں۔ تدوین کا کام عالم دین امام زہری رحمۃ اللہ علیہ مدنی نے کیا۔خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے پہلی مرتبہ احادیث کو مرتب کیا۔ (تدوین حدیث) انہوں نے چاروں اطراف مبلّغ روانہ کئے تا کہ تبلیغ اسلام کریں۔ خراسان کے گورنر جراح بن عبداللہ حکمی نے چار ہزار ذمیّوں کومسلمان کیا اور اسماعیل بن عبداللہ نے شمالی افریقہ میں اسلام پھیلایا۔ سلیط بن عبداللہ حنفی کوتبلیغ کے لئے چین بھیجا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سفید رنگ کے خوبصورت اور پرکشش صحت مند انسان تھے مگر خلافت کے دوران وہ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ دبلے پن کی وجہ سے ان کی پسلیاں نظر آنے لگی تھیں۔ وہ بہت متّقی انسان تھے۔ دینی تعلیمات پر توجہ دی۔ وہ خود بھی جلیل القدر عالم تھے۔ نماز کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے ایک گورنر کولکھا ''میں نے سنا ہے کہ کچھ لوگ وعظ کرتے ہوئے صلوٰۃ علی النبی کی طرح اپنے بزرگوں کے لئے بھی ''صلوٰۃ''

Marfat.com

کا لفظ کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کر دو اور حکم دو کہ وہ ''صلوٰۃ'' کو صرف نبیوں کے لئے استعمال کریں۔ باقی لوگوں کے لئے صرف دعا کریں۔ (روح المعانی) (6)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرّمہ کے گورنر کو حکم جاری کیا کہ وہاں کے مکانات پر کرایہ نہ لیا جائے کیونکہ یہ حرام ہے۔ (7)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نقد رقم کیوں نہیں تقسیم کر دیتے؟

فرمانے لگے

''شکر مجھے بہت پسند ہے، اس لئے میں اللہ کی راہ میں میٹھی چیز تقسیم کرتا ہوں'' (مدارک) (8)

ولید بن عبدالملک نے دمشق میں عیسائیوں کی مرضی کیخلاف ایک بڑے گرجے کو گرا کر مسجد بنا دیا تھا۔ جب حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے تو ان سے عیسائیوں نے اس زیادتی کی فریاد کی۔ انہوں نے دمشق کے گورنر کو حکم دیا کہ عیسائیوں کو مسجد حوالے کر دی جائے تا کہ وہ اسے دوبارہ گرجہ بنا سکیں۔ یہ علماء کے لئے قبول کرنا مشکل تھا چنانچہ انہوں نے باہم تصفیہ کیا کہ اس مسجد کو رہنے دیا جائے اور اس کے بدلے میں تمام مقبوضہ گرجوں کو انہیں واپس کر دیا جائے۔ اس فیصلے کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کر لیا۔ (9)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر کام میں احتیاط کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں ایک مرتبہ مشک کا وزن کیا جا رہا تھا تو انہوں نے ناک بند فرما لی اور فرمایا کہ مشک کا منافع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔ (10)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بعض محدثین پانچواں خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ انہوں نے لونڈی، غلام اور جملہ عیش و آرام کے ذاتی سامان کو بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی۔ ان کے پاس صرف ایک جوڑہ کپڑوں کا تھا، اسی کو دھو کر پہنتے تھے۔ اُن کے بچے بھی اسی طرح گزارہ کرتے تھے۔ وہ ساری ساری رات عبادت کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک یونانی حکیم کی طبی کتاب کا ترجمہ کرا کے ملک میں شائع کیا۔

انہوں نے کبھی بیت المال سے فائدہ ذاتی طور پر نہیں لیا۔ اس لئے وفات کے وقت وراثت میں کچھ نہیں تھا کیونکہ اپنا سب کچھ بیچ کر انہوں نے بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔

بنی امیہ کو ان کی اصلاحات سے اختلاف تھا۔ وہ ان کے دشمن بن گئے تھے۔ انہوں نے سازش کر کے ایک غلام کے ذریعے انہیں کھانے میں زہر دلوا دیا۔ اس بات کا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہو گیا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا ''مجھے بیٹھا دو''

لوگوں نے انہیں بٹھا دیا، تو پھر فرمانے لگے۔

''یا اللہ تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم دیا۔ مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی۔ تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع کیا۔ مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی''

یہ بات انہوں نے تین دفعہ دہرائی۔ پھر فرمایا

''لا الہ الا اللہ''

یہ فرما کر غور سے ایک طرف دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا ''کیا دیکھ رہے ہیں؟''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ارشاد فرمایا

''کچھ سنہری چیزیں ہیں کہ نہ تو وہ آدمی ہیں اور نہ جن'' (11)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیٹی تھیں۔ باپ بادشاہ تھا۔ اس نے شادی میں اپنی بیٹی کو بہت سے جواہرات دیئے تھے۔ شوہر کے کہنے پر انہوں نے تمام زروجواہرات بیت المال میں جمع کرا دیے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جب یزید بن عبدالملک بادشاہ بنا تو اس نے اپنی بہن کے زروجواہرات کو بیت المال سے لوٹانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کی بیوی فرماتی تھیں۔

''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں

Marfat.com

دیکھا۔ وہ عشاء کی نماز کے بعد مصلّے پر بیٹھتے اور دعائیں مانگتے۔ وہ اتنا روتے کہ روتے روتے نیند کا غلبہ ہو جاتا۔" جس غلام نے انہیں زہر دیا تھا اسے آزاد کر دیا۔ مرنے کے بعد اپنے تیرہ بیٹوں کی وراثت میں کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ (12)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الموت میں اپنے غلام کو بلا کر پوچھا "تمہیں کس چیز نے مجھے زہر دینے پر آمادہ کیا؟"

اس نے جواب دیا

"مجھے ایک سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"وہ دینار لے آؤ"

جب وہ غلام لے آیا تو انہوں نے وہ بیت المال میں جمع کرا دیئے اور غلام کو آزاد کر دیا۔ (13)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زہر آلود کھانا کھانے سے موت واقع ہوئی۔ وہ 101 ہجری بمطابق 719ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔

☆

سلیمان بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یزید بن عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا تھا چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے حوالے حکومت کرتے ہوئے اسے تقویٰ اختیار کرنے اور رعایا کا خیال رکھنے کی نصیحتیں کیں۔ ان کی کل چار بیویاں تھیں۔ ان سب سے تیرہ چودہ بیٹے پیدا ہوئے۔

☆

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانچ باتیں قاضی میں جمع ہونی چاہئیں اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو عیب ہے۔

1- سمجھدار ہو 2- سخت ہو 3- عالم ہو 4- بردبار ہو

Marfat.com

5- علم کی باتیں پوچھنے والا ہو (14)

☆

"جب کوئی شخص عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز جیسے امام عدل کے خلاف خروج کرے تو اس کو دفع کرنا واجب ہے۔ رہا کسی دوسری قسم کا امام تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، اللہ کسی دوسرے ظالم کے ذریعے سے اس کو سزا دے گا اور پھر تیسرے ظالم کے ذریعہ سے ان دونوں کو سزا دے گا۔" (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن)

---

(0) ہیروز آف اسلام ص 219
(1) تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 392
(2) تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 13
(3) فضاء اعمال ص 62
(4) خلفائے راشدین نمبر ص 462
(5) بہار شریعت جلد نمبر 2 حدیث نمبر 15 ص 450
(6) تفہیم القرآن جلد نمبر 4 ص 128
(7) تفہیم القرآن جلد نمبر 3 ص 126
(8) کنزالایمان ص 111
(9) جہاد نمبر ص 290
(10) فضائل اعمال ص 61
(11) فضائل ذکر ص 505
(12) فضائل نماز ص 360
(13) فضائل اعمال ص 360
(14) بہار شریعت جلد نمبر 2 حدیث نمبر 13 ص 279
(15) تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 80

Marfat.com

ہشام بن عبدالملک

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بیٹوں ولید، سلیمان، یزید کے بعد ہشام بن عبدالملک کو تخت نشین کیا گیا۔ خلیفہ ولید کے بعد خلیفہ سلیمان نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز اور بھائی یزید بن عبدالملک کو جانشین نامزد کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن عبدالملک کو حکومت سونپی۔ اس نے چار سال حکومت کی۔ اس دوران ہسپانیہ، افریقہ اور مشرقی علاقوں میں خانہ جنگی اور بغاوتوں کو فرو کیا گیا۔ یزید ثانی عیاش حکمران تھا۔ اس کے دور حکومت میں سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں۔ یزید ثانی کا انتقال ہوا تو اس نے اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک اور اپنے بیٹے ولید بن یزید ثانی کو ولی عہد نامزد کیا چنانچہ خلیفہ یزید بن عبدالملک کے فوت ہونے کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے بیس سال تک حکومت کی۔ اس کا دور مہمّات اور فتوحات کا تھا۔ اس نے اندرونی شورشوں پر قابو پا کر امن و امان قائم کیا۔ اس نے حکمت عملی سے بہت ہی کامیابی سے حکمرانی کی۔ اس نے قبائل کے فتنوں پر کامیابی سے قابو کیا۔ اس کا شمار بنوامیّہ کے ممتاز ترین خلفاء میں ہوتا ہے۔

ہشام بن عبدالملک کے عہد میں چار سال تک جنید بن عبدالرحمٰن سندھ کا حکمران رہا۔ سندھ کے راجہ داہر کے بیٹے جے سنگھ نے اسلام قبول کیا تھا مگر وہ مرتد ہو کر اپنے قبائل کیساتھ دریائے سندھ کے کنارے اسلامی فوج سے جنگ کے لئے نکلا۔ جے سنگھ اس

Marfat.com

جنگ میں ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد کیرج کی بغاوت کو فرو کیا۔ جنید کی گورنری میں سندھ میں بہت ترقی ہوئی۔ بہت سے علاقوں میں فتوحات ہوئیں اور امن و امان قائم ہوا تھا۔ جنید 107 ہجری سے 111 ہجری تک گورنر رہا۔ اس کے بعد سندھ میں تمیم کو گورنر مقرر کیا گیا۔ اس کے آتے ہی سارے سندھ میں بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ اس لئے حکم بن عوانہ کو گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا۔ اس نے دو نئے شہر محفوظ آباد اور منصورہ آباد کئے۔ منصورہ کو سندھ کا نیا دارالخلافہ بنایا گیا۔ تبلیغ اسلام ہونے لگی اور سندھ میں امن و امان قائم ہوا۔ حکم بن عوانہ ایک جنگ میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ سندھ میں عمرو بن محمد کو گورنر مقرر کیا گیا۔

ہشام بن عبدالملک نے عراق کے گورنر ہبیرہ کو برطرف کر کے اس کی جگہ خالد بن عبداللہ کو مقرر کیا۔ خالد نے جنید بن عبدالرحمٰن کو سندھ اور اپنے بھائی اسد بن سعید کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ اسد نے 108 ہجری میں نموریوں کو شکست دی۔ 109 ہجری میں ہشام نے اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ اس کے عہد میں تبلیغ اسلام کا بہت کام ہوا۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے جزیہ کم ہو گیا اور اس وجہ سے آمدنی کم ہو گئی۔ جب نومسلم آبادی پر سختی کی گئی تو سمرقند کے عوام ترکوں سے مل گئے اور مقابلے پر اتر آئے۔ ان کے فرمانروا خاقان تھے۔ مسلمانوں کو سعذ، بخارا اور سمرقند کے معرکوں میں فتح ہوئی۔ 739ء میں ہشام بن عبدالملک نے خراسان میں نصر بن سیار کو گورنر بنا کر بھیجا۔ اس نے اپنے عہدے کو تحویل میں لیتے ہی اپنے تجربات اور اپنی فراست سے عوام کے دلوں کو موہ لیا۔ نومسلموں سے جزیہ لینا بند کر دیا اور امن و امان کو برقرار رکھا۔ اس نے عرب اور غیر عرب میں امتیاز ختم کر کے مساوات قائم کی۔ 111 ہجری میں اشرس بن عبداللہ کی جگہ جنید بن عبدالرحمٰن کو مقرر کیا گیا۔ اس نے ترکوں کو کئی مہمات میں شکست دی۔ 112 ہجری میں اس نے طخارستان پر فوج کشی کی۔ اس دوران ترک فوج نے سمرقند پر حملہ کر دیا۔ جنید کی مدد کے لئے سورہ بن الجبر بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ پہنچا۔ ان میں سے دس ہزار سپاہی اور خود سورہ بن الجبر کو ترکوں نے شہید کر ڈالا۔ جنید ترکوں سے مقابلہ کرنے کے بعد ہشام کے پاس پہنچا۔ ہشام نے بیس ہزار فوج کا انتظام کیا۔ وہ بخارا کے لوگوں کی حفاظت کے لئے

Marfat.com

پہنچے۔ 116 ہجری میں عاصم بن عبداللہ ہلالی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے حارث بن شریح کی بغاوت کو فرو کیا۔ اس دوران خراسان کا گورنر اسد کو مقرر کیا گیا۔ خاقان اور اسد کی فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ خاقان کو شکست ہوئی۔ خاقان کو ایک ترک سردار کورصول نے قتل کر دیا اور ترکوں کا سربراہ بن بیٹھا۔ 120 ہجری میں اسد کی وفات کے بعد نصر بن سیار کنانی گورنر بنا۔ اس نے چاچ پر حملہ کیا۔ ترکوں کا سردار کورصول ہلاک کر دیا گیا۔ خاقان اور کورصول کے بعد ترکوں کا کوئی رہنما نہ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

خاقان کے بیٹے کی سربراہی میں آٹھ سال تک ترک افواج لڑتی رہیں۔ 113 ہجری میں ہشام نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو سربراہ بنا کر بھیجا۔ اس نے بہادری سے جنگ کر کے فتح حاصل کر لی۔ خاقان کا بیٹا قتل ہو گیا۔ 114 ہجری میں مروان بن محمد کو ایک لاکھ بیس ہزار فوج کا سربراہ بنا کر آرمینیہ بھیجا گیا۔ اس نے خزر کا سارا علاقہ فتح کیا۔ 119 ہجری میں وہ ارمنستان سے طبرستان تک کا سارا علاقہ فتح کر چکا تھا۔ 105 ہجری میں مروان بن محمد نے قونیہ او کنج فتح کئے۔ 108 ہجری میں مسلمہ بن عبدالملک نے قیساریہ پر قبضہ کیا۔ 109 ہجری میں ہشام کے بیٹے معاویہ نے طیبہ، سملہ اور خرشتہ فتح کئے۔ 120 ہجری میں مسلمہ نے مطمورہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح خزر اور ایشیائے کوچک کے تمام علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ہشام بن عبدالملک نے فرانس پر لشکر کشی کا منصوبہ بنایا۔ اندلس کے گورنر عنبسہ بن سحیم نے 726ء میں قرقشونہ اور سپٹی مانیا پر تسلط کر لیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے ایک حملے میں شہید ہو گیا۔ 732ء میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی نے امیر عثمان بن ابی نعسہ کی بغاوت کو فرو کیا۔ وہ بربری تھا۔ وہ اندلس کا سابق گورنر تھا جسے برطرف کیا گیا تھا۔ وہ عربوں کا دشمن تھا۔ اس نے فرانس کے اکیوٹین کے ڈیوک کی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ اسے بھی مسلمانوں نے شکست دی تھی۔ وہ دونوں آپس میں مل گئے۔ امیر عبدالرحمٰن غافقی نے پیش قدمی جاری رکھی اور بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ڈیوک نے جرمن چارلس مارٹل سے مدد طلب کی۔ ان دونوں نے مل کر دیگر امراء کو بھی

Marfat.com

مسلمانوں سے جنگ لڑنے کے لئے تیار کرلیا۔ امیر عثمان بن ابی نعسہ ایک جنگ میں مارا جا چکا تھا۔ ڈیوک ایک عظیم لشکر لے کر 735ء میں ٹورس کے مقام پر اسلامی فوج کے مقابلے کے لئے پہنچا۔ امیر عبدالرحمٰن اس جنگ میں شہید ہوا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان فتح یاب ہو رہے تھے مگر اس دوران وہ اپنا کیمپ بچانے کے لئے دوڑے تو دشمن نے ان پر حملہ کر کے ان کی جیتی ہوئی بازی کو ہار میں بدل دیا۔ ہشام بن عبدالملک نے مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر امیر عبدالملک بن قطن فہری کو ہسپانیہ کا نیا گورنر مقرر کیا۔ اس نے پہنچ کر بغاوتوں کو کچلا اور لینگو ڈوک واوگنون کے علاقے فتح کر لئے۔ 734ء میں عقبہ بن حجاج کو عبدالملک کی جگہ گورنر مقرر کیا گیا۔ اس نے فرانس کے کئی علاقے فتح کئے۔ اس نے بلبلونہ، البہ اور جلیقیہ فتح کئے۔ وہ پانچ سال تک وہاں رہا۔ اس نے ڈفنی اور برگنڈی فتح کرنے کے بعد دارالخلافہ کی طرف پیش قدمی کی۔ چارلس فرانس کی فوجوں کے ساتھ شاہ لمبارڈی کی کمک لے کر مقابلے کے لئے آیا۔ انہوں نے کئی شہروں کو پامال کر دیا۔ عبدالملک بن قطن نے عقبہ کو مروا دیا۔ اس کے بعد عبدالملک بن قطن کو بلج شامی نے ہلاک کر ڈالا۔ افریقہ کی بغاوتوں کا سپین کے بربریوں پر بہت برا اثر پڑا۔ عربوں اور بربریوں کا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بلج بھی مر گیا۔ اس کے بعد ثعلبہ بن سلامہ کو شامی عربوں نے گورنر بنا دیا۔ عیسائیوں نے مزید پیش قدمی روک دی۔ افریقہ کے گورنر عبداللہ بن حجاب نے فرانس کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ابھی ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ بربریوں کو خارجیوں کی حمایت حاصل ہو گئی تو انہوں نے بغاوت کر دی۔ زبردست لڑائی کے بعد عربوں کو شکست ہوئی۔ اس جنگ کو ''جنگ الاشراف'' کہا جاتا ہے۔ ٹورس کو ''بلاد الشہداء'' کہا جاتا ہے۔

اندلس کے بربریوں نے بھی بغاوت کر دی۔ ہشام بن عبدالملک نے افریقہ کا نیا گورنر کلثوم بن عیاض قشری مقرر کیا اور ابن حجاب کو برطرف کر دیا۔ کلثوم بن عیاض تیس ہزار فوج کی قیادت کر رہا تھا وہ قیروان سے آگے بڑھا تو اس کی فوج کی تعداد ستر ہزار ہو چکی تھی۔ بقدورہ کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔ بربریوں کی عظیم فوج بھی۔ عربوں کو

Marfat.com

شکست ہوئی۔ کلثوم بن عیاض شہید ہو گیا۔ اندلس میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ ہشام بن عبدالملک نے حالات پر قابو پانے کے لئے افریقہ گورنر حنظقہ بن صفوان کلبی کو تیس ہزار فوج کے ساتھ بھیجا۔ بربروں نے قیروان کا محاصرہ کر لیا۔ خارجی سرداروں عطاشہ بن ایوب فزاری اور عبدالواحد نے تین لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کیا۔ عرب بہت بہادری سے لڑے، کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اس لڑائی میں دو لاکھ بربروں کو ہلاک کیا گیا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ افریقہ کے بربروں کی بغاوت کا سن کر اندلس کے بربروں نے بھی بغاوت کر دی تھی۔ شامی فوج نے انہیں شکست دی اور سارے ملک میں پھیل کر چھوٹے چھوٹے معرکوں کو فتح کیا اور بغاوتوں کو فرو کیا۔

ہشام بن عبدالملک کے عہد میں کوفیوں کی شہ پر سانحۂ کربلا کا انتقام لینے کی تحریک شروع ہوئی۔ اس مقصد کے لئے مخالفین نے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے زید بن علی بن حسین علیہ السلام کو چنا، جن لوگوں نے حضرت زید بن امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام بنایا، انہیں ''زیدیہ'' کہا جاتا ہے۔ کوفیوں نے امام زید رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ امام زید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پندرہ ہزار زیدی تھے۔ ان کے مقابلے کے لئے ہشام بن عبدالملک نے کوفہ کے گورنر یوسف بن عمرو ثقفی کو بھیجا۔ میدان جنگ میں کوفیوں نے امام زید رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ان کے ساتھ صرف دو سو لوگ رہ گئے۔ اس جنگ میں حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ بن امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ یوسف بن عمرو ثقفی نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ یوسف نے ان کا سر کاٹ کر ہشام بن عبدالملک کو بھیج دیا۔ امام زید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے جانشین امام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی انجام ہوا۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تھے۔ ان کے نام حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ زیدی فرقہ علم وفضل کے لحاظ سے حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کو افضل مانتے ہیں۔ اس لئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو اول، دوم، سوم اور چہارم امام مانتے ہیں اور حضرت زید

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام پنجم تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے جو لوگ امام پنجم مانتے ہیں، انہیں ''امامیہ'' کہا جاتا ہے۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں عباسی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ خلافت کے اصلی دعویدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد تھی کیونکہ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ ان کے فرزند ابو ہاشم عبداللہ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ امامت کا منصب علوی خاندان میں منتقل ہو گیا تھا۔ ابو ہاشم نے فوت ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن علی بن عباس رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کر دیا۔ اس طرح علوی خاندان سے امامت کا منصب عباسی خاندان میں منتقل ہو گیا۔ عراق اور خراسان میں عباسی تحریک نے زور پکڑا جو آگے چل کر بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کا سبب بنی۔

ہشام بن عبدالملک نے مشرق میں ترک و تاتار اور مغرب میں بربروں کی طاقتوں کو ختم کیا۔ اس نے خارجیوں کی تحریک کا قلع قمع کیا۔ اس کے عہد میں نمایاں طور پر فتوحات ہوئیں۔ اسلامی اور رومیوں کی حکومت کی سرحد انطاکیہ میں حصن قطرغاش اور حصن بورہ و حصن بوفا بنوائے۔ اس نے شام میں نیا شہر رصافہ آباد کیا جہاں وہ گرمیوں میں رہتا تھا۔

ہشام بن عبدالملک جہاں بیدار مغز اور سنجیدہ حکمران تھا، وہاں وہ بے حد شکی مزاج بھی تھا۔ محض شک کی بنا پر وہ حکام کی تبدیلیاں کرتا رہتا تھا۔ سب سے طویل عرصہ والی عراق خالد بن عبداللہ قسری نے گزارا تھا مگر پندرہ سال کی خدمات کے باوجود اسے معزول کر دیا۔ بہت سے حکام کی تبدیلیاں محض قبائلی تعصب کی وجہ سے کی گئی تھی۔ وہ 724ء سے لے کر 743ء تک بیس سال حکمران رہا۔ اس نے اندرونی شورشوں پر قابو پایا۔ اس نے ایران کی تاریخ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کرایا۔ اس کے علاوہ اس نے کئی کتابیں علم نجوم پر لکھوائیں۔ وہ بہت کفایت شعار تھا۔ اس نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے چار سو احادیث

Marfat.com

کا مجموعہ مرتّب کرایا۔ اس نے کئی مضبوط قلعے تعمیر کرائے۔ اسلامی سلطنت کے ہر حصے میں اسے فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسے خنّاق کی بیماری ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ہشام بن عبدالملک پچپن سال کی عمر میں 743ء میں فوت ہوا۔ اسے دارالخلافہ رصافہ میں دفن کیا گیا۔ ہشام نے ارسطو کے ان خطوط کا ترجمہ اپنے کاتب سالم سے کرایا جو سکندر کے نام لکھے گئے تھے۔ اس کا شمار بنی امیہ کے ممتاز خلفاء میں کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل

749ء میں بنی امیہ کی حکومت کا تختہ بنی عباس نے الٹ دیا تھا۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک کی عمر بیس سال تھی۔ وہ ایک خوش شکل، حسین وجمیل اور جاذب نظر جوان تھا۔ اس کے سرخ بال اس کے حسن کو بڑھاتے تھے۔ وہ مردانہ وجاہت کا بہترین نمونہ تھا۔ وہ بہت ذہین اور بہادر انسان تھا۔ عبدالرحمٰن کی والدہ کا نام قیوطہ تھا جو بربری خاندان نغزہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس لئے بربری لوگوں میں عبدالرحمٰن بہت ہردلعزیز تھا۔

شیعان علیؓ نے امیہ خاندان کی خلافت کو کبھی دل سے پسند نہیں کیا تھا۔ سانحۂ کربلا میں صرف اولاد نرینہ میں سے حضرت امام علی رحمۃ اللہ علیہ (زین العابدین) بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ بچے تھے۔ وہ سیاست میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی انہیں اقتدار حاصل کرنے کا شوق تھا۔ شیعان علیؓ علوی خاندان کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے رہنما بنے اور انہوں نے انتقال سے پہلے حضرت عبداللہؓ بن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کو رہنما بنا دیا اور یوں سربراہی کا سلسلہ بنو عباس میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسطین میں خلافت عباسیہ کی تحریک چلائی۔ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں خراسان اور عراق میں عباسی تحریک نے زور

Marfat.com

پکڑا۔ 744ء میں امام محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو اس کے تینوں بیٹوں ابراہیم، ابو العباس اور ابو جعفر جانشین مقرر ہوئے۔ بنی عباس نے اقتدار سنبھالتے ہی بنی امیہ کے لوگوں سے انتقام لیا اور انہیں چن چن کر قتل کیا۔ انہی ہنگاموں میں چند اموی خاندان کے لوگ جان بچا کر چھپتے ہوئے دمشق سے فرار ہو گئے۔ ان اموی خاندان کے فرار ہونے والوں میں ہشام بن عبدالملک کا پوتا عبدالرحمٰن بھی شامل تھا۔ عبدالرحمٰن پانچ سال تک ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔ آخر کار وہ شمالی افریقہ پہنچا۔ بربروں نے عبدالرحمٰن کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس کی سرپرستی کرنے لگے۔ یہاں پر زیادہ تر بنی امیہ کے حامیوں کی تعداد تھی۔ 138ء ہجری میں عبدالرحمٰن مغرب سے اندلس چلا گیا۔ اندلس کے جنوبی علاقے میں دمشق کی شامی فوج موجود تھی۔ عبدالرحمٰن اس فوج میں بہت جلد اپنا اثر ورسوخ پیدا کر کے اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ ادھر بربروں نے عبدالرحمٰن کو اپنا سردار تسلیم کرتے ہوئے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ شامی فوج نے بھی اسے اپنا سربراہ تسلیم کر لیا۔ اشبیلیہ، ریہ، شندونہ اور مورور کے مسلمانوں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عبدالرحمٰن کی زیر قیادت شامی فوج نے جنوبی اندلس کے علاقے میں واقع تمام شہروں کو فتح کر لیا۔ عبدالرحمٰن کا ساتھ بربروں نے دیا۔ وہ اس کے حسن اخلاق سے اس کے جان نثار اور وفادار دوست بن گئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے بربروں کی فوج بنا کر انہیں باقاعدہ فوجی تربیت دی۔ عبدالرحمٰن اندلس میں نووارد تھا اور بہت سے قبائل اسے نہیں جانتے تھے۔ عباسی خاندان کے نمائندے وہاں کے بربروں اور عربوں کو عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت کرنے پر اکساتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ایسی بغاوتوں کو فرو کیا۔ امیر اندلس یوسف الفہری نے اپنے یمن کے قبیلوں کی قیادت کرتے ہوئے قرطبہ پر حملہ آور ہوا۔ اس کے ساتھ صرف فہر اور قیس کے قبیلے تھے۔ باقی سب فوج عبدالرحمٰن کے ساتھ جا ملی تھی۔ وہ 756ء سے لے کر 758ء تک بغاوتیں کرتا رہا تھا مگر اسے ہر دفعہ شکست ہوتی رہی۔ ان حملوں کی وجہ سے اور ناکامیوں سے تنگ آ کر اس کی اپنی فوج نے اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا اور امیر عبدالرحمٰن کو بھیج دیا۔ 241 ہجری میں بنو امیہ برسر اقتدار آئے۔ 773ء (1) میں عبدالرحمٰن نے خطبہ سے عباسی خلیفہ کا نام

Marfat.com

خارج کر دیا۔ وہ خود اپنے آپ کو خلیفہ کی بجائے امیر کہلواتا تھا۔

عباسی خلیفہ منصور نے افریقی سپہ سالار علاء بن مغیث کو اندلس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عین اس موقع پر طلیطلہ کے سردار ہاشم بن عبداللہ خیری نے بربروں کو اپنے ساتھ ملا کر علاء بن مغیث کے ساتھ اندلس پر فوج کشی کی۔ امیر عبدالرحمٰن نے قرمونہ کے مقام پر جنگ کر کے فتح حاصل کر لی۔ اس نے دشمن فوج کے سربراہوں کے سر کاٹ کر منصور کو بھیج دیئے۔ عبدالرحمٰن نے طلیطلہ میں باغیوں کا صفایا کیا۔ اس نے یمنیوں کی بغاوت کو فرو کیا۔ اس دوران جبل البرکات میں عیسائیوں نے الیسٹریاس کی ریاست قائم کر کے فرڈیننڈ کو اپنا حکمران بنا لیا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر کارنامے شروع کر دیئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی فرانس کے کئی مقبوضہ علاقے چالیس سال بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر فرانس کے قبضے میں چلے گئے۔ 777ء میں ایک زبردست سازشی منصوبے کے تحت فرانس کے بادشاہ شارلیمان نے الیسٹریاس کی ریاست کے ساتھ مل کر سپین پر حملہ کیا۔ اندلس میں مقیم باغی عرب بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ یوسف الفہری کا بیٹا ابوالاسود اور داماد عبدالرحمٰن بن حبیب برشاہنہ کے گورنر سلیمان بن یقضا الاعرابی سے مل گئے۔ ان تینوں نے شارلیمان کا ساتھ دیا۔ شارلیمان کی فوج سے سرقط کے مقام پر گورنر حسین بن یحیٰ انصاری کی سربراہی میں لوگوں نے مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ سلیمان اور عبدالرحمٰن بن حبیب کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ عبدالرحمٰن بن حبیب عباسی خلیفہ مہدی کا علم بردار تھا۔ اسے ہلاک کر دیا گیا۔ فرانس کے سیکسینوں نے بغاوت کر دی۔ اس لئے شارلیمان کو واپس جانا پڑا۔ بسکنس کے لوگوں نے رونسیوو میں حملہ کر کے فرانسیسی فوج کو تباہ و برباد کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے خود جنوبی فرانس تک تعاقب کر کے کئی علاقوں کو تسخیر کیا۔ ابوالاسود کو شکست دیکر اسے ہلاک کیا۔ سلیمان الاعرابی کو حسین نے مروا دیا۔ عبدالرحمٰن نے دشمنوں کو شکست دیکر سرقط اور برشلونہ پر قبضہ کر لیا۔ (2) الغرض عبدالرحمٰن نے اندرونی اور بیرونی طاقتوں کو کچل کر ملک کے اندر استحکام پیدا کر لیا۔ اس نے بنی امیہ کی اموی حکومت قائم کر لی۔ دراصل عرب اور بربر، یمنی اور مضری قبائل میں جنگیں برپا تھیں۔ عارضی طور پر یوسف بن

Marfat.com

عبدالرحمٰن مضری حکومت کر رہا تھا۔ کئی سالوں تک بدامنی اور خانہ جنگی ہوتی رہی تھی۔ اسی زمانے میں عباسی حکومت کے قیام کے بعد اموی خاندان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلاک کیا جا رہا تھا اور اموی خاندان کے لوگ جان بچانے کے لئے ادھر ادھر فرار ہو رہے تھے۔ اسی زمانے میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک شام سے مروان کے خاتمے کے بعد فرار ہو کر مغرب پہنچا اور پھر وہاں سے قبیلہ نفزادہ چلا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے بربری لوگوں کو مراعات دے کر قابو میں رکھا۔ اس نے ملک میں امن و امان قائم کیا۔

عبدالرحمٰن کے عہد میں بربری بہت آرام سے رہے اور کسی تخریبی کارروائی میں حصہ نہیں لیا۔ اس نے ملک کو چھ صوبوں میں تقسیم کر کے ہر صوبہ میں ایک سپہ سالار مقرر کیا۔ وادی الکبیر کیدریا پر پل بنوایا۔ شہر کے اندر خوبصورت عمارات اور باغات بنوائے۔ حفاظت کے لئے شہر کے اطراف میں فصیل بنوائی۔ اس نے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی طرح قرطبہ میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے لئے قرطبہ میں محل تعمیر کرایا۔

دسویں صدی کے لگ بھگ قرطبہ کو سب سے متمدن شہر سمجھا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے علم و ادب کی اشاعت میں دلچسپی لی۔ عبدالرحمٰن اپنے حکام کی جانچ پڑتال خود کرتا تھا۔ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دی۔ بربری لوگ امن سے رہتے تھے اور ملک بھر میں کہیں بغاوت نہ ہوتی تھی۔ رعایا خوش حال تھی۔

عبدالرحمٰن الداخل نے 756ء سے لے کر 788ء تک حکومت کی۔ امیر عبدالرحمٰن کا انتقال 788ء میں ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہشام بن عبدالرحمٰن ہسپانیہ کا امیر بنا۔ عبدالرحمٰن الداخل نے انتہائی ناموافق حالات میں حکومت قائم کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں، جرأت و ذہانت اور بہادری سے بے شمار فتوحات حاصل کیں اور اپنی حکومت کو مستحکم بنا لیا۔

---

(1) تاریخ اسلام آخریں شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص 27

(2) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 286

Marfat.com

خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر

شہزادہ عبدالرحمٰن کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ہشام بن عبدالرحمٰن 788ء میں ہسپانیہ کا حکمران مقرر ہوا جو بہت دین دار تھا۔ وہ مالکی فقہ کو مانتا تھا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کی بہت قدر کرتے تھے۔ ہشام بن عبدالرحمٰن کے بعد اس کا بیٹا حکم (اوّل) تخت نشین ہوا۔ اس نے 822ء تک حکومت کی۔ اسے الظفر کا لقب ملا۔ اس نے فرانس کے بہت سے علاقے فتح کیے۔ حکم کے فوت ہونے کے بعد اس کے بیٹے عبدالرحمٰن ثانی نے 822ء سے 852ء تک تیس سال حکومت کی۔ عبدالرحمٰن ثانی کے بعد اس کا بیٹا محمد چونتیس سال تک حکمران رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا منذر دو سال حکومت کرتا رہا۔ منذر کے بعد اس کا بھائی عبداللہ 888ء سے 912ء تک حکمران رہا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن ناصر (ثالث) تخت نشین ہوا۔

912ء میں جب عبدالرحمٰن (ثالث) تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر اکیس برس تھی۔ عبدالرحمٰن کو بھی پہلے اموی حکمرانوں کی طرح سترہ سال تک امیر عبدالرحمٰن کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے خلیفہ کا لقب اختیار کر کے امیر المومنین بنا۔ 929ء میں لقب بدلنے کے بعد وہ عبدالرحمٰن الناصر الدین اللہ کے نام سے مشہور ہوا۔

جب خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر نے حکومت سنبھالی تو اندلس میں عیسائیوں کا زور تھا۔ اس وقت مالقہ پر عمرو بن حفصون قابض تھا۔ مصر میں فاطمیین گروہ اموی حکومت کے مخالف تھا۔ وہ عمرو کے ساتھ مل گیا تھا۔ اشبیلیہ میں عربوں نے آزاد ریاست قائم کی ہوئی تھی۔ عمرو بن

Marfat.com

حفصون قرطبہ میں مسلمانوں کے اقتدار کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اسی غرض سے وہ عیسائیوں سے ساز باز کر رہا تھا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر نے کئی عرب سرداروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے اشبیلیہ پر حملہ کر دیا۔ عمرو بن حفصون نے اشبیلیہ کی مدد کی۔ اس لڑائی میں عبدالرحمٰن الناصر فتح یاب ہوا۔ اس نے اشبیلیہ میں اپنا گورنر مقرر کیا۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن ناصر نے عمرو بن حفصون کی طرف حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ عمرو کی مدد کے لئے مصر کے فاطمین گروہ نے بھی اپنا لشکر بھیجا جسے سمندر میں ہی عبدالرحمٰن الناصر نے روک کر گرفتار کر لیا۔ عمرو بن حفصون نے اپنی ناکامی دیکھتے ہوئے شکست قبول کر کے اطاعت کر لی۔

متعدد عیسائی ریاستیں خود مختار حکومتیں چلا رہی تھیں۔ ان میں برشلونہ، اربونہ، ایسٹریاس، جلیقہ، لیون اور قسطلہ کی ریاستیں شامل تھیں۔ پرتگال میں بھی حکومت عیسائیوں کے ہاتھ تھی۔ کئی مسلمان سربراہ بھی عیسائیوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن ناصر نے اس طرف توجہ دی۔ اس نے تمام عیسائی ریاستوں کو فتح کر لیا۔ عبدالرحمٰن ناصر نے مصر کے فاطمین گروہ کو بھی شکست دی۔ ادریسہ کے حاکم ابراہیم بن محمد نے مدد کی۔ عبدالرحمٰن ناصر نے مراکش پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر فتوحات کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ اس نے ہسپانیہ میں اپنے خاندان کی حکومت مضبوط کی۔ اس نے ملک کے اندر نہایت عقلمندی سے امن و امان قائم کیا۔ اسے اپنی بہادری، فراست اور حکومت کے نظم و نسق کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔ 949ء میں شہنشاہ قسطنطنیہ قسطنطین اور خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کے درمیان دوستانہ مراسم قائم ہوئے۔ اس کے بعد اٹلی، جرمنی، فرانس اور صقالیہ کے بادشاہوں نے سفارتی تعلقات خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر سے قائم کئے۔ یورپ کا ہر حکمران خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر سے اپنی دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے سفارتی تعلق رکھنے کا خواہش مند تھا۔ سپین کے اندر عیسائیوں کے سربراہوں نے بھی خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر کی طاقت اور عظمت کے سامنے گردنیں جھکا لیں۔ یہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے عروج کا زمانہ تھا۔

قسطنطنیہ اور بغداد کے بعد قرطبہ کو تیسرا بڑا تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھا جانے لگا۔ یورپ کا سب سے مہذب شہر قرطبہ بن چکا تھا۔ سپین کو یورپ کے امیر ترین ملکوں میں شمار

Marfat.com

کیا جانے لگا۔ ملک میں نئی نئی عمارات تعمیر ہوئیں۔ سپین سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ بندرگاہوں سے تجارت کو فروغ ملا۔ اس دور میں سپین نے صنعت و حرفت، تعمیرات، زراعت اور تجارت میں بہت ترقی کی۔ قرطبہ کو بین الاقوامی شہرت ملی۔ بیرونی تجارت کے لئے بحرہ روم کے ساحل پر بندرگاہیں المریہ اور الجزائر تھیں۔ سپین کے دریا بھی تجارت کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئے۔ اشبیلیہ کی بندرگاہ تجارت کے لئے مشہور تھی جو بحراوقیانوس سے بہتر میل دور وادیٔ الکبیر کے ساحل پر تھی۔

خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر نے 912ء سے لے کر 961ء تک حکومت کی۔ اس کے عہد کو اسلامی سپین کا شاندار دور سمجھا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں کسی دشمن کو مسلمان حکومتوں کے خلاف طالع آزمائی کی ہمت نہ پڑی۔ عبدالرحمٰن ناصر کا تقریباً پچاس سال حکومت کرنے کے بعد ستر سال کی عمر میں 961ء میں انتقال ہوا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد اس کا بیٹا حکم تخت نشین ہوا اور سولہ سال تک حکمران رہا۔ 976ء میں اس کا بارہ سالہ بیٹا ہشام (ثانی) حکمران بنا مگر ابوعمامہ حکومت چلاتا تھا۔ 1002ء میں اس کے انتقال کے بعد تیس سال کے اندر اندر سپین کی اسلامی حکومت مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر کمزور پڑ گئی اور سپین میں اقتدار دوبارہ عیسائیوں کے ہاتھ چلا گیا۔ کچھ صدیوں کے بعد مسلمانوں کا وہاں سے نام ونشاں تک مٹ گیا۔

Marfat.com

ابو جعفر منصور

ابو العباس عبداللہ السفاح نے 136 ہجری میں انتقال سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ ابو جعفر منصور کا تعلق بنی عباس سے تھا۔ بنی عباس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ جس زمانے میں شام میں مروان بن الحکم اور حجاز میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کی وجہ سے عالم اسلام میں انتشار تھا۔ عراق کی حکومت حاصل کرنے کے لئے ایک چالاک شخص نے ''قصاص امام حسین'' کی تحریک چلائی۔ اس کا نام مختار ثقفی تھا۔ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غیر فاطمی صاحبزادے محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا جانشین بنا کر اپنا سربراہ بنا لیا۔ اس فرقہ کو کیسانیہ کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری بیویوں سے جو اولاد ہوئی انہیں علوی کہا جاتا ہے۔ کیسانیہ گروہ بھی ''علوی'' کی ایک شاخ ہے۔ کیسانیہ فرقہ کے لوگ حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ جب حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام بنایا گیا۔ امام ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے تمام حقوق مرنے سے پہلے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے پوتے علی بن عبداللہؓ بن عباس رضی اللہ عنہ کو منتقل کر دیئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد رحمۃ اللہ علیہ بن علی رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ کو منتقل ہوئے۔ اس طرح یہ منصب بنی ہاشم سے بنی عباس میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے جن کے نام امام ابراہیم، الفساح اور المنصور تھے۔ محمد بن

Marfat.com

علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جانشین ہوئے تھے۔ خلیفہ مروان (ثانی) نے انہیں مروا ڈالا۔ ان کے بعد السفاح تخت نشین ہوئے۔ 753ء میں الفساح کے فوت ہونے کے بعد منصور کو جانشین مقرر کیا گیا۔

ابو جعفر منصور نے تخت پر بیٹھتے ہی خلافت عباسیہ کی بنیادیں مضبوط کیں۔ ابو جعفر منصور کو عباسی حکومت کا بانی کہا جاتا ہے۔ اس کی قائم شدہ مضبوط عباسی خلافت پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔ خلافت عباسیہ سے پہلے بنی امیہ حکمران تھے۔ عوام کے دلوں میں ان کے مظالم کی وجہ سے نفرت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ اہل بیت کے حامیوں میں شامل ہو گئے تھے۔ ان ہی دنوں ابو مسلم نے تمام ایران و خراسان کو بنی امیہ کے خلاف کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اموی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ محمدؒ بن علی نے اہل بیت کی خلافت کی بیعت لینی شروع کر دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا امام ابراہیم جانشین ہوئے۔ انہوں نے ابو مسلم کو ساری جماعت کا امیر بنا دیا۔ مروان ثانی نے امام ابراہیم کو مروا دیا۔ امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی ابو العباس کو وصی مقرر کیا۔ ابو مسلم خراسانی اور حامیوں کی مدد سے ابو العباس نے عراق پر اپنی حکومت قائم کی۔ ابو العباس کے چچا عبداللہ نے مروان ثانی کا خاتمہ کر کے خلافت عباسیہ کی بنیاد رکھی۔ خلافت عباسیہ کی تحریک خراسان میں کامیاب رہی تھی۔ بنی عباس کے دور میں اقتدار زیادہ تر عربوں کی بجائے عجمیوں میں چلا گیا تھا۔ خلافت عباسیہ کی فوج میں زیادہ تر ترکوں اور عجمیوں کو بھرتی کیا گیا اگرچہ ابو العباس سفاح نے بنی امیہ کا مکمل قلع قمع کر دیا تھا پھر بھی حامیان اہل بیت نے اس کی آنکھ بند ہوتے ہی بغاوتیں کیں۔ ان تمام بغاوتوں کو ابو جعفر منصور نے فرو کیا۔ منصور کے چچا عبداللہ بن علی حاکم شام نے بغاوت کر دی۔ منصور نے ابو مسلم خراسانی کی قیادت میں فوج بھیجی۔ نصیبین کے مقام پر دونوں لشکروں کے درمیان جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن علی شکست کھا کر اپنے بھائی سلیمان بن علی والی بصرہ کے پاس فرار ہو کر چلا گیا۔ سلیمان بن علی نے ابو جعفر منصور سے امان کا وعدہ لے کر عبداللہ بن علی کو منصور کے حوالے کر دیا۔ منصور نے اسے ایک گھر میں نظر بند کر دیا۔ بارش کی وجہ سے مکان منہدم ہو گیا اور عبداللہ بن علی ملبے

Marfat.com

کے نیچے دب کر مر گیا۔

منصور کی ماں ایک بربری لونڈی تھی۔ ایک موقع پر ابو مسلم خراسانی نے اس کے بارے میں کہیں طنز کیا تھا۔ جو منصور کے علم میں تھا۔ ابو مسلم خراسانی کی مدد سے خلافت بنی امّیہ کا تختہ الٹا تھا اور خلافت عباسیہ کو اقتدار ملا تھا۔ 753ء میں سفاح نے منصور کو امیر الحج بنا کر ایک قافلے کے ساتھ بھیجا تھا۔ ابو مسلم نے اس سفر میں قافلے کا بہت خیال رکھا۔ اس کی سخاوت اور ہمدردی کی وجہ سے قافلے کے لوگوں نے اسے ولی عہد سے زیادہ عزت دی۔ منصور کو یہ بات اچھی نہ لگی تھی۔ اس بات کا ذکر اس نے سفاح سے بھی کیا تھا۔ ابو مسلم اپنے آپ کو عباسی خلافت کا اہم جزو سمجھتا تھا۔ ابو جعفر منصور کو ابو مسلم سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ وہ خراسان کے لوگوں کی ناراضگی کے ڈر سے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ ابو مسلم بھی چوکنا تھا۔ اسے بھی منصور کی نیت پر شک تھا مگر اسے اپنے عوام کی طاقت اور ساتھ پر بھروسہ تھا۔ ابو مسلم اپنے آپ کو عباسی حکومت کا بانی خیال کرتا تھا۔ جب شام فتح ہوا تو ابو جعفر منصور نے ابو مسلم کو خراسان سے تبدیل کر کے شام اور مصر کا گورنر مقرر کیا۔ ابو مسلم اپنے علاقے میں رہنا پسند کرتا تھا۔ وہ خراسان کی طرف جانا چاہتا تھا کہ منصور نے کسی بہانے سے عیسیٰ بن موسیٰ اور جرید بن بجلی کے ذریعے اسے دربار میں بلوا بھیجا۔ اس طرح وہ دربار میں آنے جانے لگا۔ ایک دن منصور نے اسے دربار میں بلوا کر دھوکے سے اس کو قتل کر دیا۔ ابو مسلم خراسانی کو اس کے تمام احسانات کے بدلے میں موت ملی۔ اس بات سے خراسان کے لوگ بگڑ گئے مگر منصور نے بہت عقلمندی سے حالات پر قابو پا لیا۔ اسے ابو مسلم سے خطرہ کی بو آ رہی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے راستے کا کانٹا دور کر دیا۔ ابو مسلم کے قتل کے بعد خراسانیوں نے محل کا محاصرہ کر لیا تھا مگر منصور نے انہیں انعام و اکرام کا لالچ دے کر راضی کر لیا۔

765ء میں حسان بن مجالہ نے موصل میں بغاوت کر دی اور شاہی فوج کو شکست دیکر موصل پر قابض ہو گیا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی صلح کروا کے بغاوت ختم کرا دی۔ خراسان کے گورنر عبدالجبار بن عبدالرحمٰن نے اپنی مرضی سے کچھ احکام جاری کئے

Marfat.com

تھے۔ منصور نے عبدالجبار کو بھی مروا ڈالا۔ افریقہ کے بربریوں نے بغاوت کر کے عباسی گورنر محمد بن اشعث کو شکست فاش دے کر عیسیٰ بن موسیٰ کو اپنا گورنر بنا لیا۔ اس کی سرکوبی کے لئے سپہ سالار اغلب بن سالم تمیمی کو بھیجا گیا۔ وہ کئی سال تک جنگیں لڑتا رہا اور آخر کار ایک جنگ میں مارا گیا۔ اس کے بعد ابوجعفر منصور نے عمرو بن حفص کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ خارجیوں نے قیروان پر قبضہ کر لیا اور عمرو بن حفص بھی جنگ میں مارا گیا۔ ابوجعفر منصور نے یزید بن حاتم کی قیادت میں ساٹھ ہزار فوج بھیجی۔ ابو حاتم بربری ایک لاکھ تیس ہزار فوج کے ساتھ طرابلس پہنچا۔ دونوں فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ بہت خونریزی کے بعد بربریوں کو شکست فاش ہوئی۔ ابو حاتم مارا گیا۔

754ء میں ابومسلم خراسانی کے قتل کے بعد مجوسیوں نے سنباد کی سربراہی میں بغاوت کر دی۔ منصور نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے جمہور بن مرار عجلی کو دس ہزار فوج کا سربراہ بنا کر بھیجا ہمدان اور رے میں زبردست جنگ کے بعد مجوسیوں کو شکست ہوئی۔ سنباد مارا گیا۔ جمہور بن مرار عجلی کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت لگا تو اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ منصور نے محمد بن اشعث کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس نے پہنچ کر جمہور کی بغاوت کو فرو کیا۔ جمہور کا سر کاٹ کر منصور کو بھیج دیا گیا۔ جزیرہ میں ملبد بن حرملہ نے بغاوت کر دی۔ منصور نے خازم بن خزیمہ کی سربراہی میں فوج بھیج کر اسے شکست دی۔ 767ء میں ایک شخص استاذسیس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کی تبلیغ سے بہت سے خراسان کے باشندے قائل ہو کر اس کے ساتھ مل گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے طاقت پکڑ کر بغاوت کر دی۔ منصور نے خزیمہ بن خازم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس کی مدد کے لئے شہزادہ مہدی نے بیس ہزار فوج بھیجی۔ انہوں نے خراسان جا کر استاذسیس کی فوج کو گھیر لیا۔ استاذسیس گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ساتھیوں میں سے ستر ہزار قتل ہوئے۔ منصور کی فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ (1)

اس دوران ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام جو سفاح کے ہاتھوں سے بچ نکلا تھا، افریقہ سے ہوتا ہوا سپین پہنچ چکا تھا۔ وہاں پر خانہ جنگیوں کی وجہ سے بدامنی

Marfat.com

پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اندلس میں اموی سلطنت بنالی۔

☆

فرقہ امامیہ اور فرقہ زیدیہ دونوں ہی خلافت کا صحیح حق دار حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو سمجھتے تھے۔ وہ بنی امّیہ اور بنی عباس دونوں کی خلافتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ زیدیہ کے امام محمد بن عبداللہ کو پاکبازی اور زہد کی وجہ سے نفس ذکیہ اور مہدئ وقت کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ وہ بہت متقی اور نیک دل انسان تھے۔ امامیہ فرقہ کے چھٹے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ایک دین دار اور متقی بزرگ تھے۔ وہ جنگ وجدل کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ وہ خلافت اور اقتدار کے خواہش مند بھی نہیں تھے۔ ہمیشہ لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ بغاوتیں کرنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ امام محمد بن عبداللہ جنہیں نفس ذکیہ بھی کہا جاتا تھا، کے ہاتھوں پر لوگوں نے بیعت کرکے انہیں خلیفہ منتخب کرلیا تھا۔ حجاز کے عوام بیعت کررہے تھے۔ ان کے بھائی امام ابراہیم بن عبداللہ بھی ہردلعزیز تھے۔ انہیں خراسان کے باشندے اپنا امام مانتے تھے۔ دونوں بھائی ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ منصور کو ان کی جانب سے خدشہ تھا۔ اس لئے وہ ان دونوں بھائیوں کو تلاش کررہا تھا مگر وہ اسے نہیں مل رہے تھے۔ منصور کو کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے مدینہ منوّرہ میں محمد بن خالد کو گورنر بنا کر بھیجا۔ امام نفس ذکیہ اور امام ابراہیم دونوں بھائی ادھر ادھر ہوتے رہے۔ منصور نے رباح بن عثمان کو نیا گورنر مقرر کرکے مدینہ بھیجا مگر وہ بھی ان کا سراغ لگانے میں ناکام رہا۔ رباح نے سختی سے ان کی تلاش جاری رکھی۔ اس نے عبداللہ بن حسن کو سراغ نہ بتانے کی وجہ سے قتل کردیا۔ اس نے ان کے تیرہ رشتہ داروں کو گرفتار کرکے دربار میں بھیج دیا۔ ان لوگوں سے بھی کوئی سراغ نہ مل سکا تو انہیں ربذہ سے عراق بھیج دیا گیا۔ ان پر منصور نے سختیاں کیں اور کچھ لوگ ناحق مارے گئے۔ اس دوران یہ دونوں بزرگ موجود نہیں تھے۔ نفس ذکیہ نے جب دیکھا کہ بے گناہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر ہلاک کیا جارہا ہے تو ان سے نہ رہا گیا۔ ایک دن اچانک وہ مدینہ منوّرہ میں وارد ہوئے۔ انہوں نے رباح بن عثمان کو گرفتار کرکے مدینہ منوّرہ پر قبضہ کرلیا۔ لوگوں نے ان کا استقبال

Marfat.com

کیا۔ منصور کی دلیل تھی کہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپؐ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ زندہ تھے اور وہی جائز وارث تھے کیوں کہ میراث کا تعلق مردوں سے ہے۔ عورتوں سے نہیں۔'' نفس ذکیہ فرماتے تھے کہ خلافت بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث ہے۔ مروان ثانی کے عہد میں مدینہ منورہ میں بہت سے لوگوں نے نفس ذکیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جن میں سفاح اور منصور بھی شامل تھے جس دن منصور کے خلاف جنگ کر کے نفس ذکیہ نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا تھا، اسی دن ان کے بھائی امام ابراہیم نے بصرہ میں بغاوت کرنا تھی مگر وہ بیمار پڑ گئے۔ منصور نے خراسان کے راستوں پر پہرہ بٹھا دیا اور کوفہ کے تمام دروازوں کو بند کر دیا تا کہ یہ خبر لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔ منصور نے ولی عہد عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی۔ اس فوج نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ بن محمد بعض ہاشمیوں اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ عیسیٰ بن موسیٰ کی امان میں چلے گئے۔ رمضان 745ء میں نفس ذکیہ میدان جنگ میں نکلے۔ ان کے بیشتر ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ میدان جنگ میں ان کے ساتھ صرف چار سو آدمی رہ گئے۔ عیسیٰ بن موسیٰ کی عظیم فوج کا مقابلہ ان چار سو لوگوں نے بہادری سے کیا لیکن آناً فاناً ان سب کا خاتمہ ہو گیا۔ محمد بن قحطبہ نے نفس ذکیہ کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیجا۔ (2) منصور نے کوفہ میں اس کی نمائش کرائی۔

☆

نفس ذکیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو بصرہ بھیج دیا تھا۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کی وجہ سے وہاں کی مہم تاخیر سے شروع ہوئی۔ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی۔ انہوں نے بصرہ سے اہواز تک کے علاقے فتح کر لئے تو انہیں نفس ذکیہ کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ انہوں نے کوفہ کا رخ کیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ اور امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی فوجوں کا باخمرای کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ امام ابراہیم کو شکست ہوئی۔ ان کا سر کاٹ کر منصور کے دربار میں بھیج دیا گیا۔ (3)

مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عراق میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

نفس ذکیہ اور امام ابراہیم کی حمایت کی تھی۔ منصور نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس نے انہیں کوڑوں سے پٹوایا اور قید کر دیا۔ ان کے دوسرے ساتھیوں کو بھی سزائیں دیں منصور نے فقہا سے فتویٰ لے کر خود کو اسلامی پیشوا بنا لیا۔ اب خلافت کے ساتھ ساتھ روحانیت بھی تھی، جس کے بل بوتے پر اس کی حکومت سالہا سال تک مستحکم رہی۔ 771ء میں منصور نے امام ابراہیم کو اڑتالیس برس کی عمر میں ختم کرنے کے بعد ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں علی بن محمد، عبداللہ بن محمد، حسن بن محمد، موسیٰ بن عبداللہ، یحییٰ بن عبداللہ اور ادریس بن عبداللہ کو بھی قید کر کے قتل کرا دیا۔ یہ حضرات مصر، جزیرہ، خراسان، سندھ، یمن، مغرب، طبرستان اور رے میں تبلیغ اسلام کر رہے تھے۔

ابو جعفر عبداللہ المنصور نے خانہ جنگیوں کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اس نے سندھ میں فتوحات حاصل کیں۔ اس نے ابن حفص کو سندھ کا گورنر مقرر کیا۔ دو سال بعد ابن حفص کی جگہ ہشام بن عمر تغلبی کو گورنر مقرر کیا۔ ہشام نے سندھ کے مختلف علاقوں پر حملہ کر کے فتح کئے۔ پھر ملتان کو فتح کیا۔ اس کے بعد ہردوح کی بندرگاہ گندھار پر حملہ کر کے فتح یاب ہوا۔ منصور نے طبرستان اور کوہستان اور دماوند کی تسخیر کے لئے مہدی کو بھیجا تھا۔ اس کی مدد کے لئے منصور نے سپہ سالار عمرو بن علاء کو روانہ کیا۔ انہوں نے ہر جگہ فتح حاصل کی۔ ایک سال بعد طبرستان میں اصبہبنہ نے بغاوت کی۔ منصور نے ابوخصیب، خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم کو بھیجا۔ انہوں نے حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ 755ء میں منصور نے ملطیہ میں رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے چچا صالح اور بھائی عباس کو بھیجا جو مقابلہ کر کے کامیاب ہوئے۔ دو سال بعد رومیوں نے پھر یلغار کی مگر منہ کی کھائی۔ فوج کی قیادت زیادہ تر خراسانی کر رہے تھے۔ خلافت عباسیہ میں عربوں کی بجائے خراسانیوں پر حکومت منحصر تھی۔

☆

منصور نے ہاشمیہ کو بدل کر دریائے دجلہ کے کنارے دارالخلافہ بنایا۔ دارالخلافہ بغداد کے دو حصوں کے نام منصور نے اپنے اور ولی عہد کے ناموں کی نسبت سے منصوریہ اور

Marfat.com

مہدی رکھے۔ اس نے دریائے دجلہ کے کنارے پر اپنے لئے ایک محل تعمیر کرایا جس کا نام خلد رکھا گیا۔ شہر کے اردگرد فصیل تعمیر کرائی۔ شہر کے مرکز میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ دریائے دجلہ اور دریائے فرات سے نہریں نکلوائیں تا کہ شہر کو پانی مہیّا کیا جا سکے۔ باغات لگوائے۔ منصور نے خانہ کعبہ میں بھی توسیع کرائی۔

سفاح نے منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا تھا مگر منصور نے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ تمام اہم عہدوں پر اس نے اپنے عزیز و اقارب کو مقرر کیا۔ صوبوں کے گورنر اکثر اس کے اپنے رشتہ دار تھے۔ اس کے عہد میں رعایا خوشحال تھی۔ منصور کے زمانے میں بیت المال زر و دولت سے پر رہتا تھا۔ وہ خود اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا لکھی، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ مدون کیا۔ ابن اسحاق نے مغازی ترتیب دی۔ حدیث، تفسیر، فقہ مغازی اور سیرت کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ منصور نے شروع کرایا تھا۔ منصور کو علم نجوم کا بھی شوق تھا۔ اس نے علم نجوم پر بھی کتب لکھوائیں۔ اس کے درباری منجّم کا نام نوبخت تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو سہل منجم بنا۔ ابراہیم فزاری دوسرا منجّم تھا۔ منصور نے طب کی کتب بھی لکھوائیں۔ وہ کفایت شعار تھا۔ اس نے دل کھول کر تعمیرات پر خرچ کیا۔ اس نے بائیس برس تک نہایت حکمت عملی سے حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ ابو جعفر منصور نے تمام سیاسی حریفوں کو ختم کر دیا تھا۔ اس نے بنی امیّہ اور ان کے حامیوں کا خاتمہ کر دیا اور حامیان اہل بیت کے رہنماؤں کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ اس نے اندرونی بغاوتوں کو فرو کیا اور فتوحات سے ملک کو وسعت دی۔ وہ اعلیٰ درجے کا عالم تھا۔ اس کے عہد میں بنی عباس کی روحانیت اور خلافت مضبوط ہوئی۔ اسی کی وجہ سے عباسی خلافت پانچ سو سال تک قائم رہی۔ 774ء میں فریضۂ حج کو جاتے ہوئے بیر معونہ کے مقام پر منصور کا انتقال ہوا۔ اس وقت اس کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ اس کی خلافت کی مدت بائیس سال اور تین ماہ تھی۔ اسے باب معلّٰی کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

ابو جعفر منصور اپنی رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ رہتا تھا۔ رعایا کے لئے اس کی پالیسی نرم تھی لیکن مخالفین خصوصاً علویوں اور آل حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ حد

Marfat.com

اعتدال سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں بہت سی مخالفتیں تھیں۔ ان سب سے وہ بہت سختی سے نمٹتا۔ وہ بڑے سے بڑے خطرہ سے نہیں گھبراتا تھا۔

ابو جعفر منصور کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محمد بن منصور الملقب بہ مہدی تخت نشین ہوا۔ ابو جعفر منصور نے بغداد کی تعمیر پر پوری توجہ دی۔ وسط شہر میں ایوان شاہی کی عمارت بنوائی۔ اسے قصر الذہب کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس نے شہر کے گرد مضبوط فصیل بنوائی تھی جو ساٹھ گز بلند تھی۔ اس دیوار کی چوڑائی پچیس گز تھی۔ اس میں چار بلند پھاٹک شہر کے چاروں طرف کھلتے تھے۔ ان کے نام باب الکوفہ، باب البصرہ، باب خراسان اور باب شام تھے۔ فصیل کے اوپر برج اور جھروکے بنوائے گئے تھے۔ اس فصیل کے باہر خندق تعمیر کرائی جس میں ہمیشہ پانی بھرا ہوتا تھا۔ گویا شہر بغداد کی دشمنوں سے حفاظت کا پورا پورا انتظام تھا۔ ایک حکمران کی حیثیت سے ابو جعفر منصور کامیاب سمجھا جاتا ہے۔

☆

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ منصور کے خلاف نفس ذکیہ کے خروج میں پوری سرگرمی کے ساتھ نفس ذکیہ کی حمایت کرتے رہے اور اس جنگ کو انہوں نے کفار کے خلاف جہاد سے افضل قرار دیا۔ (1)

---

(1) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص316

(2) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص 40

(3) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص320

(1) تفہیم القرآن جلد نمبر 5 ص 80 (مناقب ابی حنیفہ الکردری ج2، ص 71)

Marfat.com

محمد بن منصور المقلب بہ مہدی

ابو جعفر عبداللہ بن محمد المقلب بہ منصور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد بن منصور المقلب بہ مہدی تینتیس سال کی عمر میں سلطنت عباسی پر تخت نشین ہوا۔ مہدی کی والدہ کا نام اروی تھا، جس کا تعلق حمیری خاندان سے تھا۔ 774ء میں مہدی نے تخت پر بیٹھتے ہی آل علی رضی اللہ عنہ کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ ان کی ضبط شدہ جائیدادیں انہیں واپس کر دیں اور ان سے عائد کردہ پابندیاں ہٹا دیں۔

مہدی کے عہد میں خراسان کے علاقہ مرو کے ایک کانے شخص نے خدائی دعویٰ کیا۔ یہ شخص بہت بدشکل تھا۔ اس لئے وہ منہ پر ہمیشہ نقاب چڑھائے رکھتا تھا۔ اس نقاب پوش ملحد کو مقنع کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے دعویٰ الوہیت نے کافی زور پکڑا۔ اس کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام میں حلل کر کے پیغمبروں میں سے ابومسلم خراسانی تک پہنچا تھا اور اب وہ اس نقاب پوش کے اندر موجود ہے۔ یہ مقنع زبردست جادوگر تھا۔ اس نے ایک کنویں سے چاند نکالا جس کی کئی میل دور روشنی جاتی تھی۔ درحقیقت حکیم مقنع اپنے عہد کا ایک سائنس دان تھا جو گمراہ ہوگیا۔ وہ مصنوعی سورج لوگوں کو طلوع کر کے دکھاتا تھا۔ اس کے کمالات دیکھ کر بہت سے لوگ قائل ہو گئے۔ اس کی جماعت کے ساتھ ترک اور صغد بھی شامل ہو گئے۔ اس نے بغاوت کر دی۔ مہدی سپہ سالار ابوعون کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا مگر وہ ناکام رہا۔ مہدی نے میب بن زبیر کو ان کے مقابلے کے لئے فوج کا سربراہ بنا کر بھیجا۔ مقنع کی فوج کے تیس ہزار آدمی اسے چھوڑ کر امان میں آ گئے اور اس کے ساتھ صرف دو ہزار آدمی باقی رہ گئے۔ مقنع نے اپنے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو زہر دے دیا اور خود آگ جلا کر اپنے ساتھیوں سمیت اس میں کود گیا۔

Marfat.com

776ء میں خراسان کے ایک سردار یوسف بن ابراہیم نے مہدی کے خلاف بغاوت کر دی۔ یزید بن مزید شیبانی نے بغاوت کو فرو کیا۔ جزیرہ اور سندھ میں بھی بغاوتیں ہوئیں۔ ان سب پر قابو پایا گیا۔ مہدی کے عہد میں رومیوں کے ساتھ جنگیں ہوتی رہیں۔ 774ء میں مہدی نے اپنے چچا عباس کی قیادت میں ادہرا فتح کیا۔ 777ء میں شمامہ بن ولید کی سربراہی میں وابق پر حملہ آور ہوا۔ 778ء میں رومیوں نے حدث پر حملہ کیا۔ مہدی نیحسن بن قحطہ کی سربراہی میں فوج بھیجی۔ اس کے بعد قالیقا کے محاذ پر یزید بن اسید سلمی کو بھیجا گیا جو فتح یاب ہوئے۔ 779ء میں اپنا جانشین موسیٰ ہادی کو مقرر کر کے محمد بن منصور مہدی خود اپنی فوج کو لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوا اور ان کے بہت سے شہروں کو فتح کیا۔ 781ء میں مہدی نے اپنے بیٹے ہارون الرشید کو سربراہ بنا کر ایک لاکھ فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ رومیوں نے تقریباً نوے ہزار دینار سالانہ خراج پر صلح کر لی۔ اس کے ایک سال بعد رومیوں نے بدعہدی کی تو مہدی نے سلیمان بن علی وائی جزیرہ کو اس مہم کو سر کرنے کے لئے بھیجا اس نے رومیوں کو شکست دی۔ سندھ میں 785ء میں مہدی نے عبدالملک بن شہاب کو سپہ سالار بنا کر باربد میں حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

مہدی کے تین مشہور وزراء گزرے ہیں۔ ان کے نام ابوعبیداللہ، معاویہ بن یسار، ابو عبداللہ یعقوب اور فیض بن ابی صالح تھے۔ ابوعبیداللہ معاویہ وزیراعظم بنا مگر وہ بہت مغرور انسان تھا۔ اس کا بیٹا ملحد تھا۔ معاویہ کے دوست ربیع نے اس کے بیٹے محمد کے ملحد ہونے کی خلیفہ مہدی سے شکایت کر دی۔ مہدی نے اسے قتل کرا دیا۔ مہدی نے 777ء میں معاویہ کو معزول کر دیا۔ وہ بیٹے کے صدمہ میں گھلتا ہوا 786ء میں فوت ہو گیا۔ معاویہ کے بعد دوسرا وزیر یعقوب بن داؤد بنا۔ وہ اپنے اثر و رسوخ سے حکومت پر چھا گیا۔ ایک علوی کو قتل کرنے کی حکم عدولی کرنے پر اسے معزول کر دیا گیا۔ اس کا مکہ مکرّمہ میں 802ء میں انتقال ہوا۔ اس کے بعد فیض بن ابی صالح نیشاپور کو وزیر مقرر کیا گیا۔ وہ مہدی کے فوت ہونے تک وزیر رہا۔ اس کا انتقال 789ء میں ہوا۔ مہدی نے سلطنت میں بہت اصلاحات

Marfat.com

کیں۔ عدل و انصاف کا بول بالا تھا۔ اپنے والد کے برعکس اس نے اپنی فیاضیوں کی وجہ سے خزانہ خالی کیا۔ سفاح نے منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا تھا مگر منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کی بجائے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنا گیا تھا۔ مہدی نے ہادی اور ہارون دونوں بیٹوں کو ولی عہد مقرر کیا۔ مہدی کی طبیعت میں گو عیش پرستی تھی مگر وہ ایک بہترین حکمران تھا۔ وہ بہت بہادر اور جنگجو بھی تھا۔ اس کی وفات 785ء میں ہوئی۔ مہدی کے بعد اس کا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا۔ مہدی کی عمر بوقت انتقال 43 سال تھی۔ اس نے دس سال تک حکومت کی تھی۔ مہدی کی نماز جنازہ ہارون رشید نے پڑھائی۔

مہدی کے لئے اس کے باپ منصور نے بغداد کے مشرقی طرف ایک محل تعمیر ایا۔ مہدیہ کی شہر پناہ خندق تھی۔ ہارون رشید نے اپنا محل بنوایا جس کا نام رصافہ تھا۔ اس لئے مہدیہ کو رصافہ کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ مہدی نے جامع منصور اور جامع مسجد بنوائیں۔ امراء نے بھی اپنے محلات رصافہ میں بنوا کر شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آبادی بڑھنے لگی اور شہر کا طول چار فرسخ تک ہو گیا۔ اس شہر میں مساجد کی تعداد پندرہ ہزار تک پہنچ گئی۔

مہدی ہمیشہ مساوات کا خیال کرتا تھا۔ وہ ایک سخی اور حلیم الطبع انسان تھا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو جس قدر مال زیادتی سے جمع تھا اس نے خزانہ سے لوگوں کو واپس کر دیا۔ وہ علماء کی بہت قدر کرتا تھا۔ اس نے بہت سی تعمیرات کرائیں جس میں بصرہ کی جامع مسجد مشہور ہے۔ اس نے حرمین کی تعمیرات بھی کرائیں۔ اس نے مکہ کی سڑک بنوائی۔ وہ ہمدرد تھا۔ مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا۔ وہ رعایا میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ ملک کا نظم و نسق بہتر بنانے کے علاوہ بڑی کامیابی کے ساتھ فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

Marfat.com

ہارون رشید بن مہدی

ابو جعفر عبداللہ المنصور کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مہدی تخت نشین ہوا تھا۔ مہدی نے اپنے بیٹوں ہادی اور ہارون کو ولی عہد مقرر کیا تھا چنانچہ اس کے مرنے کے بعد ہادی صرف ایک سال حکمرانی کر کے فوت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ہارون 786ء میں مسند خلافت پر بیٹھا۔ اس کی والدہ کا نام خیزران تھا۔ محمد مہدی بن منصور کی وصیّت کے مطابق دونوں بیٹے یکے بعد دیگرے اس کے جانشین تھے مگر ہادی نے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر ہارون کے استاد یحیٰی بن خالد برمکی نے مخالفت کر کے ہارون رشید کو ہی ولی عہد رہنے دیا۔ ہارون کو خوش قسمتی سے برمکیوں جیسے اوصاف حمیدہ والے لوگوں کی دوستی حاصل ہوئی، جو ہر لحاظ سے خوش ذوق اور عالم فاضل تھے۔ خالد برمکی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ سفاح نے اسے وزیر بنایا تھا۔ اس کے بعد منصور نے اسے عراق کا گورنر مقرر کیا۔ خالد برمکی کے بیٹے یحیٰی نے اپنے لئے سیاست سے جگہ بنائی تو منصور نے اسے آذربائیجان کا گورنر بنا دیا۔ مہدی اس کے علم و فضل کا قدردان تھا۔ اس نے اسے ہارون کا معلّم بنا دیا۔ اس لئے یحیٰی برمکی خلافت بنانے میں ہارون کے ساتھ ساتھ رہا۔ ہارون رشید ہمیشہ یحیٰی کا مرہون منت رہا کیونکہ اسی کی بدولت اسے حکمرانی ملی تھی۔ اس لئے اس نے یحیٰی کو وزیر بنا کر حکومت کے بیشتر اختیارات بھی اسے دے دیئے۔ ہارون رشید ایک بہت ذہین اور سخی انسان تھا۔ اس کا علم و ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ وہ بہت ہر دلعزیز تھا۔ ہارون رشید کے عہد کو سنہری زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس کی کامیاب حکومت برمکی وزیروں کی بدولت تھی۔ برامکہ کے ایک مذہبی پیشوا برمک کے بیٹے خالد نے

Marfat.com

اسلام قبول کرلیا تھا۔ سفاح نے اس کی قابلیّت سے متاثر ہو کر اسے وزیر بنایا۔ منصور نے اسے عراق کا گورنر مقرر کیا۔ بعد میں اسے موصل کا گورنر بھی مقرر کیا گیا۔ خالد برمکی کے بیٹے یحییٰ کو باپ کے مرنے کے بعد 779ء میں آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا۔ مہدی نے اسے اپنے بیٹے ہارون کا اتالیق مقرر کیا۔ ہارون اور یحییٰ دودھ شریک بھائی تھے۔ یحییٰ کے چار بیٹوں کے نام فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد تھے۔ فضل کو خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ اس نے بغاوتوں کو فرو کیا۔ اس نے خراسانیوں کی پانچ لاکھ کی فوج بنا کر اس کا نام عباسیہ رکھا۔ وہ قابلیت کی وجہ سے ہارون کا مشیر خاص بنا۔ وہ امین کا اتالیق بھی تھا۔ جعفر بھی ایک بہادر اور عقلمند مشیر خاص ثابت ہوا۔ محمد اور موسیٰ بہادر تو تھے مگر مشہور نہیں ہوئے۔ برمکی حکام نے بڑے بڑے عہدوں پر ایرانیوں کو مقرر کیا۔ ایرانی تہوار منائے جانے لگے اور فارسی زبان کو بہت فروغ دیا گیا۔ ہارون کی اولاد میں سے امین کی تربیت فضل نے کی تھی اور مامون کی تربیت جعفر نے کی تھی۔

ہارون رشید کے دور حکومت میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ رومیوں پر ہر سال یلغار ہوتی رہی۔ 797ء میں ہارون رشید نے صفعاف کو فتح کیا اور عبدالملک بن صالح نے مطمورہ فتح کیا۔ 803ء میں قاسم بن رشید نے اور عباس بن جعفر نے قرہ اور حصن سنان پر حملے کر کے انہیں مطیع کیا۔ اس کے بعد ہارون نے ایشیائے کوچک پر فوج کشی کر کے بہت سے علاقوں کو فتح کیا۔ 804ء میں ہارون رشید نے ابراہیم بن جبرائیل کو بھیجا۔ وہاں کے سردار نیسی فور کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اناطولیہ، قونیہ اور انگورہ پر قبضہ کیا۔ ہارون نے طرطوس، عین زوبہ اور ہارونیہ شہر آباد کر کے وہاں مسلمانوں کو بسایا۔ ہارون نے دمشق میں موسیٰ بن عیسیٰ کو گورنر مقرر کیا۔ اس نے یمن اور مضر کے قبیلوں کے درمیان دشمنی کو ختم کیا۔ دمشق کے بعد سندھ میں بھی یمن اور مضر کے قبائل کی کشمکش جاری رہی۔ 800ء میں داؤد بن حاتم مہلبی نے اپنے بھائی مغیرہ کو منصورہ بھیجا مگر اسے شکست ہوئی۔ یہ اطلاع سن کر داؤد بن یزید نے منصورہ پر قبضہ کرلیا۔ 793ء میں ہارون الرشید نے موصل کے سردار عطاف کو شکست دی۔ 794ء میں مصر میں قضاء کے قبیلوں میں بغاوت کو

Marfat.com

فرو کیا۔ اس دوران جزیرہ میں ولید بن ظریف کے مقابلے میں یزید بن مزید شیبانی کو ہارون نے بھیجا۔ زبردست جنگ کے بعد ولید مارا گیا۔ 793ء سے 797ء تک افریقہ میں بغاوتیں ہوئیں۔ افریقہ میں ہارون نے فضل بن ربیع کو گورنر مقرر کیا تھا۔ اس نے مغیرہ بن بشر کو تونس کا حاکم مقرر کیا مگر اسے نااہلیت کی وجہ سے فوج نے نکال دیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن یزید کو بھیجا، جسے فوج نے قتل کر دیا۔ فضل بن ربیع نے فوج بھیجی جو شکست کھا کر قیروان پہنچ گئی۔ ابن جارود نے قیروان پر قبضہ کرنے کے بعد فضل کو ہلاک کر دیا۔ قیروان پر علاء بن سعید کو حاکم مقرر کر دیا گیا۔ یحییٰ نے ابن جارود کے ساتھ جنگ کر کے اسے شکست دی۔ قسطنطنیہ کی ملکہ ایرینی نے شکست قبول کر کے خراج دینا شروع کر دیا۔ رومیوں نے اسے تخت سے ہٹا کر نقفوز کو بٹھا دیا اور خراج دینے سے ہارون الرشید کو انکار کر دیا۔ خلیفہ ہارون الرشید خود فوج لے کر گیا اور فتح یاب ہوا۔ اس نے ہر قلعہ، طوانہ اور قبرص فتح کئے اور وہاں مسلمان گورنر مقرر کئے۔

☆

خلیفہ ہارون الرشید نے تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلے آلِ بیت کو رہا کر کے انہیں مدینہ منورہ جانے کی اجازت دی۔ ان پر نقل و حرکت کی پابندیاں ختم کیں اور انہیں پوری آزادی دیدی۔ ان کی ضبط شدہ جائیدادیں انہیں واپس دے دیں۔ نفس ذکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے مشرقی ممالک کے تعاون سے بغاوت کر کے ویلم میں اپنی امامت کی بیعت لینا شروع کر دی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے سپہ سالار فضل بن یحییٰ برمکی کی سربراہی میں پچاس ہزار کا لشکر مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ فضل بن یحییٰ برمکی نے ان کی شرائط اور مرضی کے مطابق صلح کر لی تھی۔ بعد میں خلیفہ ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اس کا انتقال قید خانے میں ہوا۔ یحییٰ بن عبداللہ کا بھائی ادریس عبداللہ افریقہ بھاگ کر علاقہ فاس میں امام بن گیا تھا۔ اس نے مراکش میں 788ء میں اپنی حکومت قائم کی۔ منصور نے اپنے ایک غلام شاخ کے ذریعے 793ء میں اسے زہر دلوا کر مروا دیا تھا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے عقیدت مند لوگوں نے اس کے نومولود

Marfat.com

بچے کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ حصہ بنی عباس کی حکومت سے خارج ہو چکا تھا کیونکہ وہاں پر مشیر حکومت کا کام سنبھالے ہوئے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو بغداد میں نظر بند کر دیا اور دوبارہ اسے اہل بیت پر کڑی نظر رکھنے لگا تا کہ وہ کوئی ہنگامہ آرائی نہ کر سکیں۔ (1)

خلیفہ ہارون الرشید نے افریقہ کا گورنر ہرثمہ بن اعین کو مقرر کیا تھا۔ اس نے افریقہ میں ہونے والی بغاوتوں سے گھبرا کر اپنا استعفیٰ دے دیا۔ ہارون الرشید نے افریقہ میں نیا گورنر ابن مقاتل مقرر کیا۔ ابن مقاتل حالات پر قابو نہ پا سکا اور فرار ہو کر طرابلس چلا گیا۔ ابراہیم بن اغلب حاکم زاب نے بغاوتوں پر قابو پایا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اسے مستقل طور پر افریقہ کا خود مختار گورنر مقرر کر دیا جو چالیس ہزار درہم سالانہ خراج ادا کرتا تھا۔ 800ء میں ابراہیم بن اغلب اس نے تیونس اور الجیریا پر مکمل قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر کے وہاں اغلبی خاندان کی بنیاد رکھی۔ خراسان میں گورنر علی بن عیسیٰ کیخلاف رافع بن لیث کی سربراہی میں خراسانیوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ مقابلے میں علی بن عیسیٰ کا بیٹا عیسیٰ ہلاک ہو گیا اور رافع بن لیث کو فتح حاصل ہوئی۔ ہارون الرشید نے خراسان میں ہرثمہ بن اعین کو خراسان کا گورنر مقرر کیا مگر وہ رافع بن لیث کے مقابلے میں ناکام رہا۔ یہ اطلاعات سن کر خلیفہ ہارون الرشید خود خراسان کی مہم پر روانہ ہو گیا مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔

☆

خلیفہ ہارون الرشید لڑائیوں میں فوج کے آگے رہتا تھا۔ وہ ایک بہادر سپہ سالار بھی تھا۔ ہارون الرشید کی حکومت کو سنہری زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس کے دور حکومت میں بغداد کو دنیا کا سب سے خوبصورت اور متمدن شہر سمجھا جاتا تھا۔ شاندار مساجد، خوبصورت اور دلکش باغات اور عالی شان محلات کی وجہ سے بغداد سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ بغداد کی اونچی اونچی عمارات اعلیٰ فن تعمیر کی مظہر تھیں۔ ان عمارات پر دلکش اور شاندار نقش و نگار تھے جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ بغداد کی مسجدوں میں دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاضی اور علم نجوم کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ بغداد سے فارغ التحصیل ہونے

Marfat.com

والوں کو بہت عزت وتوقیر ملتی تھی۔ خلیفہ ہارون بہت کھلے دل سے تعلیم وتمدن کے مراکز کی سرپرستی کرتا تھا۔ محدثین اور مفسرین مساجد میں درس وتدریس کا کام کرتے تھے۔ ایشیا اور یورپ سے لوگ تعلیم حاصل کرنے کے لئے پہنچتے تھے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک دیندار اور فیاض شخص تھا۔ وہ شریعت کے احکام کا پابند تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی میں نوحج کئے۔ ملک میں امن وامان تھا۔ چوری اور ڈکیتی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ بغداد اس زمانے کا بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید نے اپنے عہد میں بہت سی اصلاحات کیں۔ بداعمال حکام کی باقاعدہ جانچ پڑتال کر کے انہیں سزائیں دی جاتی تھیں۔ خلیفہ ہارون رشید فتوحات کے ساتھ ملک کے اندر بھی متوجہ رہا۔ اس نے صحیح اسلامی شریعت نافذ کی۔ وہ رات کو اکثر بھیس بدل کر رعایا کے حالات جاننے کے لئے گشت کرتا تھا۔ ملک میں دولت کی فراوانی تھی۔ لوگوں میں خوشحالی اور فارغ البالی اس قدر تھی کہ لوگ خیرات لے کر باہر نکلتے تھے اور خیرات قبول کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ خلیفہ ہارون بہت سخی تھا۔ علم دوست تھا۔ وہ جنگوں میں اکثر فوج کی قیادت خود کرتا تھا۔ ان تمام صفات کے باوجود وہ شکی مزاج بھی تھا۔ بیت المال میں تمام مصارف نکالنے کے بعد بھی سالانہ چالیس درہم کا اضافہ ہوتا تھا۔

خلیفہ ہادی نے ہارون رشید کی ولی عہدی ہٹا کر اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنانا چاہا تھا مگر یحییٰ برمکی کی کوشش سے اسے تخت حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اسے برمکیوں کی دوستی حاصل تھی۔ برمکی لوگ بہت عالم اور سخی تھے۔ یحییٰ کے بعد اس کے بیٹے فضل اور جعفر وزیر بنے۔ لوگ ان کے گرویدہ بن گئے تھے۔ آہستہ آہستہ برامکی خودمختار ہوتے گئے۔ وہ اپنی رہائش اور آسائش پر بے دریغ رقمیں خرچ کرنے لگے۔ وہ بڑے بڑے محلات میں شاہانہ طریقوں سے رہتے تھے۔ برمکیوں کے اقتدار سے خلیفہ ہارون ان سے بددل ہو گیا کیونکہ لوگ انہی کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ خلیفہ ہارون رشید نے شکوک وشبہات کی بنا پر اپنے منظور نظر جعفر برمکی کو 803ء میں قتل کر دیا۔ اس کے باپ اور بھائیوں کو قید کیا۔ اس کی تمام جائیداد اور محلات ضبط کر لئے۔ قید خانے میں 806ء میں وزیراعظم یحییٰ اور 809ء میں وزیر فضل

Marfat.com

بن یحییٰ فوت ہوئے۔ برامکہ خاندان کی سترہ سالہ خدمات کے بدلے میں انہیں سزائے موت ملی۔(2)

خلیفہ ہارون الرشید بے لوث علماء کی بہت قدر کرتا تھا۔ وہ روزانہ ایک سو رکعت نفل پڑھتا تھا۔ وہ حج پر اپنے ساتھ بڑی تعداد علماء کی لے جاتا تھا۔ وہ روزانہ ایک ہزار درہم خیرات کرتا تھا۔ اسے جہاد کا بہت شوق تھا۔ اس لئے ایک سال وہ حج کرتا تھا اور ایک سال جہاد میں شامل ہوتا تھا۔ عبادت کرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے تین بیٹے تھے۔ ان کے نام مامون، امین اور مؤتمن تھے۔ ہارون کی خواہش تھی کہ وہ مامون کو جانشین مقرر کرے مگر اپنی زوجہ زبیدہ کے کہنے پر اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور امین کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ اس نے مامون کو خراسان کی خلافت اور مؤتمن کو عراق و شام کے علاقے دے دیئے۔ اس طرح حکومت تین بھائیوں میں بٹ گئی۔

خلیفہ ہارون رشید نے ''بیت الحکمت'' قائم کیا جس میں یونانی، عربی اور دوسری غیر ملکی زبانوں میں لکھی گئی مطبوعات کو عربی زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔ اس کے عہد میں فلسفہ، ریاضی، طب اور نجوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہارون رشید نے فقیہہ قاضی ابو یوسف سے خراج کے متعلق ''کتاب الخراج'' تحریر کرائی ملک میں مال و دولت کی فراوانی تھی اور لوگوں میں خوشحالی تھی۔

خلیفہ ہارون الرشید بن مہدی 809ء میں رافع بن لیث کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے خراسان جا رہا تھا کہ طوس کے مقام پر اچانک بیمار ہو کر چل بسا۔ اس وقت اس کی عمر 47 سال تھی۔ اس نے 23 سال حکمرانی کی۔

☆

---

(1) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص 334

(2) تاریخ اسلام آفرین ص 104

Marfat.com

خلیفہ مامون الرشید بن ہارون

خلیفہ ابو العباس عبداللہ الملقب بہ مامون خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا۔ اسے باپ بہت چاہتا تھا کیونکہ وہ ایک شریف النفس اور قابل انسان تھا۔ اس لئے ہارون الرشید اسے اپنا ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ ہارون رشید کی بیگم زبیدہ ہاشمیہ تھی۔ اس کا بیٹا امین ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی تھا۔ اسے سیاست سے دلچسپی نہیں تھی اور وہ عیش وعشرت میں مگن رہتا تھا۔ زبیدہ اپنے بیٹے امین کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی چنانچہ ہارون الرشید نے اپنے تینوں بیٹوں مامون، امین اور مؤتمن میں علاقے تقسیم کر دیئے اور امین کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ ہارون رشید کے انتقال کے بعد تینوں بیٹے اپنے اپنے علاقوں کے خودمختار خلیفہ بن گئے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے مرنے کے بعد 809ء میں شہزادہ امین تخت نشین ہوا اور فضل بن ربیع اس کا وزیراعظم مقرر ہوا۔ انہوں نے حکومت کے تمام اختیارات سنبھال لئے۔

مامون الرشید خراسان کا حاکم تھا۔ وہ ایک نیک نفس، دانشمند اور دیندار شخص تھا۔ اس نے عدل وانصاف کے ساتھ خراسان میں اپنے فرائض اس طرح نبھائے کہ تمام علاقے کے باشندے اسے دل و جان سے چاہنے لگے۔ وہ ایک صابر انسان تھا۔ اس نے تحمل اور شکر سے عوام کی خدمت کی۔ اس نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ اس کی ہر دلعزیزی دیکھ کر فضل بن ربیع نے امین کو اکسایا کہ مامون اور مؤتمن کی بجائے وہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد نامزد کرے چنانچہ اس کی بات مان کر امین نے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ مؤتمن تو

Marfat.com

خاموش رہا مگر مامون کو اپنے باپ کی وصیت کے خلاف یہ کارروائی پسند نہیں آئی۔ فوج اور خزانہ مرکز میں امین کے پاس تھا۔ مامون الرشید نے ترکوں کا خراج معاف کر کے انہیں اپنا دوست بنالیا۔ اس نے تبت کے بادشاہ کی تمام شرائط کو مان کر اس کی حمایت حاصل کر لی۔

811ء میں امین نے پچاس ہزار فوج کا سربراہ علی بن عیسیٰ کو بنا کر مامون پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مامون کو اطلاع ملی تو اس نے طاہر بن حسن کو سربراہ بنا کر چار ہزار کا لشکر بھیجا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ مامون کے مختصر سے لشکر نے پچاس ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی۔ علی بن عیسیٰ ہلاک ہوا۔ امین نے مزید بیس ہزار کا لشکر عبدالرحمٰن بن جبلہ کی قیادت میں مقابلے کے لئے بھیجا۔ امین اور مامون کی فوجوں کا مقابلہ ہمدان کے مقام پر ہوا۔ اس جنگ میں بھی مامون الرشید فتح یاب ہوا اور اس کا عراق عجم پر قبضہ ہو گیا۔ امین نے تیسری مرتبہ بھی دو لشکروں کو بھیجا۔ ہر لشکر کی تعداد بیس ہزار تھی۔ ان لشکروں کی قیادت احمد بن مزید اور عبداللہ بن حمید کر رہے تھے۔ ان دونوں لشکروں کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔ اس کے بعد مامون رشید نے اہواز کی طرف پیش قدمی کی۔ عراق میں اہم ترین مورچہ اہواز تھا۔ امین کی طرف سے محمد بن یزید مقابلے کے لئے فوج لے کر پہنچا۔ زبردست لڑائی کے بعد امین کی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ مامون کی فوج کی قیادت طاہر بن حسین خراسانی کر رہا تھا۔ فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ طاہر بن حسین خراسانی نے کوفہ، بصرہ اور موصل کے حکام سے خلیفہ مامون الرشید کے لئے بیعت لے لی۔ حجاز کے حاکم داؤد بن عیسیٰ نے خلیفہ مامون کی خلافت تسلیم کر لی۔ اس کے بعد یمن کے حاکم نے بھی اس کی خلافت قبول کر لی۔ طاہر بن حسین نے بغداد کا محاصرہ کر کے زبردست جنگ کے بعد امین کی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہوا۔ اس نے امین کا تعاقب کیا جو محمد بن حاتم اور محمد بن ابراہیم کی صلاح سے شام فرار ہو رہا تھا۔ امین نے ہرثمہ سے پناہ لے لی تھی مگر وہ اس قدر خوفزدہ تھا کہ کشتی پر بیٹھ کر محل سے نکل بھاگا مگر طاہر بن حسین نے اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر مامون کو بھیج دیا۔ امین کا ساتھ اس کے سگے بھائی مؤتمن نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ 813ء میں خلیفہ مامون رشید پورے ملک کا خلیفہ بنا۔

Marfat.com

اس نے وزیراعظم کے عہدے پر فضل بن سہل کو مقرر کیا اور اسے ذوالریاستین کے لقب سے نوازا۔ فضل بن سہل علم نجوم کا ماہر تھا۔ وہ قلم اور تلوار دونوں کا دھنی تھا۔ اس زمانے میں مملکت کا دارالخلافہ مرو تھا۔ یہ دارالخلافہ پانچ سال تک رہا۔ بغداد سے دارالخلافہ دور ہونے کی وجہ سے حامیان اہل بیت، بنوامیہ اور بنوعباس نے شورشیں برپا کیں۔ فوج تنخواہوں میں کمی کی وجہ سے طاہر بن حسین کے خلاف ہوگئی۔ حلب کے سردار نصر بن شبث عقیلی نے عربی نسل کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر بغاوت کر دی۔ اس کے ساتھ حامیان اہل بیت بھی تھے۔ نصر بن شبث نے جزیرہ پر قبضہ کرلیا۔ وہ گیارہ سال تک حکومت کے خلاف جنگ لڑتا رہا۔ طاہر کے بیٹے عبداللہ نے پانچ سال تک نصر کا مقابلہ کیا۔ 817ء میں مامون نے نصر کو نظر بند کر دیا۔ 814ء میں اہل بیت کے محمد بن ابراہیم علوی نے کوفہ میں خلافت کا اعلان کر دیا۔ وہ محمد بن طبا طبا علوی کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس نے کوفہ کے حاکم کو شکست دیکر قبضہ کرلیا تھا۔ محمد بن طبا طبا علوی کی مدد سپہ سالار سری بن منصور شیبانی ابوالسرایا کر رہا تھا۔ کوفہ کے حاکم نے زہیر بن مسیّب کی سربراہی میں دس ہزار کا لشکر ابن طبا طبا سے جنگ لڑنے کے لئے بھیجا تھا جو ناکام رہا تھا۔ ابوالسرایا نے اقتدار کے لالچ میں محمد بن ابراہیم کو زہر دے دیا اور خود حاکم بن بیٹھا اس نے برائے نام محمد بن ابراہیم کے نوعمر بیٹے محمد بن محمد بن ابراہیم کو امام بنا دیا۔ بغداد سے مزید فوج کو مقابلے کے لئے بھیجا گیا مگر اسے ناکامی ہوئی۔ ابوالسرایا نے عباسی حکام کو نکال کر ان کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ سپہ سالار ہرثمہ بن اعین نے ابوالسرایا کو جنگ میں شکست دی۔ ابوالسرایا نے حسین الافطس کو امیرالحج بنا کر بھیجا۔ ابوالسرایا کوفہ میں تھا۔ ہرثمہ بن اعین نے حملہ کیا تو ابوالسرایا اپنے ساتھ امام محمد بن محمد بن ابراہیم کو لے کر فرار ہوگیا۔ حماد الکند نے جلولاء کے مقام پر حسن بن سہل کے حوالے کر دیا۔ اس نے اسے قتل کرکے اس کا سر کاٹ کر مامون الرشید کے دربار میں بھیج دیا۔ مکہ میں حسین الافطس گورنر تھا۔ وہ اپنے گروہ کے ساتھ عیاشی کر رہا تھا۔ اس نے حرم کی بے حرمتی کی۔ اس نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ابوالسرایا کے مرنے کے بعد حسین الافطس نے بڑی ہوشیاری سے امام محمد بن جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بنا دیا۔ ان کے

Marfat.com

دونوں بیٹوں علی اور حسین نے بھی الافطس کا ساتھ دیا۔ حسین الافطس کی عیاشی اور بدکاری سے اہل مکہ ناراض تھے۔ وہ حرم کی بے حرمتی پر بھی برہم تھے۔ یمن کے حاکم اسحاق بن موسیٰ عباسی نے ہرثمہ بن اعین کے لشکر کے ساتھ مل کر حملہ کیا اور حسین الافطس کو شکست فاش دے کر مکہ مکرّمہ پر قبضہ کر لیا۔ امام محمد بن جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے 815ء میں خلافت سے دستبرداری کی اور عراق چلے گئے۔ یمن پر علوی بزرگ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر نے قبضہ کر لیا جو امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ مامون الرشید نے فضل بن سہل کے بھڑکانے پر ہرثمہ بن اعین کو قتل کر دیا۔ مامون الرشید کی حکومت کے کرتا دھرتا وزیر اعظم فضل بن سہل اور حسن بن سہل تھے جو عجمی تھے۔

خلیفہ مامون مرو میں مقیم تھا۔ اسے ملک کے اندر ہونے والے ہنگاموں اور بغاوتوں کی کوئی خبر نہ تھی۔ وہ علم و ادب کی محفلوں میں مصروف تھا۔ فضل بن سہل ملک کے اندر ہونے والی سرگرمیوں اور واقعات کی کسی قسم کی اطلاعات خلیفہ تک نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ ہرثمہ جرأت کر کے مرو پہنچا تا کہ خلیفہ کو تمام حالات سے آگاہ کر سکے۔ فضل بن سہل اس کے آڑے آیا۔ خلیفہ مامون رشید نے ہرثمہ سے خبریں سننے کی بجائے اسے قید کر دیا۔ فضل بن سہل نے ہرثمہ کو قتل کرا دیا۔ ہرثمہ بن اعین ایک مخلص اور باوقار شخص تھا۔ اس کے قتل کی خبر سن کر فوج نے حسن بن سہل کو معزول کر دیا۔ فوج نے اپنا سپہ سالار ایک عرب سردار محمد بن ابی خالد کو بنا لیا اور منصور بن مہدی کو امیر مقرر کیا۔ بغداد میں بدامنی پھیل گئی تھی۔ ہر طرف غنڈہ گردی اور چور اچکے انتشار پھیلا رہے تھے۔ 816ء میں عام معافی کا اعلان ہوا تو بغداد میں امن ہوا۔

مامون رشید نے اپنی بیٹی کا نکاح امام ہشتم علی رضا رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ مامون نے امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ اس کے اس فیصلے کو عباسی خاندان کے لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے ابراہیم بن مہدی المبارک کو اپنا خلیفہ بنا لیا۔ اس فیصلے کو فوج نے بھی قبول کر لیا۔ ابراہیم بن مہدی نے بغداد میں اپنے حکام مقرر کر دیئے۔ امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام واقعات کی خلیفہ مامون کو اطلاع

Marfat.com

پہنچا دی۔ خلیفہ مامون نے تصدیق کی کہ سب واقعات کو اس سے چھپایا گیا تھا۔ اس نے فوراً فیصلہ کیا کہ اب مرو کی بجائے بغداد کو دارالخلافہ بنانا چاہئے۔ اس کی خلافت کے پہلے پانچ سال مرو دارالخلافہ رہا تھا۔ اب اسے منتقل کر کے بغداد کو دارالخلافہ بنا لیا۔ 818ء سے 833ء تک وہ وہیں رہا۔ اس دوران فضل بن سہل کو کسی گمنام شخص نے قتل کر دیا۔ مامون نے فضل کی جگہ اس کے بھائی حسن بن سہل کو وزیراعظم مقرر کیا اور اس کی بیٹی بوران سے نکاح کر لیا۔ جب مامون رشید سوط پہنچے تو امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو چکے تھے۔ لوگوں نے ابراہیم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ مامون الرشید کی طبیعت کا رجحان شیعیت کی طرف تھا۔ اس کی بیٹی ام حبیب کی شادی امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ اس کی دوسری بیٹی ام فضل کی شادی محمد بن علی رضا رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس نے اپنے داماد امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ولی عہد بھی نامزد کر دیا تھا مگر اس کے باوجود علوی لوگ اس سے زیادہ راضی نہیں تھے۔ 822ء میں یمن میں عبدالرحمٰن بن احمد علوی نے بغاوت کی جسے فرو کیا گیا۔ مامون کے آنے کے بعد ابراہیم چھپ گیا تھا۔ مامون نے اسے امان دے دی۔ عیسیٰ بن محمد بھی ابراہیم کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ بغداد میں لوگ مامون کی بیعت کرنے لگے۔ مامون نے بغداد پر قبضہ کر کے امن و امان بحال کیا۔

ایران میں اسلام کے آنے سے پہلے مزوک نے ایک نیا مذہب بنایا تھا جو نسل درنسل چلتا ہوا بابک خرمی تک پہنچا تھا۔ وہ اسلامی آبادیوں پر حملے کر کے انہیں لوٹنے لگے۔ مامون کی فوج نے ان لوگوں کی سرکوبی کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ 827ء میں بابک خرمی نے محمد بن حمید کی زیر قیادت لشکر جرار کو بھی شکست دی۔ مامون رشید نے یمن میں محمد بن ابراہیم بن زیاد بن ابی سفیان کو گورنر مقرر کیا۔ اس نے وہاں خودمختار حکومت بنا کر کئی پشتوں تک راج کیا اور ''زیادیہ'' حکومت کی بنیاد رکھی۔ 820ء میں مامون رشید نے اپنے غلام طاہر بن حسین جو اپنی صلاحیتوں سے سپہ سالار بنا تھا اور جس نے امین کی فوج کو شکست دی تھی اور امین کو ہلاک کیا تھا کو رقہ کا گورنر بنایا تھا۔ بعد میں اسے جزیرہ کا گورنر مقرر کیا۔ پھر اسے خراسان کا گورنر بنا دیا گیا تاکہ خارجیوں سے نمٹ سکے۔ اس

Marfat.com

نے خراسان میں ''طاہریہ'' حکومت کی بنیاد رکھی۔ طاہر کے بعد اس کی اولاد کئی سالوں تک حکومت کرتی رہی۔ طاہر گورنر بننے کے بعد دو ہی سال باغی ہو گیا تھا۔ اس کی حکومت 820ء سے لے کر 874ء تک رہی۔ مامون رشید نے افریقہ، اسکندریہ، قم اور موصل میں ہونے والی بغاوتوں کو فرو کیا۔ 830ء میں اس نے رومیوں کے قلعہ فرہ کو فتح کیا۔ مامون نے تمام جنگی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد قلعہ سندس اور قلعہ سنان کو فتح کیا۔ قیصر روم نے طرطوس اور مصیصہ کے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ ماموں نے الظفیر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ بھی پیش قدمی کر کے اس نے کئی قلعے فتح کئے۔ 832ء میں مامون نے روم پر حملہ کر کے لولوہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد آخری بار روم پر چڑھائی کی مگر سرطوس کے مقام پر پہنچ کر اس کا انتقال ہو گیا۔ ماموں نے صقلیہ اور کریٹ کے علاقے بھی فتح کئے۔ کابل کے بادشاہ نے بھی اطاعت قبول کر لی۔

مامون رشید کے وزراء فضل بن سہل، حسن بن سہل، احمد بن ابی خالد، احمد بن یوسف، ثابت بن یحییٰ، محمد ابو عبداللہ بن یزاد تھے۔ یہ سب وزیر نہایت عقل مند، فضل و کمال، ادب و شاعری، ریاضی اور امور جہان بانی میں مہارت رکھتے تھے۔

☆

مامون الرشید ایک سادہ لوح، فیاض، صابر اور حلیم الطبع انسان تھا۔ اس کی مہمان نوازی کا بہت چرچا تھا۔ اس کی فیاضانہ طبیعت کا یہ حال تھا کہ صرف اس کا مہمان نوازی کا یومیہ خرچہ دس ہزار درہم تھا۔ اسے شعر و شاعری اور علم و ادب سے بھی لگاؤ تھا۔ اس نے یونان سے کتابیں منگوا کر بیت الحکمت کی تحویل میں دیں اور ان نایاب کتب کے ترجمے کرائے۔ اس نے تفسیر، فقہ، نجوم اور ریاضی کی کتابیں لکھوائیں۔ اس نے علم ہیئت پر خصوصی توجہ دی۔ وہ علماء اور ادیبوں کی بہت عزت و قدر کرتا تھا۔ عدل و انصاف کی وجہ سے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا تھا۔ اسے ریاضی اور فلسفہ کے ساتھ بہت دلچسپی تھی۔ اس نے سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط اور جالینوس جیسے لوگوں کی کتابوں کے ترجمے کرائے۔ اس نے یعقوب بن اسحاق، حنین بن اسحاق، قسطا، عمر بن فرخان طبریٰ اور

Marfat.com

جبریل جیسے بہترین مترجمین سے استفادہ کیا۔ خلیفہ مامون رشید عقیدہ کے لحاظ سے معتزلہ تھا اور وہ اسی کی تبلیغ کرتا تھا۔ وہ اپنے دربار میں مناظرے کراتا تھا۔ مامون رشید کی خود اعتمادی کا یہ حال تھا کہ وہ خود دعویٰ کرتا تھا کہ اس کی قوت اور عظمت اسی کی ذات سے ہے کہ نرمی اختیار کی جائے۔ کسی شخص نے مامون کو سخت کلامی سے نصیحت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ''نرمی سے بات کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کو مجھ سے زیادہ برے یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا قولا لہ قولاً لیناً یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے۔'' (2) مامون رشید کے چند اقوال ہیں کہ

1- شریف کی یہ پہچان ہے کہ اپنے سے اوپر والے کو دبائے اور نیچے والے سے دب جائے۔ (ہشام کا بیٹا)
2- حق اور باطل میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ (ابو عباد)
3- تقرب پر نہ پھولنا، حق میں تم اور ادنیٰ غلام برابر ہیں۔ (حمید طوسی)
4- تمہارا بے تمیز ہونا اور درشت خو ہونا تو میں نے گوارا کرلیا لیکن رعایا پر ظلم برداشت نہیں کرسکتا۔ (ابن فضل طوسی)
5- اپنی دولت کو عدل سے آباد کرو کہ ظلم اس کو ڈھا دینے والا ہے۔ (عمر بن مسعدہ) یہ اس نے اپنے احکام کو لکھے تھے۔

مامون الرشید صبر و تحمل سے دوسروں کی باتوں کی چشم پوشی کرتے تھے۔ اسے معاف کر دینے میں لطف آتا تھا۔ وہ دوسروں کی حاجات پوری کرتا تھا۔ وہ حافظ قرآن تھا۔ وہ اہل بیت کی بہت عزت کرتا تھا۔ امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ولی عہد تک نامزد کر دیا تھا۔ مامون نے علویوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا۔ وہ خلق قرآن کے عقیدے کو سب مسلمانوں میں پھیلانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے حکام کا احتساب کرتا تھا۔ اس کے عقائد میں تضاد تھا۔ خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے والے اپنے آپ کو ''اہل العدل والتوحید'' کہتے تھے۔ مامون لوگوں کو مجبور کرنے لگا کہ وہ اس عقیدہ کو قبول کرلیں۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے تھے، انہیں ملازمت

Marfat.com

سے برطرف کردیا جاتا تھا۔ علماء مامون کو بدعتی کہنے لگے تھے۔ مامون اپنی طاقت کے زور سے مخالفین کو دبانے لگا۔ اس نے علماء پر دباؤ ڈال کر حمایت کرنے کا تقاضا کیا۔ تمام علماء نے ڈر کے مارے تمام عقائد کی تسلیم کر لی۔ صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کی تو انہیں بیڑیاں پہنا کر گرفتار کیا گیا۔ اس گروہ کے مطابق انسان اپنے اعمال کا خودمختار ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتو جزاوسزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان کو بداعمال کے لئے سزا دینے کا کوئی جواز نہیں جو ازل سے ہی اس کی تقدیر میں لکھا ہے۔ دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور خدا کی ذات اس کی ذات سے الگ نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کے خیالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر القا ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خودالفاظ کا جامہ پہنایا۔ ان کے تیسرے عقیدہ کے مطابق ذات باری کا کوئی جسمانی وجودنہیں۔ اس لئے کوئی انسان اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ان کا چوتھا عقیدہ یہ تھا کہ انسانی افعال سے متعلقہ قانون معاشرت کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ (3)

833ء میں خلیفہ مامون الرشید روم پر حملہ آور ہوا مگر وہ راستے ہی میں بیمار پڑ گیا۔ اس کے پاس اس وقت اس کا بیٹا عباس اور بھائی معتصم باللہ تھے۔ حکیم ابن ماسویہ علاج کر رہا تھا۔ مرض بڑھتا گیا، مامون کا بیٹا عباس ایک مشہور سپہ سالار تھا مگر اس نے اپنے بھائی معتصم کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس نے تقریباً ساڑھے بیس سال حکومت کی۔ اس کے عہد میں بہت فتوحات ہوئیں۔ خلیفہ مامون الرشید کی عمر اڑتالیس برس تھی۔ اس کا 218 ہجری بمطابق 833ء میں انتقال ہوا۔ خلیفہ مامون الرشید کو طرطوس میں دفن کیا گیا۔

☆

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دن بھر مسائل میں مصروف رہنے کے باوجود چوبیس گھنٹوں میں تین سو رکعات نفل پڑھا کرتے تھے۔ ان کی عمر اسی سال تھی۔ بادشاہ وقت نے انہیں کوڑے لگوائے تو وہ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ کمزوری کی وجہ سے وہ تین سو کی بجائے ڈیڑھ سو رکعات نفل پڑھنے لگے تھے۔ (1)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عامر بن ربیعہ سے روایت نقل کی کہ جو

Marfat.com

شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے۔ جب تک اس عورت کا محرم نہ ہو کیونکہ تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے۔(2)

☆

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مغفل بن لیار سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سورۃ یٰسین قرآن مجید کا دل ہے" اور فرمایا "اپنے مرنے والوں پر سورۃ یٰسین پڑھا کرو"(3)

مامون الرشید ایک قابل حکمران اور دلیر فاتح تھا لیکن مطلق العنانی کی خرابیاں اور خوشامدی حواری حکمرانوں کی عاقبت نااندیش بنا دیتے ہیں اور ان سے غلط فیصلے سرزد ہونے لگتے ہیں۔ مجموعی طور پر مامون کا شمار کامیاب حکمرانوں اور فاتحین میں ہوتا ہے۔

---

(1) تاریخ اسلام (آخرین) شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص166
(2) فضائل اعمال ص620
(3) تاریخ اسلام ڈاکٹر حمید الدین ص378
(4) فضائل اعمال ص362
(5) تفہیم القرآن جلد نمبر 3 ص394
(6) تفہیم القرآن جلد نمبر 4 ص244

Marfat.com

محمد معتصم باللہ بن ہارون

محمد بن ہارون الملقب بہ معتصم باللہ ایک بہادر جنگجو سالار تھا۔ وہ خلیفہ مامون الرشید کا بھائی تھا۔ اس کی شجاعت اور اہلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مامون نے اپنے بیٹے عباس کی بجائے اپنا جانشین اسے بنایا۔ وہ ایک لونڈی ماروہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ معتصم باللہ کئی مہمات میں اپنے بہادرانہ کارنامے دکھا کر شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اس نے روم پر متعدد حملے کر کے نام پیدا کر لیا تھا۔ 833ء میں خلیفہ مامون الرشید کے انتقال کے بعد معتصم باللہ نے اقتدار سنبھالا۔ اسے سپاہی خلیفہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسے علم و ادب سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ وہ مرد میدان تھا۔ اس نے خلافت سنبھالتے ہی ملکی استحکام کی طرف دھیان دیا۔ اس نے متعدد فتوحات حاصل کیں۔

قیصر روم معتصم باللہ کا جانی دشمن تھا کیونکہ معتصم نے کئی بار روم پر حملے کئے تھے اور فتح یاب ہوتا رہا تھا۔ 838ء میں روم کے شہنشاہ توفیل بن میخائل نے پونے دو لاکھ رومی فوج کے ساتھ زبطرہ پر حملہ کر دیا۔ اس کے علاوہ اس عظیم لشکر کے ساتھ خرمی بھی شامل تھے۔ اس نے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ قید ہونے والے مسلمان مردوں کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھروا دیں اور ان کے کان اور ناک کاٹ ڈالے۔ اس نے بہت سی مسلمان عورتوں کو قید کر لیا۔ معتصم اس درندگی کی خبر سن کر رہ نہ سکا۔ وہ بھی لشکر جرار لے کر روانہ ہوا۔ عمریہ رومیوں کا اہم ترین قلعہ تھا۔ زبطرہ کے مسلمانوں کو لوٹ کر رومی واپس چلے گئے تھے۔ معتصم اپنے ساتھ بہت جنگی سامان لے کر آیا تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار افشین اور اشناس کو انگورہ پر

Marfat.com

فوج کشی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ رومیوں کا شہنشاہ توفیل اپنی فوج کی خود قیادت کرتے ہوئے مقابلہ کے لئے پہنچا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ دشمن کی فوج میں افراتفری مچ گئی۔ اس مقابلے میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا۔ معتصم باللہ نے عموریہ کی طرف پیش قدمی کی۔ معتصم نے افشین اور اشناس کے دستوں کے ساتھ مل کر بھرپور حملہ کیا۔ اس جنگ میں ہزارہا رومیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس جنگ میں معتصم باللہ کو فتح حاصل ہوئی۔ معتصم باللہ کے ہاتھوں بے شمار مالِ غنیمت لگا۔ اس نے اپنی فوج کو انتقامی کارروائی کرنے سے روک دیا۔

عموریہ کی جنگ کے بعد معتصم باللہ کو اپنے بھتیجے عباس بن مامون کی بغاوت کی اطلاع ملی۔ وہ فوج میں ترکوں کی بھرتی سے ناراض تھا۔ معتصم باللہ نے عباس کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ معتصم نے اس کی تمام دولت کو فوج میں بانٹ دیا۔ چند روز بعد عباس قید خانے میں مر گیا۔ معتصم باللہ نے اپنی فوج میں ہزاروں کی تعداد میں ترک سپاہیوں کو بھرتی کیا۔ ترک سپاہی بہت بہادر تھے۔ معتصم ان کی جرأت و شجاعت سے بہت متاثر تھا۔ اس نے ترکوں کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے سامرا کے مقام پر چھاؤنی بنوائی۔ اس کے بعد معتصم نے سامرا میں محلات تعمیر کرائے اور دارالخلافہ وہاں منتقل کر لیا۔ سامرا ساٹھ برس تک دارالخلافہ رہا۔ عباسی خلفاء کو عرب اور عجم دونوں طرف سے خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے معتصم نے فوج میں ترکوں کو بھرتی کیا۔ اس نے ترک سرداروں کو بڑے بڑے عہدوں پر ترقیاں دیں۔ معتصم باللہ نے انہیں بڑی اہمیت دی۔ ترک سپاہیوں کے لئے خصوصی طور پر باقی فوج کی نسبت قیمتی لباس بنوایا گیا۔ ترک سرداروں کو فوج میں سپہ سالاری کے منصب پر فائز کیا۔

خلیفہ مامون رشید کے عہد میں ترکستان کے حاکم حیدر کا بیٹا افشین فوج میں سپاہی بھرتی ہوا تھا۔ وہ بہت ہوشیار انسان تھا۔ اس نے بہت جلد ترقی کر کے سپہ سالاری کا عہدہ سنبھال لیا تھا۔ رومیوں کے مقابلے میں ہمیشہ افشین کامیاب ہوتا رہا۔ اس نے اپنی بہادری اور عقل مندی سے اپنے لئے اہم مقام بنا لیا تھا۔ افشین بن حیدر اشروسنی، بابک

Marfat.com

خرمی کی مہم سر کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہ ایک سال تک برفباری کے باوجود مقابلہ کرتا رہا۔ اس نے بابک خرمی کو شکست فاش دی۔ بابک فرار ہو گیا تھا۔ اس نے ایک پادری کے ہاں پناہ لی مگر انعام کے لالچ میں اس نے افشین کو بابک خرمی کو بھیج دیا۔ افشین نے اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ افشین نے اپنے ایک رشتہ دار منکجور کو آذربائیجان کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ منکجور نے بابک خرمی کا خزانہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ افشین نے مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔

افشین اور عبداللہ بن طاہر دونوں میں ان بن رہتی تھی کیونکہ دونوں کی بہت اہم شخصیتیں تھیں۔ افشین چاہتا تھا کہ اسے خراسان کا حاکم بنا دیا جائے۔ طبرستان کا حاکم مازیار بن قارن خراسان کے حاکم کو خراج ادا کرتا تھا۔ افشین نے اسے عبداللہ بن طاہر کے خلاف بھڑکا کر بغاوت کرنے کے لئے کہا۔ معتصم نے اس کی بغاوت کو فرو کیا اور اسے کوڑوں سے پٹوا کر مار ڈالا۔ معتصم کو افشین کے خلاف شکایات نے اس سے بدگمان کر دیا تھا۔ جب افشین کو اس بات کا احساس ہوا تو اس نے چاہا کہ آرمینیہ بھاگ جائے۔ اس مقصد میں وہ ناکام رہا تو معتصم کو زہر دینے کی سازش کی مگر وہ بھی طشت ازبام ہو گئی۔ معتصم باللہ نے افشین کو 841ء میں گرفتار کیا اور اسے قید خانے ہی میں قتل کروا دیا۔ معتصم باللہ نے آذربائیجان، موصل، آرمینیہ اور فلسطین میں ہونے والی بغاوتوں کو فرو کیا۔

معتصم باللہ کے عہد میں امام محمد بن قاسم بن حسین بن علی کو خراسانیوں نے مدینہ منورہ سے جوزجان لے جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خراسان کے گورنر عبداللہ بن طاہر نے انہیں شکست دی۔ امام محمد بن قاسم گرفتار ہوئے۔ انہیں قید خانہ میں بند کر دیا گیا مگر کچھ دنوں بعد وہ فرار ہو کر لاپتہ ہو گئے۔ معتصم باللہ کے نامور سپہ سالاروں میں افشین کے بعد ایتاخ کا نام آتا ہے۔ ایتاخ ایک خانساماں تھا مگر اپنی عقل و بہادری سے ترقی کر کے وہ سپہ سالار بنا تھا۔ معتصم کی تمام زندگی میں وہ اپنے منصب پر فائز رہا۔ متوکل کے عہد میں اسے قتل کیا گیا۔ معتصم کا تیسرا مشہور سپہ سالار اشناس تھا۔ وہ ایک زرخرید غلام تھا مگر وہ بھی اپنی ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے ترقی کرتے کرتے سپہ سالار بن گیا تھا۔ وہ تمام عمر اپنے

Marfat.com

عہدے پر رہا۔ اس کا انتقال 845ء میں ہوا۔ اس کے علاوہ ترک امراء، عجیف، ابوموسیٰ اور وصیف بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ ترکوں کے اثرات سارے ملک پر تھے۔

معتصم باللہ کی طرح اس کے وزراء بھی علم و ادب سے لگاؤ نہیں رکھتے تھے۔ اس کے وزیر فضل بن مروان اور احمد بن عمار یکے بعد دیگرے نااہلی کی وجہ سے معزول کئے گئے۔ ان کے بعد معتصم نے اپنے کاتب محمد بن زیارت کو وزیر بنایا جو علم و ادب اور نحو و لغت کا ماہر تھا۔ وہ ایک ظالم شخص تھا۔ اسے متوکل کے زمانے میں ہلاک کیا گیا۔

معتصم کے دور میں غیر مسلموں کے فیصلے ان کے اپنے مذہبی رہنما کیا کرتے تھے۔ عدالت میں مقدمات کے فیصلے شریعت کے مطابق قاضی کرتے تھے۔ بغداد کے بڑے قاضی کو ''قاضی القضاء'' کہا جاتا تھا۔ ملک کی بڑی عدالت کا نام ''دارالعدل'' تھا۔

معتصم باللہ کا عقیدہ بھی خلیفہ مامون الرشید کی طرح معتزلہ تھا۔ اس کے عہد میں درسگاہوں میں ''خلق قرآن'' کی باقاعدہ تعلیم دی جانے لگی۔ اس نے بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو معتزل عقیدہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے کئی بار کوڑوں سے پٹوایا مگروہ اپنے عقیدے پر قائم رہے۔ فرقہ معتزلہ کو فرقہ قدریہ بھی کہا جانے لگا۔ اس فرقہ کے مطابق ہر آدمی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے کیونکہ ان اعمال کے مطابق جزا اور سزا ہوگی ورنہ روز ازل سے جو اس کی قسمت میں برے اعمال لکھے گئے تھے، ان کی سزا نہ ہوتی اور قرآن مخلوق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ متفقہ طور پر معتزلہ فرقہ کے عقائد رکھنے والوں کو اہل بدعت قرار دیتے تھے۔ معتصم باللہ نے معتزلہ عقائد کی تبلیغ کی۔ اس نے مدرسوں میں اس کی تعلیم لازمی قرار دی۔ اس نے اپنے گورنروں کو ہدایت کر دی تھی کہ عوام سے زبردستی ''خلق قرآن'' کو قبول کرائیں۔

معتصم باللہ ایک بہادر حکمران تھا۔ اس نے بذات خود کئی حملے کئے اور اپنی حکومت کو مستحکم کیا۔ اس نے بغاوتوں کو کچل دیا۔ اس نے اپنی آٹھ سالہ خلافت کی مدت میں آٹھ ملک فتح کئے۔ اس نے ایرانیوں کا زور ختم کرنے کے لئے ترکوں کو میدان جنگ میں آگے بڑھایا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے سمرقند، فرغانہ اور ترکستان سے ہزارہا ترک فوج میں

Marfat.com

بھرتی کئے۔ اس طرح ترکوں کی بہادری سے فتوحات ہوئیں اور ایرانیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ ترک آگے چل کر من مانی کرنے لگے۔ وہ خودسر ہو چکے تھے جسے چاہتے تخت پر بٹھا دیتے تھے۔ عربی اور ترکی زبان میں کشمکش شروع ہوگئی۔ حکومت کمزور پڑ گئی۔ خلیفہ ترکوں کے ہاتھوں کٹ پتلی بنتا چلا گیا۔

معتصم باللہ کا سینتالیس سال کی عمر میں آٹھ سال آٹھ ماہ خلافت کے بعد چند دنوں کی علالت کے بعد 842ء میں انتقال ہوا۔ اسے سامرا میں دفن کیا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے واثق باللہ کو جانشین مقرر کیا۔

Marfat.com

جعفر متوکل علی اللہ بن معتصم

خلیفہ معتصم باللہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ تخت نشین ہوا۔ اس نے پانچ سال نو ماہ خلافت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے ستائیس سالہ بھائی جعفر متوکل علی اللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اس کی مخالفت وزیر اعظم ابن زیارت نے کی تھی جو واثق کے نوعمر بیٹے محمد کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ اس بات سے وہ ناراض تھا۔ اس نے ابن زیارت کو قتل کرا دیا۔

متوکل علی اللہ نے سامرا کے قریب ایک شاندار محل تعمیر کرایا تھا۔ اس محل کا نام ''قصر لولو'' تھا۔ یہ محل فن تعمیرات کا انمول شاہکار تھا۔ اس محل کی بلندی اتنی تھی کہ اسے دور دور سے دیکھا جا سکتا تھا۔ قصر لولو کی تعمیر پر بیس لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے۔ وہ موسیقی اور راگ رنگ کا بھی شوقین تھا۔ اس کے عہد میں امن و امان تھا۔ عوام خوش حال تھے۔ زندگی کی تمام ضروری اشیاء فراوانی سے موجود تھیں جو ارزاں تھیں۔ اس لئے رعایا مطمئن تھی۔ ملک بھر میں کہیں بدامنی، بدنظمی اور دنگا فساد نہیں تھا۔ معاشی طور پر فارغ البالی ہونے کی وجہ سے ملک میں سیاسی استحکام تھا۔ متوکل علی اللہ علم و ادب سے بے گانہ تھا۔ وہ کیف و سرود کا متوالا تھا۔ اس نے متعدد مسخروں کو ملازم رکھا ہوا تھا۔ جن کا کام ہنسنا ہنسانا تھا۔ وہ بہت تنگ نظر متعصب اور ظالم حکمران تھا۔ خلیفہ واثق نے مرتے وقت کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ قاضی احمد بن داؤد جو ''خلق قرآن'' کے بانی تھے، کی کوشش اور حمایت سے متوکل کو حکومت ملی تھی۔ واثق نے قاضی احمد بن داؤد کی بڑی قدر کی تھی مگر متوکل نے اسے اس کے بیٹے

Marfat.com

ابوالولید اور اس کے پوتے تک کو قید کر دیا اور ان کی جائیداد ضبط کر لی۔

☆

خلیفہ واثق باللہ نے 842ء میں تخت نشینی کے بعد سدّ ذوالقرنین کے ملاحظے کے لئے پچاس آدمیوں کا ایک وفد سلام الترجمان کی سربراہی میں بھیجا تھا۔ یہ وفد سامرا سے تفلیس، السّریر، اللّان، فیلان شاہ، خزر سے ہوتا ہوا دربند پہنچا اور دیوار کا معائنہ کیا۔ ذوالقرنین نے یہ دیوار دربند اور داریال کے درمیان پہاڑوں میں بنائی تھی جو پچاس میل لمبی، دوسو نوے فٹ اونچی اور دس فٹ چوڑی تھی۔ یہ دیوار داغستان میں ہے جو قفقاز کا علاقہ ہے اور بحرۂ اسود اور بحیرۂ خزر کے درمیان واقع ہے۔ وفد نے دیوار کے آثار ملاحظہ کئے۔ (معجم البلدان، باب ابواب اور ابن کثیر البدایہ جلد نمبر 2 ص 111، النہایہ جلد نمبر 7 ص 122) خزر ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب ابواب کے پیچھے واقع ہے۔ اسے دربند کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر احمد بن فضلان نے خزر کو ایک مملکت قرار دیتے ہوئے اس کے صدر مقام کو اتل لکھا ہے۔ دریائے اتل روس اور بلغار سے شروع ہو کر شہر کے وسط میں سے ہوتے ہوئے بحر خزر میں گرتا ہے۔ پرانے زمانے میں ایرانی بادشاہوں نے شمال کی طرف سے حملوں کو روکنے کے لئے یہ دیوار بنائی تھی۔ (1)

☆

متوکل نے تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلے وزیر ابن زیارت کو قتل کرا دیا تھا۔ اس کے بعد ابو وزیر اور ابو جعفر محمد بن فضل وزیر بنے اور معتوب ہوئے۔ پھر عبید اللہ بن یحیٰ بن خاقان کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ ترک سردار ایتاخ گورنری اور سپہ سالاری کے عہدوں پر فائز تھا۔ اس نے ایتاخ کو حج کے لئے بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو بغداد میں متوکل نے ایتاخ اور اس کے دونوں بیٹوں کو قید میں ڈلوا دیا اور ایتاخ کو قید میں ہی مروا ڈالا۔ متوکل نے ایک اور ترک سردار عمرو بن فرج کو بھی بدگمان ہو کر قید خانے میں ڈال دیا۔

متوکل نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹوں محمد منتصر باللہ، طلحہ معتز باللہ اور ابراہیم موید

Marfat.com

باللہ کو سلطنت بانٹ دی تھی۔

متوکل علی اللہ کے عہد میں مرقد میں ابن البعیث نے بغاوت کی۔ اس کا مقابلہ ترکی سپہ سالار بغانے کر کے اسے شکست فاش دے کر اسے گرفتار کر لیا۔ بغانے آرمینیا کی بغاوت کو بھی مقابلہ کر کے فرو کیا۔

متوکل علی اللہ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ اس نے اپنے باپ دادا کے برخلاف معتزلہ عقیدہ کی تبلیغ بند کر دی۔ کئی لوگ اس عقیدہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے قید و بند کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے، انہیں رہا کر دیا گیا۔ ملک بھر میں خلق قرآن کے لئے جو اجلاس ہو رہے تھے انہیں بند کر دیا گیا۔ اس طرح مخالفین بھی اس سے راضی ہو گئے اور ملک میں ہر طرف چین کی بنسری بجنے لگی۔ سامرا میں محمود بن فرخ نیشاپوری نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہوئے خود کو ذوالقرنین کہا۔ متوکل نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے دل میں علوی خاندان کے لئے نفرت تھی۔ علویہ سے دشمنی کی وجہ سے اس نے امام علی ہادی رحمۃ اللہ علیہ کو سامرا میں نظر بند کر رکھا تھا۔ متوکل نے اپنے بچوں کے استاد یعقوب کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت و احترام رکھنے کے جرم میں قتل کرا دیا تھا۔ اس نے مشہد میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکانات گرا دیئے اور لوگوں کو زیارت کرنے سے منع کر دیا۔ متوکل نے امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر چھاپہ مروا کر پکڑ وایا۔ متوکل اعلانیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف بولتا رہتا تھا۔ اس کا بیٹا منتصر یہ بات ناپسند کرتا تھا۔ متوکل نے احادیث کی اشاعت کرائی۔ اس نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء کیا۔ وہ علماء کا احترام کرتا تھا۔ 846ء میں زبردست بارش اور طوفان آیا، پھر زلزلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پینتالیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ متوکل نے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لئے مناسب اقدام اٹھائے اور تیس لاکھ درہم ان میں تقسیم کئے۔

صقلیہ کا مرکز بلرم تھا جہاں مسلمانوں کی نئی آبادی ہو گئی تھی۔ زغوس کے لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ رومیوں نے حملہ کر کے قصریانہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ صقلیہ میں عباس بن فضل بن یعقوب گورنر تھا۔ عباس نے قصرانہ پر حملہ کر کے فتح حاصل

Marfat.com

کی۔ عباس نے قطانہ، سرقوسہ، نوطسن، دغوس اور اشیرہ پر قبضہ کرنے کے بعد قصر حدیدہ بھی فتح کر لیا۔ رومیوں نے قصریانہ کو دارالخلافہ بنایا تھا۔ عباس نے بحری بیڑے پر حملہ کر کے رومیوں کے دس جہاز قابو کر لئے۔ مسلمانوں نے قصریانہ پر حملہ کر کے رومیوں کو شکست دی۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت لگا جب اس کی اطلاع قسطنطنیہ پہنچی تو روم کے شہنشاہ نے تین سو جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑا روانہ کیا جب وہ سرقوسہ پہنچا تو عباس نے مقابلہ کر کے ان کے ایک سو جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ خبریں سن کر رومیوں نے متحد ہو کر بدلہ لینا چاہا۔ عباس نے ہر محاذ پر رومیوں سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ اس نے رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج سے جفلودی کے مقام پر جنگ کر کے اسے شکست فاش دی۔ قصریانہ اور سرقوسہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ راستے ہی میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ رومی ان شکستوں کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے اور وقتاً فوقتاً مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔ متوکل نے سپہ سالار بغا کبیر کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ 853ء میں رومیوں نے مصر پر حملہ کر کے بہت لوٹ مار کی۔ بجاہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ متوکل نے محمد بن عبداللہ قمی کو سرکوبی کے لئے حکم دیا۔ اس نے سات جہاز بھیجے جس میں رسد کا سامان تھا۔ وہ بیس ہزار فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ بجاہ کا گورنر علی بابا مسلمانوں کی فوج سے دوگنا فوج لے کر مقابلے میں آیا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ علی بابا نے اطاعت قبول کر لی۔ 856ء میں رومیوں نے اچانک حملہ کر کے دمیاط میں لوٹ کھسوٹ کی اور چھ سو مسلمانوں کو گرفتار کیا۔ رومیوں کے حملے کا انتقام متوکل نے روم کے سرحدی علاقوں پر حملے کر کے عیسائیوں سے لیا۔ متوکل نے رومیوں کے قبضے سے نو سو دس مسلمان قیدیوں کو آزاد کرایا۔ روم کی ملکہ تدورہ کے پاس بارہ سو مسلمان قیدی تھے۔ انہیں بھی چھڑایا گیا۔ متوکل کی بہت سی فتوحات کا سہرا سپہ سالار بغا کے سر تھا جو ترک تھا۔ متوکل نے سرحدی علاقوں کو فتح کر کے ملک کی وسعت اور استحکام بڑھایا۔

متوکل کی ترک سرداروں سے کشیدگی پیدا ہو چکی تھی۔ یہ سردار متوکل کے بیٹے منتصر

Marfat.com

سے اس کے باپ کے خلاف ساز باز کرنے لگے۔ ترکوں کو خلیفہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ انہیں ناپسند کرتا ہے۔ متوکل بھی ترکوں سے چوکنا رہتا تھا۔ متوکل نے اپنے مشیر فتح بن خاقان کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا کہ ترک سردار بغا اور صیف کے ساتھ ساتھ منتصر کو بھی ہلاک کر دیا جائے مگر ان کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اس بات کا ترک سپہ سالار بغا کو بہت رنج تھا۔ اس لئے اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر 861ء میں محل کے اندر گھس کر متوکل علی اللہ اور اس کے مشیر فتح بن خاقان کا خاتمہ کر ڈالا۔ اس وقت متوکل کی عمر چالیس برس تھی اور اس کی خلافت کو تقریباً پندرہ برس ہو گئے تھے۔ متوکل کا دور حکومت سنہری دور تھا۔ اس کے قتل ہونے کے بعد عباسی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ متوکل کے جانشین ترکوں کے اشاروں پر ناچنے لگے۔ منتصر، معتز، مہتدی اور مستعین نے مختصر عرصہ تک حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی مگر ترک حکام نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنی اپنی ریاستیں قائم کر لیں۔ ویلم اور طبرستان کے پہاڑی علاقہ پر حسن نے علوی حکومت کی بنیاد رکھی۔ یعقوب بن لیث اور عمرو بن لیث دو بھائیوں نے سیستان میں صفاری حکومت اور مصر میں ایک ترک غلام احمد بن طولان نے طولونی حکومت قائم کی۔ اس طرح متحدہ اسلامی عباسی حکومت ختم ہو گئی۔ معتمد، معتضد، مکتفی، مقتدر اور اس کے جانشینوں نے تھوڑا تھوڑا عرصہ حکومتیں کیں مگر انتشار بڑھتا چلا گیا اور عباسی خلافت کا زوال ہوا۔

☆

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں، پڑھنے والے کی نشاط پر موقوف ہے۔ (ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ)

☆

حضرت علی بن امام حسین رضی اللہ عنہ (امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ ہے کہ لایعنی چیز چھوڑ دے یعنی جو چیز کارآمد نہ ہو، اس میں نہ پڑے اور زبان و دل کو بے کار باتوں کی طرف متوجہ نہ کرے۔'' (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ،

Marfat.com

ترمذی)(2)

☆

حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن مرجانہ سے روایت کی ہوئی حدیث کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ (بخاری) یہ سن کر امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سب سے قیمتی غلام کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ اس غلام کے انہیں دس ہزار درہم مل رہے تھے۔ (مسلم)(3)

اسلام نے دنیا سے غلامی کے خاتمہ کے لئے بہت ترغیب دلائی ہے لیکن ایک عرصہ تک مسلمان حکمران غلام رکھتے رہے۔ اسی طرح اسلام نے اللہ تعالیٰ کی حکمرانی اور عدل و احسان پر بہت زور دیا ہے۔ حکومت میں مشاورت کر دیا ہے لیکن بیشتر مسلمان حکمران مطلق العنانی کی طرف مائل رہے۔ دنیا بھر میں حکمرانوں کا وطیرہ تقریباً ایک جیسا ہی رہا ہے۔ تاریخ کا موازنہ کریں تو مسلمان حکمرانوں کی اکثریت پھر بھی بہتر نظر آتی ہے۔ بہت سی خامیوں کے باوجود خلیفہ متوکل علی اللہ بہت کامیاب تھا۔

---

(1) تفہیم القرآن جلد نمبر 3 ص 771
(2) بہار شریعت جلد نمبر 2، حدیث نمبر 7 ص 673
(1) فضائل قرآن ص 254
(3) تفہیم القرآن جلد نمبر 6 ص 342

Marfat.com

المعز الدین اللہ بن اسماعیل

ابوالفضل جعفر المقتدر باللہ کے دور حکومت میں دولت فاطمیہ المعروف بہ دولت عبیدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ دور 909ء سے لے کر 1171ء تک رہا۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شیعہ تین فرقوں میں بٹ گئے۔ ان فرقوں کے نام امامیہ، زیدیہ اور کیسانیہ تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند علی بن حسین رضی اللہ عنہ (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) کے دو بیٹے تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے کا نام امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اور چھوٹے کا نام زید رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ کچھ لوگوں نے زید رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کو دیکھ کر انہیں امام مان لیا اور زیدی کہلائے۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کے نام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اور موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا بیٹا ہونے کے ناطے اپنا جانشین اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا تھا۔ بعض شیعہ حضرات بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے امام اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام مانتے ہیں۔ امام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا۔ ان کو امام تسلیم کرنے والوں نے ان کے بیٹے محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام تسلیم کرلیا۔ اس فرقہ کو سبعیہ یعنی سات امام ماننے والا کہتے ہیں۔ امام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے اس فرقہ کا نام اسماعیلی پڑا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی جانشینی کے لئے امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب کیا تھا۔ ان کو ماننے والوں کو اثنا عشریہ یعنی بارہ اماموں کو تسلیم کرنے والے بھی کہا جاتا ہے اور امامیہ بھی۔ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی

Marfat.com

والدہ حبشن تھیں۔ اکثر شیعہ حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہی خلافت کی حقدار ہے۔ ان کی اولاد کو فاطمی کہا جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد جو دوسری بیویوں سے ہوئی غیر فاطمی کہلاتی ہے۔ فرقہ امامیہ کے ماننے والے لوگ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ہی بغیر کسی انتخاب اور مجلس کی رائے کے خلیفہ کی تقرری کو ان کا حق سمجھتے ہیں۔ اسماعیلیہ والوں کا کہنا ہے کہ امامت کا سلسلہ ان کے ساتویں امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد کو کیسانیہ کہا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیر فاطمی نسل امام محمد بن حنفیہ سے چلا۔ زیدیہ اور کیسانیہ انہیں بھی خلافت کا حق دار سمجھتے ہیں۔ فاطمیہ یا عبیدیہ گروہ کا عقیدہ تھا کہ امامت کا سلسلہ ہر امام کے بڑے بیٹے سے چلتا ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ صحیح حقدار تھے۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں برطرف کر کے امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو جانشین مقرر کیا تھا، جو انہیں قبول نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ساتواں امام تسلیم کر لیا تھا۔ اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کہ امام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ مستور ہوئے ہیں اور وہ آئندہ کبھی ظاہر ہوں گے۔ ان کے خیال کے مطابق جو نائب مقرر کئے جاتے ہیں ان میں امام کی روح حلول کر جاتی ہے۔ اسماعیلیوں کے عقیدہ کے مطابق قرآن مجید کے ہر ظاہری مضمون کا ایک باطنی مفہوم بھی ہوتا ہے اور اس کا علم صرف امام کو ہوتا ہے۔ اس مفہوم کو عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے اس فرقہ کو باطنیہ بھی کہتے ہیں۔ باطنیہ کی ایک شاخ کو قرامطہ کہا جاتا ہے۔ قرامطہ کا بانی عبداللہ بن میمون تھا۔ قرامطہ کی تحریک اشتراکیت سے ملتی ہے۔ خلیفہ معتصد کے زمانے میں ابوسعید جنابی نے بحرین سے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ اس کے پیرو فاطمین کہلاتے ہیں۔ تحریک کے آغاز میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنفیہ کے جانشینوں کے پیرو تھے مگر بعد میں وہ سب اسماعیلی فرقہ کے قائل ہو گئے۔

Marfat.com

ابوعبداللہ حسین یمن کے شہر صنعاء کا باشندہ تھا۔ وہ عباسیوں سے فرار ہو کر فلسطین سے ہوتا ہوا مصر پہنچا اور اسماعیلی عقائد کی تبلیغ کرنے لگا۔ عبداللہ بن میمون کے جانشینوں نے سلیمہ کو اسماعیلی تحریک کا مرکز بنا رکھا تھا۔ ابوعبیداللہ حسین شمالی افریقہ پہنچا تو اسے بہت کامیابی ہوئی۔ شمالی افریقہ کے گورنر ابراہیم بن محمد اغلبی نے اس تحریک کو دبانے کی ناکام کوشش کی۔ ابراہیم اغلبی کے بعد حکومت زیادۃ اللہ کے ہاتھ آئی۔ اس زمانے میں عبداللہ میمون کا ایک نمائندہ سعید حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے سلیمہ سے فرار ہو کر مراکش کے نزدیک سجلماسہ پہنچا وہاں کے گورنر زیادۃ اللہ اغلبی نے اسے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ ابوعبداللہ نے قیروان کے قریب رقادہ کے مقام پر حملہ کر کے زیادۃ اللہ اغلبی کو شکست دے کر سعید کو 908ء میں آزاد کرایا۔ قید سے رہائی پانے کے بعد سعید نے اپنا لقب عبید اللہ اختیار کیا اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ سعید نے اپنے آپ کو امیر المومنین کہلوانا شروع کر دیا۔ اس کا نام عبید اللہ المہدی مشہور ہو گیا۔ اس نے اپنا نام امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کر دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نسبت سے عبید اللہ اور اس کے جانشین فاطمئین مصر یا خلفائے فاطمئین کہلائے۔ عبید اللہ کا باپ حسین سلیمہ میں رہتا تھا۔ اس نے ایک یہودی کی بیوہ سے شادی کی تھی۔ اس عورت کا ایک بیٹا یہودی شوہر سے تھا۔ اس کا نام سعید تھا۔ یہی لڑکا خلافت فاطمیہ کا بانی بنا۔ سعید کی نسب کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بہرحال عبید اللہ نے امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی باپ بیٹے کا رشتہ قائم کیا۔ حقیقی امام اس کا چچازاد بھائی قائم ہے۔ عبید اللہ المہدی نے ابوعبداللہ اور ابوالعباس دونوں بھائیوں کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے قتل کرا دیا۔ اسماعیلی اس کے سلسلہ نسب کو عبید اللہ بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل کہتے ہیں۔ عبید اللہ المہدی نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے ایک نیا دار الخلافہ مہدیہ تعمیر کرایا۔ عبید اللہ المہدی کا انتقال 933ء میں ہوا۔ اس کے بعد قائم بامر اللہ تخت نشین ہوا۔ 946ء میں قائم کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا اسماعیل منصور جانشین ہوا۔ بنو ادریس اور جنیوا کی بندرگاہیں قائم نے فتح کی تھیں مگر ابو یزید

Marfat.com

خارجی کی بغاوتیں پوری طرح فرو نہ ہوئی تھیں۔ اسماعیل منصور نے ابو یزید کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ اسماعیل منصور کا انتقال 953ء میں ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المعز الدین اللہ تخت نشین ہوا۔ مراکش میں بنو عبیدیہ کا اقتدار مضبوط ہو چکا تھا۔ اس تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

المعز الدین اللہ بن اسماعیل کے عہد حکومت میں شمالی افریقہ کو متمدّن اور مہذب سمجھا جاتا تھا۔ لوگوں میں فارغ البالی کی وجہ سے خوشحالی تھی۔ ملک میں امن و امان تھا۔ المعز ایک قابل اور بیدار مغز سیاستدان تھا۔ وہ عالم فاضل تھا۔ تجارت اور صنعت و حرفت میں ملک ترقی پذیر تھا۔ المعز کے اچھے اخلاق اور حسن سلوک نے عوام کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ ملک دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا تھا۔ دولت عبیدیہ کی وسعت بھی پھیلنے لگی۔ المعز الدین سائنس اور فلسفہ کا سرپرست تھا۔ اس کے دور میں ملک کو سیاسی استحکام ملا اور اسماعیلی تبلیغ زیادہ ہونے لگی۔

المعز کے عہد حکومت میں بہت سے قبائل نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ وہ مراکش میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ اس نے کئی اندرونی بغاوتوں کو فرو کیا۔ المعز کے حکم پر صقلیہ سسلی کے حاکم حسین بن علی نے بحری بیڑے کی مدد سے اندلس کے ساحل پر حملہ کیا۔ وہ فتح یاب ہو کر مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آیا۔ اندلس کے خلیفہ ناصر الدین اللہ کے غلام غالب نے افریقہ کے ساحلی علاقوں پر حملے کئے مگر المعز نے اسے شکست فاش دی۔ 959ء میں صوبہ ایغکان اور تاہرت کے حاکم یعلی بن محمد نے بغاوت کر دی۔ اندلس کی حکومت نے اس کا ساتھ دیا۔ اس نے اپنا تعلق المعز الدین اللہ سے بالکل ختم کر دیا تھا۔ المعز الدین اللہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے کاتب جوہر قعلی کو فوج کا سربراہ بنا کر مقابلے کے لئے بھیجا۔ دونوں فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی۔ بہت خون ریزی ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اس جنگ میں المعز کو فتح یابی حاصل ہوئی۔ المعز نے صوبہ ایغکان اور تاہرت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ 960ء میں یعلی بن محمد کو گرفتار کیا گیا۔ خلیفۂ بغداد عضدولہ اور بختیار بن معزالدولہ کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے معز الدین اس قدر مصروف رہا

Marfat.com

کہ کسی اور طرف زیادہ دھیان نہ دے سکا۔ مصر کا گورنر کافور اخشیدی کے انتقال کر جانے کی وجہ سے وہاں بدامنی پھیل گئی۔ سارا نظام حکومت درہم برہم ہو کے رہ گیا تھا۔ 967ء میں المعز نے اپنے کاتب جوہر صقلی کی سربراہی میں فوج روانہ کی تاکہ وہاں حالات پر قابو پایا جا سکے۔ سپہ سالار جوہر صقلی نے حملہ کر کے مصری فوج کو شکست دے کر فتح حاصل کی۔ جوہر صقلی نے مصر پر قبضہ کرنے کے بعد المعز کے حکم سے ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام قاہرہ رکھا۔ المعز نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ 980ء میں المعز نے الازہر یونیورسٹی تعمیر کرائی۔ المعز نے دارالخلافہ مہدیہ سے تمام خزانہ اور دفاتر نئے دارالخلافہ قاہرہ منتقل کر دیئے۔

قرامطہ کے بادشاہ کا نام اصم تھا۔ وہ بحرین میں تھا۔ المعز نے اسے اطاعت کرنے کو کہا تو وہ اپنی فوج لے کر مصر پہنچ گیا۔ اصم نے مصر کے اندر داخل ہو کر حملے شروع کر دیئے۔ المعز نے اصم کے ایک سپہ سالار حسان کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس طرح المعز کی عقلمندی اور سیاسی چال سے حسان بن جراح طائی میدان جنگ میں اصم کی بجائے المعز الدین کی جانب سے اپنے لشکر کے ساتھ اصم کی فوج سے لڑا۔ اصم اس غیر متوقع صورتحال کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ مقابلہ نہ کر سکا اور فرار ہو گیا۔ المعز کو اس جنگ میں شاندار فتح حاصل ہوئی۔

مصر کی فتح کے بعد المعز الدین اللہ کے ایک سپہ سالار جعفر بن فلاح کہامی کی قیادت میں ایک فوج دمشق بھیجی۔ دمشق کا گورنر قرامطہ کو خراج ادا کیا کرتا تھا۔ جب جعفر نے 971ء میں دمشق پر قبضہ کر لیا تو اس نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ قرامطہ کے بادشاہ اصم نے دمشق پر فوج کشی کی۔ جعفر بن فلاح کتامی نے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ دوسری مرتبہ قرامطہ نے حملہ کر کے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ جعفر اس جنگ میں مارا گیا۔ قرامطہ نے اپنا ایک گورنر دمشق میں مقرر کیا۔ المعز الدین اللہ نے قرامطہ سے مقابلہ کرنے کے لئے ظالم بن سوہوب عقیلی کی سربراہی میں لشکر روانہ کیا۔ اس نے فتح یاب ہو کر قرامطہ کے گورنر کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ دمشق پر دوبارہ قبضہ 974ء میں ہوا اور ظالم بن سوہوب

Marfat.com

بطور گورنر کام کرنے لگا۔ 975ء میں خاندان بویہ کے ایک خادم افتگیسن نے دمشق پر قبضہ کر کے گورنر ظالم بن سوہوب عقیلی کو معزول کر کے وہاں سے نکال دیا۔ المعز کو جب معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کی خود سرپرستی کرتے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہوا مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور اس کا راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔ المعز کے بعد اس کا بیٹا العزیز باللہ 975ء میں تخت نشین ہوا اور اس نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو فرات سے لے کر اوقیانوس تک بڑھایا۔

المعز الدین اللہ کے عہد میں اسماعیلی عقیدہ کی بہت تبلیغ ہوئی۔ حرمین میں خلفائے مباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مصر میں معز الدین اللہ نے اپنا خطبہ پڑھایا۔ دمشق کی فتح کے بعد صوبہ حجاز کے بہت سے لوگوں نے المعز کی بیعت کر لی تھی۔ اس کے بعد اس کے مبلغین ہر طرف پھیل گئے۔ المعز کے ایک وزیر کا نام یعقوب تھا۔ اس نے اسماعیل عقیدوں کے مطابق قانون کی ایک کتاب لکھی جو سیلبس میں شامل کی گئی۔ وہ مساجد میں اسماعیلی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ خلیفہ کا محل تیس ہزار افراد کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس میں بارہ ہزار ملازمین کی تعداد تھی۔ المعز کے پوتے الحاکم نے دار العلم قائم کیا جو اسماعیلیہ عقائد کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا بڑا ادارہ تھا۔ غیر مسلموں سے اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ وہ علوم و فنون کا بہت شوقین تھا۔ تمام سربراہ اسماعیلی شیعہ مذہب و عقیدہ کے حامی تھے۔ المعز الدین اللہ کے بیٹے العزیز باللہ کے بعد الحاکم، الظاہر، المستنصر، المستعلی، الآمر با حکام اللہ، الحافظ، الظافر، الفائز اور العاضد بالترتیب اقتدار میں آئے۔ عبیداللہ المہدی سے العاضد تک خلفائے دولت عبیدیہ المعروف بہ فاطمیہ 909ء سے 1171ء تک خلافت کرتے رہے۔ مصر میں 1171ء میں العاضد کے مرنے کے بعد دولت عبیدیہ کا خاتمہ ہوا۔ اس حکومت کے تمام چودہ خلفاء اسماعیلی تھے۔ المعز الدین اللہ ہر دلعزیزی کی وجہ سے مغرب کا مامون کہلاتا تھا۔ اس کی پوری توجہ تبلیغ کی طرف تھی۔ ایک مرکز یمن میں بھی تھا۔ ان کے داعی عبید اللہ المہدی کے دور میں سندھ اور ملتان پہنچے۔ انہوں نے 959ء میں ملتان پر قبضہ کر کے وہاں کے آتش پرست اور بدھ مت کے پیروکاروں کو تبلیغ کر کے اسماعیلی مذہب اختیار کرنے پر تیار کیا۔ 966ء میں اسماعیلی جلم

Marfat.com

بن شیبان نے قبضہ کیا۔ 1025ء میں سلطان محمود غزنوی نے تمام اسماعیلی مراکز ختم کر کے ان کی تبلیغ کو روک دیا۔

☆

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ یہ وقت آفتاب کے بلند ہونے سے قبل زوال تک ہے۔ اس وقت چاشت کی نماز کی دو یا چار رکعت پڑھی جاتی ہیں۔(1)

☆

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمران مسلّط کر دیئے جائیں گے۔''(2)

☆

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی۔ جو وحی فرمائی، یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ خدا اور رسولؐ کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ (روح البیان)(3)

تاریخ حقائق کو پیش کرتی ہے عقائد سے بے نیاز ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ہر قسم کی ایسی مسلمان شخصیات شامل ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی حوالے سے فتوحات میں حصہ لیا۔ المعز الدین بن اسماعیل کا نام بھی فاتحین میں آتا ہے۔

---

(1) کنز الایمان ص 105

(2) تفہیم القرآن جلد نمبر 3 ص 428

(3) کنز الایمان ص 928

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی بن سبکتگین

محمود غزنوی، تاریخ کی چند ایسی عظیم شخصیات میں سے ہیں جن کے بارے میں لکھتے ہوئے اکثر مؤرخین نے کسی نہ کسی وجہ سے تعصب اور ناانصافی سے کام لیا ہے اور بعد میں آنے والوں نے بھی تحقیق کی بجائے نقل در نقل کے عمل سے غلط تجزیوں ہی کو آگے بڑھایا ہے۔

محمود غزنوی کو ''بت شکن'' کہا جاتا ہے اور ہندوستان پر ان کے سترہ حملوں کی داستان کو غیر مسلم مؤرخوں نے محض مال و دولت لوٹنے کے مقصد تک محدود رکھا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ شمال مغربی ہندوستان کے راجے اپنے زیر تسلط علاقے کو وسعت دینے کے لئے غزنی پر حملے کرتے رہتے تھے جنہیں ہمیشہ کے لئے روک دینے کے نظریہ سے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر جوابی حملوں کا سلسلہ شروع کیا۔ محمود غزنوی نے بہت نوعمری میں اقتدار سنبھالا تھا۔ اس لئے ہندو راجوں نے انہیں کمزور جان کر ان کے علاقوں میں دخل اندازی شروع کر دی تھی۔

سلطان محمود غزنوی بہت علم دوست، زیرک، انصاف پسند اور جرأت مند حکمران تھا۔ اپنے حملہ کے دوران وہ سب سے بڑے مندر میں جا کر سب سے بڑے بت کو گرز مار کر توڑ دیتا تھا۔ اس کا مقصد ایک تو صنم پرستوں کو توحید خداوندی کی قدرت کی طرف توجہ دلانا تھا اور دوسرے یہ ایک نفسیاتی جنگی حکمت عملی بھی تھی کہ جب ان بت پرستوں کو اپنے بھگوان کے ٹکڑے بکھرے ہوئے نظر آتے تو ان کا یقین اور حوصلے پست ہو جاتے۔

خلیفہ ابوالفضل عبدالکریم بن مطیع المقلب بہ طائع اللہ کے عہد میں افغانستان میں

Marfat.com

غزنوی حکومت قیام میں آئی۔ اس کا بانی امیر سبکتگین تھا جو خراسان کے صوبہ دار الپتگین کا غلام تھا۔ وہ ترقی کرتا ہوا غزنی کا سپہ سالار بنا۔ ماوراء النہر کی سامانی حکومت کے عبدالملک ساسانی کے انتقال کے بعد اس کا کم سن بیٹا امیر منصور تخت نشین ہوا۔ الپتگین اس کا مخالف تھا۔ 962ء میں اس نے بغاوت کر کے غزنی میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ امیر منصور نے دو دفعہ غزنی پر حملہ کیا مگر ہر دفعہ شکست کھائی۔ 976ء میں الپتگین کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا ابو اسحاق کو غزنی کا امیر بنایا گیا۔ وہ سبکتگین کی مدد سے حکومت چلاتا تھا۔ ابو اسحاق کے مرنے کے بعد 977ء میں سبکتگین نے غزنی کی باگ دوڑ خود سنبھال لی۔ اس طرح غزنوی حکومت وجود میں آئی۔ سبکتگین ایک بہادر حکمران تھا۔ یہ حکومت 977ء سے 989ء تک وسط ایشیاء سے لے کر ہندوستان تک پھیل چکی تھی۔ 990ء میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔ سبکتگین نے 978ء میں خیبر کے راستے سے ہندوستان پر حملہ کیا۔ کابل اور پشاور کے درمیان اس کا راجہ جے پال سے مقابلہ ہوا۔ راجہ جے پال کو شکست ہوئی۔ وہ قنوج اور اجمیر وغیرہ کے راجاؤں سے مدد لے کر دوبارہ مقابلہ کے لئے آیا لیکن شکست کھائی۔ سبکتگین نے دریائے اٹک تک قبضہ کر لیا۔ 995ء میں سبکتگین نے عمادالدولہ ابو علی کو شکست دی۔ امیر نوح نے سبکتگین کی مدد سے بخارا پر قبضہ کر لیا۔ اس بہادر سبکتگین کا بیٹا نامور محمود غزنوی تھا۔ امیر نواح نے سبکتگین کو ناصر الدولہ اور اس کے بیٹے محمود کو سیف الدولہ کا لقب عطا کیا۔ سبکتگین نے محمود کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ سبکتگین نے قلعہ قصدار فتح کی۔ سبکتگین کی بہادری کی شہرت پھیل رہی تھی۔ عمادالدولہ ابو علی نے خراسان پر حملہ کیا۔ محمود نے اسے شکست فاش دے کر گرفتار کر لیا۔ 997ء میں امیر سبکتگین نے اسے قتل کرا دیا۔ 997ء میں سبکتگین کا انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا محمود نیشا پور میں تھا۔ اس لئے محمود کے چھوٹے بھائی اسماعیل کو جانشین بنا دیا گیا۔ وہ ناتجربہ کاری کی وجہ سے حکومت چلانے میں ناکام رہا۔ محمود نے 998ء میں حملہ کر کے اسماعیل کو شکست دی اور اسے نظر بند کر دیا۔ اس دوران بلکو زون نے نیشا پور پر اپنا قبضہ کر لیا۔ محمود نے دوبارہ نیشا پور پر اپنا قبضہ کیا۔ غزنوی حکومت ترقی کرنے لگی۔ 999ء میں عباسی خلیفہ ابو العباس احمد بن مقتدر المقلب بہ

قادر اللہ نے محمود کی حکومت کو تسلیم کر کے اسے یمین الدولہ اور امین اطلت والی امیر المومنین کے لقب عطا کیے۔

محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ ہندوستانی مؤرخ نے اسے اپنی کتابوں میں ”محمود لٹیرا“ لکھا ہے کیونکہ وہ ہندوستان پر حملے کر کے ان کا مال و دولت غزنی لے جاتا تھا۔

محمود غزنوی کا شمار ممتاز فقہا میں ہوتا ہے۔ وہ دین دار بھی تھا اور عالم دین بھی۔ علم و ادب سے اسے شغف تھا۔ وہ شاعری کا شوق رکھتا تھا۔ اس کے دور میں فارسی شعر و شاعری بام عروج تک پہنچی۔ اس کے دربار سے چار سو شعراء وابستہ تھے۔ محمود غزنوی نے غزنی میں ایک بہت بڑا مدرسہ تعمیر کرایا۔ وہ علماء کی بہت قدر کرتا تھا۔ وہ علم و ادب پر چار لاکھ دینار سالانہ خرچ کرتا تھا۔ وہ ایک نیک دل اور انصاف پسند بہادر انسان تھا۔ خلفائے بغداد اس کے قدردان تھے۔ اس نے غزنی میں ایک عجائب خانہ تعمیر کرایا جس میں نوادر موجود تھے۔ وہ ایک راسخ العقیدہ ایمان والا تھا۔ اس نے باطنیوں کا زور رے اور رے کے نواح میں ختم کیا۔ 966ء میں اسماعیلی داعی جلم بن شیبان نے اقتدار میں آ کر ملتان کے گردونواح میں اپنی تبلیغ کا دائرہ وسیع کر دیا تھا۔ محمود غزنوی نے 1013ء میں ان کی طاقت کا زور توڑا۔ سومنات پر حملہ کرنے کے بعد واپسی پر 1024ء میں منصورہ، ٹھٹھہ اور دیبل میں موجود اسماعیلی مرکزوں کو نیست و نابود کر دیا۔

ایک ترک سردار سلجوق بن وقاق اپنی محنت سے سپہ سالار بنا تھا۔ وہ اپنے قبائل کو لے کر ترکستان سے ہجرت کر کے ماوراء النہر کے علاقہ چند میں پہنچا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سلجوقی ماوراء النہر کے سرحدی علاقوں پر قابض ہو گئے۔ سلجوق کی وفات کے بعد اس کے چاروں بیٹے ارسلان، میکائیل، یونس اور موسیٰ چاروں طرف پھیل گئے۔ سلطان محمود غزنوی حدود سلجوقیوں کے نزدیک تھی۔ اس نے دوستانہ دعوت دے کر ارسلان بن سلجوق کو بلوایا اور ان کی طاقت کے بارے میں معلومات لیں۔ اس کے بعد اسے کالنجر کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اس قلعہ میں ارسلان سات سال قید رہ کر چل بسا۔ اس کی موت کے بعد محمود غزنوی نے سلجوقیوں

Marfat.com

کے ساتھ معاہدہ کر کے انہیں خراسان میں رہنے کی اجازت دے دی۔ محمود غزنوی کی زندگی میں انہوں نے خاموشی سادھے رکھی۔

☆

سلطان محمود غزنوی روزانہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپؐ نے خواب میں ہی درود لکھی سکھایا اور فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد اسے ایک دفعہ پڑھا کرو تو ایک لاکھ دفعہ درود پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ محمود غزنوی نے اس نعمت عظمیٰ کو عام کیا۔ اس نے دوسرے مسلمانوں کو بھی پڑھنے کی تلقین کی۔ اس درود پاک کو جتنی مرتبہ بھی پڑھا جائے اتنی دفعہ ثواب ملے گا۔(1)

☆

سلطان محمود غزنوی نے اپنے بعد میں آنے والے شہاب الدین غوری کی طرح تمام مفتوحہ علاقوں پر ایک بڑی حکومت قائم کرنے پر زیادہ توجہ نہ دی' اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ وہ غزنی کو اسلامی مرکز بنانا چاہتا تھا۔ وہ بت پرستی کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس نے صوبہ سرحد کے راستے ہندوستان پر متعدد حملے کئے۔ اس نے اپنا سب سے پہلا حملہ 1000ء میں بروز جمعرات بتاریخ 27 نومبر بمطابق 8 محرم 392ھ کو کیا۔ محمود غزنوی نے اپنا دوسرا حملہ جے پال پر پشاور کے قریب کیا۔ راجہ جے پال کی فوج کے پندرہ ہزار جوان مارے گئے۔ راجہ جے پال کو اس کے تمام خاندان سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ راجہ جے پال نے مزید پچاس ہاتھی دے کر قید سے رہائی حاصل کی اور اپنے بیٹے انند پال کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے بعد حکومت سے کنارہ کش ہو گیا۔ شروع میں جے پال کابل پر حملے کرتا رہتا ہے۔

1004ء میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس نے دریائے سندھ کو عبور کر کے جہلم کے شہر بھاٹیہ پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا۔ مون سون کی بارشوں کی وجہ سے محمود غزنوی کی بہت سی دولت اور سامان پانی میں بہہ گیا۔

Marfat.com

اس کے ایک سال بعد محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کا سربراہ اسماعیلی تھا۔ راجہ انند پال نے محمود غزنوی کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت نہ دی۔ اس کے باوجود ملتان کو فتح کر لیا گیا۔ اسی طرح حملے جاری رہے۔ اب محمود غزنوی کی شہرت مصر تک پھیل چکی تھی۔ 1008ء میں محمود غزنوی نے پنجاب پر حملہ کر کے انند پال کو زبردست شکست دی اور کانگڑہ کے مندر (ہماچل پردیش) پر قبضہ کر لیا۔ اس مندر میں بے پناہ خزانہ تھا۔ محمود غزنوی کو اس مندر سے ایک سو اسی کلوگرام سونا، دو ٹن سونا، ستر ملین درہم کی مالیت کے سکے اور ایک چاندی سے بنا ہوا مکمل گھر ہاتھ لگا۔ 1012ء میں دہلی کے شمال میں راجہ ہرش کے پرانے دارالحکومت تھانیسر پر محمود غزنوی نے حملہ کیا۔ راجہ انند پال کی حکومت اب مختصر ہو کر مشرقی پنجاب تک محدود رہ گئی تھی۔ اس نے محمود غزنوی کو زرو جواہرات جزید اور متعدد ہاتھیوں کی پیشکش کی مگر محمود غزنوی نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ تھانیسر کو تسخیر کر کے وہ لوٹا۔

1018ء میں سلطان محمود غزنوی نے دریائے جمنا کے کنارے واقع لارڈ کرشنا کے مقدس شہر متھرا پر حملہ کیا۔ متھرا کے شاندار مندر کی تعمیر اسے بہت پسند آئی۔ اس کا خیال تھا کہ ایسی عمارت دو سو سال میں تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ اس مندر سے محمود غزنوی کو ٹنوں کے حساب سے سونا، چاندی اور قیمتی جواہرات ملے۔ اس خزانے کی مالیت کا کوئی شخص اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ تاہم ان خزانوں کے بارے میں مؤرخین نے بہت مبالغہ سے بھی کام لیا ہے۔ اس عالیشان مندر کے بعد محمود غزنوی نے متھرا کے کئی اور مندروں اور متبرک مقامات پر قبضہ کر کے ان کے خزانوں کو لوٹ لیا اور نذر آتش کر دیا۔ اس کے بعد قنوج کی باری آئی۔ محمود غزنوی اپنی فوج کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے پہنچا۔ قنوج کا راجہ اپنے سات قلعوں اور دس ہزار مندروں کو چھوڑ چھاڑ کر فرار ہو گیا۔ قنوج سے محمود غزنوی کو بیس ملین مالیت کا خزانہ ترپن ہزار غلام اور تین سو پچاس ہاتھی ہاتھ لگے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مدھیہ پردیش کے چندیل راجپوتوں کی باری آئی۔ ہر قدم پر محمود غزنوی کو فتح نصیب ہوئی اور بے پناہ مال و دولت پر اس کا قبضہ ہوتا گیا۔

1025ء میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوؤں کے مشہور مقدس مقام سومنات پر حملہ

Marfat.com

کیا۔ یہ مندر یاترا کے لئے بہت مشہور تھا وہاں تک رسائی کے لئے راجستھان کا ایک چوتھائی سنسان علاقہ ملتان سے جیسلمیر تک عبور کر کے گجرات تک پہنچنا پڑتا تھا جو بہت محال تھا۔ محمود غزنوی نے چپکے سے اس صحرا کو عبور کر کے دشمن کو حیرت زدہ کر دیا۔ سومنات کے قلعے کی حفاظت قلعے کے بے شمار محافظوں کے علاوہ بے شمار برہمن اور عقیدت مند ہندو بھی کرتے تھے۔ محمود غزنوی کے سپاہی رسیوں اور سیڑھیوں کے ذریعے دیواروں پر چڑھ کر قلعے کے اندر گھس گئے۔ زبردست جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں پچاس ہزار سے زائد ہندو کام آئے۔ اس مقام سے بیس ملین درہم کی مالیت کا سونا اور چاندی محمود غزنی کے قبضے میں آیا۔ سومنات کو لوٹ کر محمود غزنوی وہاں کے بڑے بت کو توڑنے کے لئے آگے بڑھا تو پجاریوں نے منت سماجت کی کہ اسے نہ توڑا جائے تو اس کے عوض سلطان کو مزید سونا دیا جائے گا۔ محمود غزنوی نے جواب دیا ''میں بت شکن ہوں، بت فروش نہیں''

یہ کہہ کر محمود غزنوی نے اس بت کو توڑ کر اس کے اندر سے تمام سونا نکال لیا۔ اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اس نے اس بت کے کچھ ٹکڑے غزنی کی جامع مسجد میں نمائش کے لئے بھجوائے۔ (2)

سلطان محمود غزنوی نے آخری بار مغربی سندھ کی طرف پیش قدمی کی مگر 1030ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا مقبرہ افغانستان کے شہر غزنی میں واقع ہے۔

محمود غزنی گوالیار اور کالجز کے قلعوں کو فتح نہ کر سکا۔

محمود غزنوی اپنے نیک مقاصد کے لئے کوشاں رہا۔ مؤرخ اس کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔ البرونی اور فردوسی اپنی تحریروں میں اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ محمود غزنوی نے غزنی کو واقعی ایک عظیم تاریخی اسلامی مرکز بنا دیا۔ اس کو سلطنت کی وسعت کا لالچ نہیں تھا۔ ہندو مؤرخ اپنی تاریخ میں محمود غزنوی کو ایک ظالم لٹیرا کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ محمود غزنوی کو اتنی مہمات میں فتوحات حاصل ہوئیں مگر اس نے صرف پنجاب پر اپنا قبضہ رکھا۔ محمود غزنوی کے عہد میں اسلام، تبلیغ کا کام ہندوستان میں پھیلا۔ (3)

---

(1) مجموع وظائف فقری۔ ص 234 — (2) India A History ص 208

(3) India A History ص 210

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

اسلامی تاریخ کا دامن بے شمار صاحب کمال شخصیات کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔ تاہم تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ کارنامے ان شخصیات کی ذاتی صلاحیت وکاوش پر ہی مبنی ہیں۔ انفرادی سطح سے ہٹ کر اجتماعی طور پر یا مضبوط ارادوں کی بنیاد پر عالم اسلام خلافت راشدہ کے بعد کوئی قابل ذکر مثال پیش نہیں کر سکا۔ مقصد یہ ہے کہ اُمت مسلمہ کے عروج وزوال میں زیادہ تر شخصی اور انفرادی خوبیوں اور خامیوں کا عمل دخل زیادہ نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں جس طرح ریاستی ادارے قائم کرنے کی عظیم مثال قائم کی گئی تھی اس کی پیروی دنیا کی دوسری اقوام نے کی لیکن مسلمان اپنے حکومتی اداروں کو مستحکم نہ بنا سکے۔ کوئی اچھا اور قابل حکمران آ گیا تو قوم ترقی کی راہ پر چل پڑی، برا حکمران آ گیا تو زوال کا شکار ہوگئی۔ شیر شاہ سوری برسر اقتدار آ گیا تو پورے ہندوستان میں سڑکیں بن گئیں۔ اورنگ زیب آ گیا تو اسلامی فقہ کی تدوین ہوگئی۔ محمد شاہ رنگیلا آ گیا تو مسلمانوں کی حکومت جاتی رہی۔

قرآن حکیم میں باہمی مشورے کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ایک بہت قابل شخص کی کمی متوسط درجے کے دس آدمی مل کر کافی حد تک پوری کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغربی دنیا بھی کسی بڑے لیڈر کی عدم موجودگی کے باوجود محض اداروں کے بل بوتے پر کامیابی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

شخصی کارناموں کے حوالے سے دنیا کی کوئی اور قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

دنیا کے نامور فاتحین میں بھی مسلمان فاتحین نمایاں ترین ہیں۔ سکندر اعظم اور چنگیز خان جیسے غیر مسلم فاتح محض جنگجو تھے' ان کے پاس کوئی نظریہ اور اعلیٰ مقصد نہیں تھا۔ انہوں نے دنیا کو قتل و غارت کے سوا کچھ نہ دیا...... لیکن مسلمان فاتحین نے صرف ملک فتح نہیں کئے' مفتوحہ علاقوں اور اقوام کو انصاف اور ترقی و خوشحالی کا راستہ بھی دکھایا۔ ان کی رہنمائی کی۔ امن فراہم کیا اور ان کی جان' مال اور عزت نفس کی ضمانت دی۔ مجموعی طور پر غیر مسلموں سے مسلمانوں کا رویہ روادارانہ ہی رہا۔ یورپ کی صلیبی فوجیں جب یروشلم میں داخل ہوئیں تو انہوں نے ستر ہزار کے قریب شہریوں کو انتہائی بے دردی سے تہہ تیغ کر دیا لیکن اس کے نوے سال بعد جب صلاح الدین ایوبی نے شہر کو دوبارہ فتح کیا تو کسی شہری کو قتل نہیں کیا گیا۔ اس کا اعتراف خود مغربی مؤرخین نے بھی کیا ہے۔ عالم اسلام میں ایک عرصہ سے کوئی اتنی بڑی شخصیت سامنے نہیں آ سکی اور مسلمان مجموعی طور پر زندگی کے ہر میدان میں دیگر اقوام سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس صورتحال میں ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھتے ہوئے اجتماعی طور پر بھی جدوجہد کی ضرورت ہے اور کسی شخصیت کا انتظار کرنے کی بجائے اداروں کو مستحکم بنانے کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے۔ قرآن حکیم ہمیں فکر و تدبر کی دعوت دیتا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اس کے لئے کوشش نہ کریں۔ عمر زمان کا ایک شعر ہے ؎

ہزاروں پیر زادے' خانزادے' شاہزادے ہیں
کروڑوں میں نہیں کوئی صلاح الدین ایوبی

صلاح الدین کا کہنا تھا کہ "معاف کر دینے کی غلطی سزا دینے سے بہتر ہے۔" ابوالحسن علی الندوی کہتے ہیں کہ وہ ایک پکے مسلمان، منصف، سخی، نرم مزاج، صابر اور بہادر انسان تھے۔ بقول ابن شداد سلطان صلاح الدین کا ایمان بہت مضبوط تھا۔ وہ اسلام کے اصولوں پر چلتا تھا۔ وہ باقاعدہ نماز پڑھتا تھا۔ وہ تہجد گزار تھا۔ (1)

سلسلۂ نسب:

صلاح الدین ایوبی کا پیدائشی نام یوسف تھا اس کے والد کا نام نجم الدین ایوب تھا اور

Marfat.com

اس کے دادا کا نام شادی بن مروان تھا جو آذر بائیجان کے علاقہ وودین کا کرد تھا۔ سلطان مسعود نے شادی بن مروان کو تکریت کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نجم الدین ایوب کو اسی منصب پر فائز کیا۔ اسی زمانہ میں عماد الدین زنگی کو سلجوقی امیر قرابجہ ساقی نے شکست دی تو وہ تکریت پہنچا یہاں پر نجم الدین ایوب نے اس کا خیال رکھا۔ اس طرح اس کے تعلقات اتا بکی خاندان سے ہوئے۔ بعد میں نجم الدین ایوب کو تکریت سے نکل کر موصل جانا پڑا تو عماد الدین زنگی نے اسے فوج میں اعلیٰ عہدہ دیا اور اس کے بھائی اسد الدین شیرکوہ کو اپنے بیٹے کا اتالیق بنا دیا۔ صلاح الدین ایوبی تکریت میں 1139ء میں پیدا ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو نور الدین زنگی نے اس کی بہادری سے متاثر ہو کر معرکوں میں اسے سپہ سالار کی حیثیت سے بھیجنے لگا۔ نور الدین زنگی نے مصر پر حملہ کرنے کے لئے اسد الدین شیرکوہ کو روانہ کیا تو صلاح الدین ایوبی بھی اپنے چچا کے ساتھ تھا۔ اتا بکی فوج کے مقابلے میں عیسائی فوج تھی۔ ان کے درمیان جنگ جاری رہی۔ 1167ء میں اسد الدین شیرکوہ نے دوبارہ فوج کشی کر کے مصر کے مغربی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت اس کے پاس صرف ایک ہزار مجاہدین تھے۔ اس کے مقابلے میں مصری اور صلیبی فوجوں کی تعداد زیادہ تھی۔ زبردست جنگ ہوئی اور اسلامی فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ اسد الدین سکندریہ کی طرف بڑھا تو حفاظت کے لئے صلاح الدین ایوبی کو سکندریہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں چھوڑ کر مزید آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسد الدین نے حکومت مصر کو تمام علاقہ دے کر واپسی کی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ بیت المقدس کا نام وابستہ ہے۔ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلۂ اوّل اور متبرک مقام ہے۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے آخر تک بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ بیت المقدس عیسائیوں کا بھی متبرک مقام تھا۔ عیسائی زائرین کو فلسطین آنے جانے کی کھلی آزادی تھی۔ 973ء میں مصر پر فاطمیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے بھی زائرین کا ہمیشہ خیال رکھا۔ تمام دنیا سے دور دراز کے علاقوں سے صلیبی زائرین بیت المقدس کی زیارت

Marfat.com

کے لئے آتے تھے۔ مسلمان ان کی پذیرائی کرتے تھے۔ وہ انہیں مہمان سمجھ کر احترام کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ عیسائیوں کو بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ انہوں نے اندر ہی اندر مسلمانوں سے بیت المقدس چھیننے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دولت عبیدیہ کی مصر میں خلیفہ العزیز کے بعد حکومت زوال پذیر ہوئی۔ عبیدیوں اور سلجوقیوں کے آپس کے اختلافات نے یورپ کے عیسائیوں کو جرأت دی کہ وہ شام اور فلسطین کے ساحلی علاقوں کے ساتھ ساتھ مصر پر بھی قبضہ کرلیں۔ مسلمانوں کی آپس کی بے اتفاقی نے عیسائیوں کو مواقع فراہم کئے کہ وہ ان کے خلاف منصوبے اور سازشیں تیار کریں۔ اسلامی طاقت افریقہ، ایشیا اور یورپ میں پھیلی ہوئی تھی۔ رومیوں کو بارہا مسلمانوں نے شکست دی تھی اور وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے تلے ہوئے تھے۔ یورپ کی عیسائی طاقتیں متحد ہوگئیں۔ مسلمانوں میں خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں۔ بغداد پر عباسی حکومت آخری دموں پر ہچکیاں لے رہی تھی۔ مصر میں دولت عبیدیہ کا زوال ہو رہا تھا۔ فلسطین پر خاندان ارتوک کا قبضہ تھا۔ سلجوقی خاندان کے سربراہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ بیت المقدس میں زائرین کے قابل اعتراض اطوار دیکھ کر فلسطین نے حکمران ترکمانوں نے انہیں تنبیہہ کی مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی من مانی کرتے رہے۔ ترکمانوں نے جب ان پر ذرا سختی کی تو وہ مشتعل ہو گئے۔ عیسائی پادریوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہبی تعصب کی آگ کو بھڑکایا۔ جنوبی یورپ میں مسلمانوں کی قوت کمزور ہو چکی تھی۔ سسلی کا جزیرہ ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ سپین میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئی تھیں۔ عیسائی حکومت کا فرمانروا الفانسو مسلمانوں کا خاتمہ کرنے پر تل گیا تھا۔ یوسف بن تاشفین نے اندلس پہنچ کر زلاقہ کی جنگ میں عیسائیوں کی متحدہ طاقت کو شکست دی۔ الفانسو کی طاقت کمزور ہو چکی تھی مگر یوسف بن تاشفین کے واپس جانے کے بعد اسلامی ریاستوں میں جنگیں ہونے لگیں تو اس نے دوبارہ آ کر متحدہ اسلامی حکومت قائم کی جس سے صلیبی بوکھلا گئے۔ انہی دنوں فرانس کا ایک راہب پیٹر زیارت کے لئے گیا۔ وہاں سے واپس جا کر اس نے پوپ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ راہب پیٹر نے یورپ میں جگہ جگہ جا کر راہبوں

Marfat.com

اور پادریوں کو مسلمانوں کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے اکسایا چنانچہ 1095ء میں روم کے پوپ اربن دوئم نے اعلانیہ عیسائیوں سے کہا کہ ''مسلمانوں کے خلاف جہاد کرو۔ جو شخص بھی مقدس جنگ میں شریک ہوگا اس کے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جو شخص مقابلے میں مارا جائے گا اسے جنت میں جگہ دوں گا'' (بحوالہ امیر علی تاریخ اسلام ص 242) اس نے دنیا بھر کے عیسائیوں کو مقدس جہاد لڑنے کا اعلان کردیا۔ اس اعلان نے پادریوں کو جھنجوڑا اور انہوں نے مذہبی تعصب کی عیسائیوں میں آگ سلگا دی۔ اس وقت ترکمانوں سے لڑکر فاطمیہ کا خلیفہ المستنصر فلسطین پر قابض تھا۔ عیسائی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے متحد ہو چکے تھے۔ پیٹر راہب بھی عیسائی فوج کے ساتھ تھا۔ صلیبی فوج کی تعداد تیرہ لاکھ تھی۔ صلیبی فوج نے شام میں انطاکیہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس فوج نے ملحقہ علاقوں اور معرۃ النعمان کو فتح کر کے تین دن تک قتل عام کیا۔ یہ عظیم فوج قحط اور بیماری کی وجہ سے جب فلسطین پہنچی تو تیرہ لاکھ میں سے بیس ہزار رہ گئی تھی۔ فلسطین پر پہلی صلیبی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں 109ء میں عیسائی افواج کو فتح حاصل ہوئی۔ اس شہر کی آبادی ساٹھ ستر ہزار تھی۔ عیسائیوں نے سب مسلمانوں اور یہودیوں کا قتل عام کر کے سب کو ختم کردیا۔ عیسائیوں نے بیت المقدس فتح کر کے گارڈ فرائے کو بادشاہ بنا دیا۔ اس کا تھوڑے عرصہ میں انتقال ہو گیا تو بودوائن تخت نشین ہوا۔ اسے بھی حکومت چلانے کا تجربہ نہ تھا۔ اس لئے ملک کے اندر بدنظمی پیدا ہوگئی۔ 1119ء میں دو وائن کے انتقال کے بعد ملک کے اندر امن و امان ختم ہو گیا۔ لوگ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ملک تباہ و برباد ہو گیا۔ بیت المقدس کی پہلی صلیبی جنگ میں فتح یاب ہونے کے بعد عیسائیوں نے جس درندگی کے ساتھ قتل عام کیا تھا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام سے عالم اسلام میں بے چینی پھیل گئی۔ عیسائی مصر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ بیت المقدس کے بعد صلیبی فوجوں نے صور، رملہ اور یافا پر قبضہ کرلیا۔ شام میں عیسائیوں کی چار ریاستیں بن گئیں۔ یورپ کے تعاون سے عیسائیوں نے شام اور فلسطین پر قبضہ کرلیا تھا اور مسلمانوں کے پاس حمص، حماۃ، دمشق اور حلب وغیرہ رہ گئے تھے۔ خلافت بغداد سے مسلمانوں کو کوئی مدد نہ مل سکی۔ مسلمان

Marfat.com

حکمرانوں کا آپس میں اتفاق نہ تھا۔ عمادالدین زنگی کے انتقال کے بعد حلب کا حکمران عماد الدین زنگی کا فرزند نورالدین زنگی بنا۔ نورالدین زنگی نے طاقت جمع کر کے فرنگیوں سے کئی قلعے چھین لئے۔ دولت عبیدیہ کے آخری خلیفہ العاضد بن الفائز نے نورالدین زنگی کو مدد کے لئے للکارا اس نے سپہ سالار شیر کوہ کو مصر روانہ کیا۔ وزیر سلطنت شاور نے عیسائیوں سے مدد طلب کی مگر شیر کوہ نے بہت بہادری سے مقابلہ کر کے شاور کو شکست دی۔ شاور کے بعد شیر کوہ کو وزیر مقرر کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں میں ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔ اب مسلمانوں کو خیال آیا کہ اپنے چھینے ہوئے علاقوں کے لئے جدوجہد کر کے انہیں دوبارہ حاصل کریں۔ مسلمانوں نے ایڈیسا فتح کر لیا۔ انہوں نے شام میں بھی جنگیں کر کے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ فلسطین میں مقیم عیسائیوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو انہیں ہاتھ پاؤں پڑ گئے۔ انہوں نے فرانس کے بادشاہ لوئی ہفتم اور جرمنی کے بادشاہ کونراڈ سوم کو مطلع کیا۔ سینٹ برنارڈ بھی عیسائیوں کو مسلسل جنگ کے لئے تیار کر رہا تھا چنانچہ دوسری صلیبی جنگ میں عیسائیوں کی تعداد نو لاکھ تھی۔ نورالدین زنگی اور سلجوقیوں نے بہت بہادری سے اس عظیم فوج کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ 1171ء میں خلیفہ العاضد بن الفائز کے انتقال کے بعد مصر میں دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ 1169ء میں شیر کوہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت وہ وزارت کے منصب پر فائز تھا۔ اس کے بعد عاضد بن الفائز نے شیر کوہ کے بھتیجے صلاح الدین کو وزارت کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔ عاضد نے صلاح الدین کو "الملک الناصر" کا لقب عطا کیا۔

صلاح الدین ایوبی نورالدین زنگی کا نائب تھا۔ وہ مصر کا گورنر بھی تھا۔ صلاح الدین ایوبی ایک بہادر اور عقلمند جرنیل تھا۔ اس نے اپنی ذہانت اور قابلیت سے مصر کا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ 1174ء میں نورالدین زنگی کے انتقال کے بعد صلاح الدین ایوبی نے مکمل اقتدار سنبھالا۔ فاطمیوں کی خلافت کے ختم ہونے کے بعد حکومتی وسائل اور خزانہ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ آیا۔ نورالدین کے انتقال کے بعد سارے ملک کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اتابکی امراء صلاح الدین کے خلاف تھے۔ موصل کے فرمانروا سیف الدین غازی نے

Marfat.com

صلیبیوں سے دوستی کر لی۔ وہ فرنگیوں کو روپیہ دے کر راضی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عیسائی حکومتوں کے حامی اس قسم کے بعض مسلمان حکمران بیت المقدس کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ 1182ء میں صلاح الدین ایوبی دمشق پہنچا جہاں اتابکی امراء نے شہر اس کی تحویل میں دے دیا۔ صلاح الدین ایوبی نے حمص اور حماۃ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد 1175ء صلاح الدین ایوبی نے سیف الدین غازی کو شکست دے کر بزاعہ قلعہ عزاز اور مبخ پر قبضہ کیا۔ 1176ء میں صلاح الدین ایوبی نے حلب پر قبضہ کیا۔ اسماعیلی فرنگیوں سے مل گئے تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے فرنگیوں کا بحری حملہ سکندریہ پر ناکام کیا۔ صلاح الدین ایوبی دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد مضبوط ہو چکا تھا۔ اس دوران سیف الدین غازی والی موصل کا انتقال ہو گیا۔ 1182ء میں صلاح الدین ایوبی نے موصل پر حملہ کیا۔ موصل تسخیر نہ ہو سکا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے سنجار پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ سنجار کے نزدیک امیر بہاؤ الدین بن نیسان کی ریاست تھی، جس کا نام آمد تھا۔ یہ ریاست زر و جواہرات کے خزانے کی وجہ سے مشہور تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1184ء میں آمد پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے حلب پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح شام میں اس کی قوت بہت زیادہ ہو گئی۔ خصوصاً جب اس نے خارم پر بھی قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین ایوبی نے ایک عظیم فوج جمع کر کے 1184ء میں کرک فتح کیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے علاقوں سے فرنگیوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھتے ہوئے فرنگیوں کو اس کی جانب سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ انہوں نے اس سے صلح کر لی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی مصر واپسی کے بعد انہوں نے دمشق پر حملہ کر دیا۔ حارم کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی دمشق لوٹا اور اس نے فرنگیوں کے علاقوں پر حملے کئے۔ اس نے بیلسان، عین جالوت، زرعین اور کفر بلا فتح کئے۔ سلطان صلاح الدین نے ریجنالڈ سے صلح کر لی تھی مگر وہ عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمان تاجروں اور قافلوں کو لوٹتا رہا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اور اس کی دوسری فوجیں راس الماء پہنچنے کے بعد طبریہ کی طرف بڑھیں اور آسانی سے طبریہ پر قبضہ کر لیا۔ پچاس ہزار عیسائی صفوریہ میں مسلمانوں

Marfat.com

سے لڑنے کے لئے تیار تھے۔ زبردست جنگ ہوئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی فتح یاب ہوا۔ سلطان نے اپنے ہاتھوں سے ریجی نالڈ کا سر قلم کیا۔ عیسائیوں کی طبریہ میں شکست نے ان کا زور توڑ دیا۔ بیروت سے فلسطین تک صلاح الدین ایوبی کا قبضہ تھا۔ طبریہ کے قلعہ کے بعد اس نے عکا بندرگاہ، یافا بندرگاہ، تبنین، صیدا، بیروت، عسقلان، رملہ، غزہ اور بیت لحم پر حملے کر کے فتح کیے۔ مسیحی ان علاقوں سے فرار ہو کر بیت المقدس میں جانے لگے۔ 1187ء میں صلاح الدین اپنی افواج کے ساتھ بیت المقدس پہنچا۔ عیسائیوں نے شکست قبول کر لی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کو چالیس دنوں کی مہلت دی کہ فدیہ دے کر بیت المقدس سے نکل کر طرابلس چلے جائیں۔ جنگی قیدی معمولی سا فدیہ دے کر وہاں سے جانے لگے۔ دس ہزار قیدیوں کا فدیہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی جیب سے ادا کیا۔ باقی جو لوگ فدیہ نہیں دے سکتے تھے ان کا فدیہ معاف کر دیا۔ اس طرح یہ جنگ بغیر خونریزی کے سلطان صلاح الدین نے جیت لی۔ 1192ء میں بیت المقدس پر کوئی نوے سالوں کے بعد مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد متعدد مرتبہ بیت المقدس پر حملے ہوتے رہے مگر اس پر مسلمانوں کا قبضہ سات سو سال رہا۔ چالیس دنوں تک عیسائیوں کی پرامن رہائی کا سلسلہ جاری رہا۔ صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے قتل عام کیا تھا مگر صلاح الدین ایوبی نے اپنی افواج کو سختی سے منع کر رکھا تھا کہ وہ ان سے کوئی انتقام نہ لیں۔ فلسطین کی حکومت ختم کرنے کے بعد اس نے انطاکیہ فتح کیا۔ اس کے بعد کوکب پر قبضہ کر لیا۔

بیت المقدس کے یوں ہاتھ سے نکل جانے سے تمام عالم مسیحی غم وغصہ سے پاگل ہو گیا۔ عیسائیوں میں مسلمانوں کے لئے نفرت اور مذہبی تعصب تو پہلے سے ہی تھا۔ اب ان کے دلوں میں انتقام کی چنگاری سلگ چکی تھی۔ پادریوں نے اپنی مدلل اور جذباتی تقریروں سے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ یروشلم کے زوال کی خبر سے ساری عیسائی دنیا میں ماتم منایا جا رہا تھا۔ برطانیہ کے بادشاہ رچرڈ فرانس کے بادشاہ فلپ آگسٹس اور جرمنی کے شہنشاہ فریڈرک بار بروسا نے اپنی اپنی فوجوں

Marfat.com

کے ساتھ جنگ لڑنے کا اعلان کر دیا۔ عیسائیوں نے اس مقدس جنگ کے لئے دل کھول کر عطیات دیئے۔ سب سے پہلے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک باربروسا 1119ء میں شام کی جانب روانہ ہوا۔ وہ ایک لاکھ فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ 1120ء میں رچرڈ اور فلپ اگسٹس کی فوجیں روانہ ہوئیں۔ تینوں بادشاہوں کی متحدہ افواج عکہ پہنچیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اپنی فوج کو لے کر ان کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا۔ یورپ میں تیسری صلیبی جنگ کا اعلان سن کر عیسائی جنگجو روانہ ہوئے۔ اس جنگ میں فرانس، جرمنی، اٹلی، برطانیہ اور سسلی کے حکمرانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اکیلے ہی 1189ء سے لے کر 1192ء تک عیسائیوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اس نے کئی مسلمان سربراہوں سے کمک مانگی مگر کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔ اس کے برعکس یورپ سے عیسائیوں کی جنگ کے لئے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ عکہ میں محصورین کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی عکہ اور سلان کے قریب میدان جنگ میں عیسائیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا تھا۔ متحدہ صلیبی افواج اپنی پوری طاقت سے اسلامی فوج پر حملے کر رہی تھی۔ اس جنگ میں عکہ، عسقلان اور یافہ میں اسلامی فوج کو شکست ہوئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنا حوصلہ بلند رکھا اور اپنی فوج کو بھی جوش اور ولولہ دلاتا رہا۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ جرمنی کا بادشاہ فریڈرک باربروسا دریا میں گر کر غرق ہوگیا۔ اس کے ڈوبتے ہی اس کی فوج میں افراتفری مچ گئی۔ اس کی فوج کے بہت سے سپاہیوں نے میدان جنگ چھوڑ کر واپس گھروں کو جانا شروع کر دیا۔ فوج میں بے چینی پھیل گئی۔ بادشاہ کے بیٹے نے کمان سنبھال لی تھی۔

اس دوران فرانس کا بادشاہ فلپ اگسٹس اور برطانیہ کا شاہ رچرڈ دونوں ہی بیمار ہو گئے۔ سلطان صلاح الدین نے ان دونوں کے لئے تازہ پھل اور شربت وغیرہ بیماری کے دوران بھیجا۔ تین سالوں کی لگاتار جنگ کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہر دو جانب سے فوجوں کو شدید نقصان پہنچا۔ تعداد کے لحاظ سے عیسائیوں کا نقصان بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ شاہ انگلستان شیر دل رچرڈ نے بالآخر صلح کی پیش قدمی کی۔ صلح کے اعلان سے دونوں طرف

Marfat.com

کی فوجیں خوش ہوگئیں۔ رچرڈ نے واپس جاتے ہوئے یافا پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ فرانس کی فوجیں واپس جا چکی تھیں۔ 1192ء میں ساڑھے تین سال کی جنگوں کے بعد رچرڈ نے صلح کر لی۔ صلیبی جنگوں کو یورپ میں مقدس جنگیں کہا جاتا ہے۔ ان جنگوں میں لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتر گئے تھے اور بہت زیادہ خرچ ہوا تھا۔ اس صلح سے مسلمان اور عیسائی دونوں خوش ہوئے کیونکہ دونوں تھک چکے تھے۔ تیسری صلیبی جنگ کے ختم ہونے کے بعد فلسطین پر سلطان صلاح الدین ایوبی کا قبضہ قائم ہوا۔ یافا، حیفا، عکہ اور قیساریہ کے علاقے رچرڈ اور عیسائیوں کے حصہ میں آئے۔

عیسائی افواج کا اخلاق شرمناک حد تک گرا ہوا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے ہم مذہب باشندوں کو بھی ہوس کا نشانہ بنایا۔ وہ ان کا مال و متاع بھی لوٹتے اور ان کی عزتیں بھی لوٹ لیتے تھے۔ الغرض ان کی وحشت، بربریت اور درندگی سے مسلم اور غیر مسلم کوئی بھی نہ بچ سکا۔ عیسائی فوجوں کے وحشیانہ سلوک اور ظلم وستم نے خود عیسائی قوم کو اپنی افواج کے خلاف کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب عیسائی فوج فلسطین سے روانہ ہو کر اپنے سربراہ والٹر کی قیادت بلغاریہ پہنچی تو وہاں پر مقیم عیسائیوں نے صلیبی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ صلیبی فوجیں ظالم اور سفاک تھیں۔ انہوں نے پہلی صلیبی جنگ میں بیت المقدس میں قتل عام کیا تھا بلکہ انہوں نے مسجد عمر رضی اللہ عنہ میں پناہ گزین دس ہزار مسلمانوں کو بھی قتل کر دیا تھا۔ ان تمام شہداء کے ہاتھ پیر اور سر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب فتح یاب ہو کر دوبارہ بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اس نے اپنی فوجیوں کو انتقامی کارروائی سے روک دیا اور عیسائیوں کو مہلت دی کہ چپ چاپ تھوڑا بہت فدیہ دے کر چالیس دنوں کے اندر یروشلم سے نکل جائیں۔ انہیں اپنے بیوی بچے اور مال و متاع ساتھ لے جانے کی کھلی اجازت تھی۔ سلطان نے پرامن طریقے سے عیسائیوں کو جانے دیا اور مسلمانوں نے عیسائیوں کے کسی ایک شخص کو بھی قتل نہیں کیا۔ عیسائیوں کی بربریت اور سفاکانہ سلوک سے مسلمانوں کے دلوں میں ان کے لئے نفرت پیدا ہوگئی اور دونوں قوموں کے درمیان فاصلے

Marfat.com

بڑھتے چلے گئے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کو بیت المقدس کی زیارت کرنے کی عام اجازت دی اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ زائرین کی پذیرائی کریں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبی فوجوں کے جانے کے بعد بیت المقدس کی مرمت کرائی۔ اس نے بیت المقدس کا منتظم امیر عزالدین کو مقرر کیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تو متعدد حملوں کے باوجود اسے مسلمانوں سے کوئی چھین نہ سکا۔ اس کا فتح کیا ہوا بیت المقدس سات صدیوں تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ بیت المقدس سے پوری طرح عیسائیوں کے اخراج کا سہرہ سلطان کے سر پر ہے۔ اس نے اپنی بہادری اور سپاہیانہ صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ بیت المقدس کے انتظامات کرنے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی دمشق چلا گیا۔ 1193ء میں وہ بیمار پڑ گیا اور 27 صفر 589 ہجری میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اسے دمشق میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس مجاہد اعظم کی وفات سے عالم اسلام میں کہرام مچ گیا۔ تاریخ کے اس عظیم فاتح نے اپنی وفات پر جو اثاثہ چھوڑا وہ اتنا بھی نہیں تھا کہ اس سے اس کی تجہیز و تکفین اچھی طرح سے ہو سکتی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ایک دیندار انسان تھا۔ وہ باقاعدگی سے نماز اور روزے رکھتا تھا۔ وہ خیرات اور صدقات دیتا رہتا تھا۔ وہ بہت سخی اور رحم دل تھا۔ وہ ہمیشہ جہاد میں مصروف رہتا تھا اور تلوار کا دھنی تھا۔ اس نے دنیاوی عیش و آرام چھوڑ کر ساری عمر جہاد میں گزار دی۔ اسے ساری زندگی حج پر جانے کا موقع نہ مل سکا۔ اس کے تین بیٹے تھے جن کے نام افضل، طاہر اور ظافر تھے۔ انہیں وہ میدان جنگ میں آگے رکھتا تھا۔ وہ بہت مہمان نواز بھی تھا۔ وہ علماء کی بہت قدر کرتا تھا۔ اس نے تمام ملک میں مسافر خانے ہسپتال اور مدرسے تعمیر کرائے۔ مصر، شام اور جزیرہ میں متعدد تعلیمی درسگاہیں تعمیر کرائیں۔ وہ ایک بہادر سپاہی اور دانشمند حکمران تھا۔ وہ مجسم اخلاق تھا۔ وہ مشکلات میں ثابت قدم رہتا اور کسی بات سے نہیں گھبراتا تھا۔ اس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ میدان جنگ میں جہاد کرتے ہوئے گزارا۔ وہ مجاہدین کی بہت عزت کرتا تھا۔ کئی بار اس پر باطنیوں نے قاتلانہ حملے کئے مگر ہر بار وہ بچ گیا۔ فاطمی خلفاء کا سارا خزانہ اس کے قبضہ میں تھا مگر اس نے اپنے لئے

Marfat.com

کچھ نہیں رکھا۔ میدان جنگ میں وہ مسلمانوں کو ہر حصے میں پہنچ کر جوش دلاتا تھا۔ سلطان صلاح الدین کی وفات کے وقت اس کے پاس صرف ایک دینار اور چالیس درہم تھے۔ اس کی تلوار ہمیشہ بے نیام رہی تھی۔ 1184ء میں جب اسے اسی کے رہائشی مکان میں دفن کیا جا رہا تھا تو اس کی تلوار کو بھی اس کے ساتھ دفن کیا گیا۔ یہ اولوالعزم مجاہد سخت ترین حالات میں بھی نہیں گھبراتا تھا۔

سفرنامہ ابن جبیر نے مصروشام نے طلبا اور صوفیہ کے لئے مدارس اور اقامت گاہوں کا اعزاز سلطان صلاح الدین ایوبی کو دیا ہے۔ اس کے علاوہ سلطان صلاح الدین کے تعمیر شدہ مسافر خانے حمام اور شفا خانے بھی موجود تھے۔ اس نے یتیم خانے، مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ ان سب کے مصارف سلطان خود برداشت کرتا تھا۔ اس نے سب سے بڑا وقف حرمین کے لئے قائم کیا تھا۔ اس کا تعمیر کیا ہوا سب سے بڑا شفا خانہ اور پاگل خانہ قاہرہ میں ہے۔(1)

سلطان صلاح الدین ایوبی ایک فیاض شخص تھا۔ چونکہ وہ مجاہد تھا اس کی تمام سخاوت بھی جہاد سے متعلق ہوتی تھی۔ اس کے دل و دماغ پر جہاد چھایا ہوا تھا۔ اس کی تمام گفت و شنید کا مرکز جہاد تھا۔ وہ ہمیشہ جنگ کی تیاری میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے جہاد کی خاطر اپنا گھر بار اور بیوی بچے چھوڑ دیئے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ ''میرے لئے بہتر اور معزز موت افضل ہے'' وہ اپنے لشکر کی قیادت کرتا تھا۔ وہ دشمن کے لشکر پر بھی کڑی نظر رکھتا تھا۔ وہ جنگی انتظامات کا معائنہ کرنے کے بعد کھانا کھاتا تھا۔ وہ جنگ کے سلسلے میں دوسرے افسروں کی رائے سنتا تھا۔ وہ خندہ پیشانی سے فریادیوں کی بات سنتا تھا۔ سائلوں اور محتاجوں کی مدد کیا کرتا۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کا شوقین تھا۔ وہ خوش الحان قاری سے قرأت سنتا تھا۔ احادیث سننے کا بھی اسے شوق تھا۔(2)

---

(1) ہیروز آف اسلام ص 278

(2) تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ 665 تا 679

Marfat.com

عماد الدین زنگی

عماد الدین زنگی دولت اتابکیہ کا بانی تھا۔ اس کے والد کا نام قسیم الدولہ تھا۔ ملک شاہ سلجوقی نے یہ لقب عطا کیا تھا۔ ملک شاہ نے اسے اہم عہدوں پر مقرر کیا تھا۔ اسے حلب حماۃ اور بنج کا گورنر بھی مقرر کیا گیا تھا۔ ملک شاہ کے انتقال کے بعد قسیم الدولہ نے اس کے بھائی تاج الدولہ تتش ارسلان کا ساتھ دیا۔ قسیم الدولہ نے موصل کے سربراہ ناصر الدولہ ابراہیم بن ہمدان کو شکست دیکر موصل فتح کیا۔ جب تاج الدولہ کا مقابلہ برکیارق سے ہوا تو امیر قسیم الدولہ نے تاج الدولہ کا ساتھ نہیں دیا۔ تاج الدولہ نے حلب پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس وقت امیر قسیم الدولہ کا بیٹا عماد الدین صرف دس برس کا تھا۔ قسیم اللہ کے وفادار دوستوں اور امراء نے عماد الدین کی تعلیم و تربیت کر کے اسے پروان چڑھایا۔ عماد الدین جوان ہوا تو اس کی بہادری کی شہرت پھیل گئی۔ اس نے امراء کے ساتھ لڑائیوں میں حصہ لیا اور اپنا لوہا منوایا۔ سلطان محمود نے عہدے پر فائز کیا۔

شام اور جزیرہ پر عیسائیوں کا اقتدار تھا۔ عیسائی مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ امیر قسیم الدولہ کے انتقال کے بعد موصل کا امیر قسنقر برمقی تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عز الدین اور پھر اس کا بھائی گورنر بنے۔ 1124ء میں امیر عماد الدین زنگی موصل کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس وقت ماردین سے مصر تک عیسائیوں کی حکومت تھی۔ مسلمانوں کے پاس حمص، حلب، حماۃ اور دمشق کے علاقے تھے۔ مسلمانوں کی ریاستوں کی آپس میں خانہ

Marfat.com

جنگیوں کی وجہ سے بہت انتشار تھا۔ عماد الدین نے ان تمام ریاستوں کی خانہ جنگیاں ختم کر کے انہیں متحد کیا۔ اس کے بعد شام کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی طرف توجہ دے کر انہیں یکجا کرنے کی کوشش کی۔ 1127ء میں عماد الدین زنگی نے اثارب پر حملہ کر کے عیسائیوں کو شکست دی۔ اثارب پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے حارم پر قبضہ کیا۔ اس دوران سلطان محمود فوت ہو گیا اور اس کے بھائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ 1133ء میں عماد الدین زنگی نے کردوں کے قلعوں کو تسخیر کیا۔ 1134ء میں اس نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ اثارب کی جنگ کے بعد عیسائیوں کا زور کم ہو چکا تھا۔ چند امراء نے سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ دیا اور راشد کے ساتھ مل گئے۔ ان میں عماد الدین زنگی بھی تھا۔ راشد نے اسے دو لاکھ دینار فوجی انتظامات کو درست کرنے کے لئے دیئے۔ سلطان مسعود نے بغداد پر حملہ کیا۔ راشد کو شکست ہوئی۔ عماد الدین زنگی کے علاوہ سب ساتھیوں نے راشد سے منہ پھیر لیا۔ راشد کو خلافت سے معزول کر دیا گیا تھا۔ عماد الدین زنگی راشد کو موصل لے گیا تھا۔ راشد کو اس کے خراسانی غلاموں نے قتل کر دیا۔ عماد الدین زنگی دس سال تک موصل کے حالات درست کرنے میں لگے۔ اس دوران سلجوقیوں کی خانہ جنگیوں پر بھی توجہ دیتا رہا۔ دس سال بعد 1134ء میں عماد الدین زنگی شام کی طرف متوجہ ہوا۔ دمشق کے حکمران انگریزوں سے مل گئے تھے۔ اس لئے جب عماد الدین نے حمص پر حملہ کیا تو کامیاب نہ ہو سکا۔ عماد الدین نے قلعہ بارین پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ بارین فرنگیوں کے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا۔ شام کے راہبوں کے کہنے پر قیصر اپنی فوج کے ساتھ پہنچا اور بزعہ و کفرتاب پر قبضہ کرنے کے بعد قتل عام کیا۔ اس مقام کے حاکم علی بن منقد نے عماد الدین سے مدد مانگی۔ عماد الدین نے واپس آ کر حکمت عملی سے قیصر اور فرنگیوں کے درمیان پھوٹ ڈال کر قیصر کو چوبیس دنوں کے اندر واپس چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ قیصر کے جانے کے بعد اس کی فوج کا بہت سا سامان عماد الدین کے ہاتھ لگا۔

1139ء میں عماد الدین زنگی نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ اس نے اپنا ر

Marfat.com

بدل کر بعلبک کے علاقے کے سربراہ معین الدین کو شکست دی۔ اس کے بعد دمشق پر قبضہ کیا۔ معین شکست کھا کر عیسائیوں سے مل گیا۔ عیسائیوں کی ریاست رہا بہت اہم تھی۔ اس کا حکمران کورنتی جوسلن بہت ظالم تھا۔ وہ مسلمانوں کا دشمن تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا جانشین بنا۔ عماد الدین زنگی "رہا" پر حملہ آور ہوا اور زبردست جنگ کے بعد فتح یاب ہوا۔ عماد الدین کی فوج نے عیسائیوں سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا انتقام لینا چاہا مگر عماد الدین نے اپنی فوج کو ایسا کرنے سے روک دیا بلکہ تمام جنگی عیسائی قیدیوں کو بھی چھوڑ دیا۔ "رہا" سے بہت سا مالِ غنیمت عماد الدین زنگی کے ہاتھ لگا تھا۔ اس نے وہ بھی واپس کر دیا۔ "رہا" کی ریاست پر قبضہ ہو چکا تھا۔ صلیبیوں کو اس ریاست کے مسلمانوں کے ہاتھ جانے کا بہت غصہ تھا۔ انہوں نے صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔

صلیبی جنگوں کا سلسلہ تو بہت پہلے سے شروع ہو گیا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کی آپس کی بے اتفاقی کی وجہ عیسائی حاوی تھے۔ مسلمان ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کے آگے جھکے ہوئے تھے۔ سلجوقیوں کے زوال کے بعد اتابکی خاندان برسرِاقتدار آیا تو اس نے متحد ہو کر عیسائیوں کی طاقت پر قابو پانے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے عماد الدین زندگی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے چنگل سے آزاد کرایا۔ اسی لئے اسے مقدس جہاد کا پہلا ہیرو کہا جاتا ہے۔ اس کے جاسوس اسے سیاسی حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ اس نے موصل کی ریاست کو طاقتور اور مضبوط بنایا۔ اس نے موصل کے بنجر علاقے کو آباد کیا۔ عمارات بنوائیں اور باغات لگوائے۔ اسے 1146ء میں اس کے رومی اور ترک غلاموں نے ساٹھ سال کی عمر میں قتل کر دیا۔ اس کی وفات کے بعد اتابکی حکومت کے ساتھ دمشق کی دشمنی ختم ہو گئی اور اسے فرنگیوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ عماد الدین کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین غازی تخت نشین ہوا۔ عماد الدین کے بیٹوں کے نام سیف الدین غازی، نور الدین محمود اور قطب الدین مودود تھے اگر عماد الدین زنگی نہ ہوتا تو سارے شام پر عیسائی حکومت کرتے۔ عماد الدین اور اس کے بیٹے نور الدین نے صلیبیوں کا زور توڑا۔ امیر زنگی کا محکمہ

Marfat.com

جاسوسی بہت فعالیت رکھتا تھا۔ وہ تمام مہمات کی بذات خود سرپرستی کرتا تھا اور ہر معاملہ سے باخبر رہتا تھا۔ وہ غیر مسلموں سے بھی اچھا سلوک کرتا تھا۔ وہ حکام کی نگرانی کرتا تھا۔ اس نے بیس سال تک حکومت کی تھی۔ امیر عماد الدین زنگی تمام مسلمان حکمرانوں سے اس عہد میں بہادر تھا۔ اس نے کئی عمارتیں تعمیر کرائیں اور باغات لگوائے۔ اس نے رہا فتح کیا تو فوجیوں کو قتل و غارت اور لوٹ مار سے روک دیا۔ جتنا مالِ غنیمت لوٹا گیا تھا سب واپس کر دیا اور لوگوں کو اپنے گھروں میں آباد کیا۔ وہ ایک بہادر اور مدبر حکمران تھا۔ وہ اپنے ملک کے اندرونی حالات کی خبر رکھتا تھا۔

Marfat.com

نورالدین محمود زنگی

امیر عمادالدین زنگی کے تین بیٹے تھے۔ ان کے نام سیف الدین غازی، نورالدین محمود اور قطب الدین مودود تھے۔ عمادالدین زنگی کے ساتھ اس کا بیٹا نورالدین محمود زنگی صلیبی جہاد میں ساتھ رہا تھا۔ وہ جعبر کے محاصرے میں اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ نورالدین کی زندگی صلیبی جنگوں میں گزری وہ ایک بہادر اور عبادت گزار شخص تھا۔ عمادالدین زنگی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سیف الدین غازی تخت نشین ہوا۔ عمادالدین کے دوسرے بیٹے نے حلب میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ گویا اس پورے ملک پر دونوں بھائیوں نے اپنی اپنی سلطنت بنالی۔ عمادالدین نے رہا پر فوج کشی کر کے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ رہا عیسائیوں کا اہم ترین مرکز تھا۔ اس کا فرمانروا کونٹ جوسلن تھا جو مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا جوسلن ثانی حکمران بنا جسے عمادالدین نے شکست فاش دی تھی۔ عمادالدین زنگی کی وفات کے بعد جوسلن نے قوت جمع کر کے رہا پر حملہ کر دیا۔ اس کے مقابلے کے لئے نورالدین محمود زنگی اپنی فوج کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچا۔ عیسائیوں کی امداد ارمنوں نے کی تھی۔ نورالدین نے بہت بہادری سے جنگ لڑ کر عیسائیوں کو شکست فاش دی اور رہا پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ سیف الدین غازی شام میں رہا کی آزادی کے بعد پہنچ کر اپنے بھائی نورالدین محمود سے صلح کر لی۔

1148ء میں لوئی ہفتم کی سربراہی میں لاکھوں کی تعداد میں فرانسیسی اور جرمن فوجیں شام پہنچیں۔ ان عظیم دشمن کا مقابلہ معین الدین انز نے کیا۔ اس کی مدد کے لئے سیف

Marfat.com

الدین غازی اور نور الدین محمود میدان جنگ میں پہنچے۔ معین الدین انز نے اپنی سیاست سے شام کے عیسائیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ دشمن کا ساتھ چھوڑ دیں چنانچہ 1149ء میں فرانسیسی اور جرمن فوج واپس جانے پر مجبور ہو گئی۔ سیف الدین غازی اور نور الدین محمود بھی اپنے اپنے علاقوں میں لوٹ گئے۔ دمشق سے لوٹتے ہوئے نور الدین محمود زنگی نے قلعہ پمریمہ فتح کرلیا۔ اسی سال سیف الدین غازی زنگی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد عماد الدین زنگی کے تیسرے بیٹے قطب الدین مودود زنگی کو تخت نشین کیا گیا۔ 1149ء ہی میں نور الدین زنگی نے انطاکیہ کے حکمران رمینڈ پوائٹرس کو انطاکیہ میں شکست دے کر قتل کر دیا۔

1151ء میں نور الدین محمود زنگی نے جوسلن پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ جوسلن کو قید خانے ہی میں موت آئی۔ جوسلن کو پکڑنے کے بعد ہی نور الدین محمود زنگی اس کے بہت سے علاقے پر قابض ہو چکا تھا۔ عیسائیوں کو جوسلن کے مرنے کا بہت غصہ تھا۔ شام کے عیسائیوں نے متحد ہو کر دیوک کے مقام پر نور الدین محمود زنگی پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔

معین الدین انز کی وفات کے بعد دمشق پر مجیر الدین آبق حکمران تھا۔ 1153ء میں عیسائیوں کے عسقلان پر قبضہ کے بعد مجیر الدین آبق نظر بند کر دیا گیا تھا۔ نور الدین زنگی عیسائیوں کی بھاری فوج کے موجود ہونے کی وجہ سے عسقلان پر حملہ نہ کر سکتا تھا۔ اس نے کوشش کر کے دمشق کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ نور الدین زنگی نے 1154ء میں حملہ کر کے دمشق پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا۔ نور الدین نے مجیر الدین آبق کو حمص بھیج دیا۔ حمص پہنچنے کے بعد اس نے دمشق کے لوگوں سے مل کر سازش کا منصوبہ بنانا چاہا مگر اس کا انکشاف ہو جانے پر وہ حمص سے بغداد منتقل ہو گیا۔ اس کا انتقال بغداد میں ہوا۔ دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد نور الدین زنگی ایک بڑی طاقت بن چکا تھا۔

1156ء میں نور الدین محمود زنگی نے انطاکیہ کے قلعہ حارم پر فوج کشی کر کے فرنگیوں کو شکست فاش دی۔ نور الدین زنگی واپس چلا گیا مگر اس دوران یورپ سے فرنگیوں کی

Marfat.com

فوجیں مدد کے لئے پہنچ گئیں اور حمص وحماۃ کے علاقوں میں حملے شروع کر دیئے۔ بانیاس کا حکمران بمفری مسلمانوں کیخلاف تھا۔ نورالدین نے بانیاس کو 1157ء میں فتح کیا۔ اس جنگ میں بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ نورالدین محمود زنگی نے 1156ء میں قلعہ حارم پر حملہ کر کے آدھا علاقہ فتح کرلیا تھا۔ 1162ء میں اس نے دوبارہ چڑھائی کی مگر خاطر خواہ فتح حاصل نہ ہوسکی۔ نور الدین نے 1164ء میں بہت سی تیاری کر کے عیسائیوں پر تیسری مرتبہ بھرپور حملہ کیا۔ عیسائیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تین مہینوں تک خون ریز جنگ جاری رہی۔ بالآخر نورالدین زنگی کو فتح حاصل ہوئی۔ اس نے حارم پر مکمل قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اس نے بانیاس بھی فتح کرلیا۔ نورالدین نے 1166ء میں منیطرہ کا قلعہ فتح کیا۔

مصر میں فاطمیہ خاندان کی حکومت زوال پذیر تھی۔ حکومت کے سارے اختیارات وزراء نے سنبھال لئے تھے۔ خلیفۂ وقت ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ وزراء اور امراء آپس میں الجھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ 1153ء میں مصر کا اہم مقام عسقلان ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ اب عسقلان پر عیسائیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ فائز باللہ فاطمی کے بعد اس کا وزیر طلائع بن رزیک نے مصر کی حکومت کے اختیارات سنبھال لئے تھے۔ اس کی اس حرکت دوسرے امراء موافق نہ تھے۔ انہوں نے طلائع المقلب بد الملک الح کو قتل کرا کے اس کے بیٹے ملک العادل کو تخت نشین کر دیا۔ اسی زمانے میں ایک امیر شاور سعدی نے کل پرزے نکال لئے تھے۔ اس نے قاہرہ پر حملہ کر کے ملک العادل کو قتل کر دیا۔ اس دوران ایک امیر ضرغام منظر پر ابھرا۔ اس نے تمام فاطمی امراء کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شاور مصر سے فرار ہو کر اپنی فریاد لے کر نورالدین محمود زنگی کے پاس پہنچا تا کہ اس کی مدد حاصل کر سکے۔ نورالدین خود بھی مصر پر قبضہ کر کے عیسائیوں کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس مہم کے لئے اپنے نامور سپہ سالار اعظم اسد الدین شیر کوہ کا انتخاب کیا۔ نورالدین کو اس کی بہادری، عقلمندی اور وفاداری پر ناز تھا۔ ضرغام میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ شاور دوبارہ برسر اقتدار آ گیا اور اسد الدین سے آنکھیں پھیر لیں۔ اسد الدین شیر کوہ نے

Marfat.com

صورتحال دیکھ کر بلبیس اور مصر کے مشرقی حصہ پر قبضہ کرلیا۔ شاور بیت المقدس کے صلیبی حکمران کی مدد سے بلبیس پہنچا اور محاصرہ کرلیا۔ اسد الدین کے پاس زیادہ وسائل نہیں تھے وہ بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ تین مہینوں تک کرتا رہا۔ نورالدین محمود زنگی حارم کی مہم سے فارغ ہوکر بانیاس پر حملہ آور ہوا۔ اسے اس جنگ میں بھی فتح حاصل ہوئی۔ صلیبی فوج شام چلی گئی۔ اسد الدین بھی لوٹ کر شام چلا گیا۔ دوسال بعد اسد الدین تیاری کر کے 1167ء میں نورالدین زنگی کی اجازت لے کر دوبارہ ایک ہزار لشکر لے کر حملہ آور ہوا۔ اس کے مقابلے میں مصری اور صلیبی فوجیں آئیں۔ مسلمان بہت جوش وخروش سے لڑے۔ مسلمان فتح یاب ہوئے اور سکندریہ تک پہنچ گئے۔ اسد الدین نے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو اس علاقے کا حاکم مقرر کیا۔ مصریوں نے صلح کرلی۔ صلیبی فوجیں مصر سے چلی گئیں۔ 1167ء میں اسد الدین واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد صلیبی مصر واپس آ گئے۔ انہوں نے بلبیس کو فتح کر کے قاہرہ پر حملہ کر دیا۔ شاور نے شہر میں آگ لگا دی۔ اس حملے کی اطلاع نورالدین زنگی کو پہنچی تو اس نے 1168ء میں اپنی فوج اسد الدین شیرکوہ کی قیادت میں روانہ کی۔ عیسائی فوج مقابلہ کی تاب نہ رکھتی تھی۔ اس لئے وہ واپس چلی گئی۔ شاور کی نیت میں فتور آ گیا۔ اس کی بے ایمانی دیکھ کر صلاح الدین یوسف نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح فاطمی حکومت نورالدین زنگی کے ماتحت ہوگئی۔ اسد الدین شیرکوہ کو وزارت کا منصب عطا کیا گیا۔ دو ماہ بعد اسد الدین 1168ء میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد صلاح الدین کو الملک الناصر کا لقب دے کر وزیر بنایا گیا۔ وہ حکومت کا کرتا دھرتا تھا۔ خلیفہ عاضد برائے نام رہ گیا تھا۔ مصر میں صلاح الدین کے اقتدار اور نورالدین زنگی کے اثر سے عیسائیوں کو خطرہ محسوس ہوا چنانچہ 1169ء میں شام کے صلیبیوں کی مدد سے دمیاط کا محاصرہ کیا گیا۔ صلاح الدین نے مقابلہ کیا۔ نورالدین لگاتار امداد بھیج رہا تھا بالآخر پانچ ماہ بعد محاصرہ اٹھا کر صلیبی واپس چلے گئے۔

1170ء میں نورالدین زنگی کا بھائی قطب الدین زنگی چل بسا۔ وہ موصل کا حکمران تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے جن کے نام عماد الدین اور فخر الدین تھے۔ نورالدین زنگی اپنے

Marfat.com

بھتیجے عمادالدین کو زیادہ پسند کرتا تھا۔فخر الدین نے اپنی سوتیلی ماں سے سازش کر کے اپنے سوتیلے بھائی سیف الدین غازی کو تخت نشین کر دیا۔نورالدین فخر الدین کے ظالمانہ کردار کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا تھا۔فخر الدین نے حکومت کی باگ دوڑ خود سنبھال لی تھی۔اس کے مظالم سے رعایا کے ناک میں دم آ گئی تھی۔نورالدین محمود زنگی اس کے ظلم و ستم کا سن کر موصل پر حملہ آور ہوا۔نورالدین زنگی فتح یاب ہوا۔اس نے سیف الدین غازی کو دوبارہ گورنر مقرر کر دیا اور اپنے ساتھ فخر الدین کو شام لے گیا۔

فاطمی حکومت پونے تین صدیوں کے بعد مصر میں ختم ہو چکی تھی۔اب وہاں ایوبی حکومت قائم ہو چکی تھی۔وہاں کا بیش قیمت خزانہ اور زروجواہرات صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ لگے۔اس نے اس میں سے چند قیمتی چیزیں اور زروجواہرات سلطان نورالدین محمود زنگی کو بھیج دیں۔خلیفہ مستضی بامراللہ نے نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کو خلعتیں اور القاب عطا کئے۔

1172ء میں مصر کی سرحد کے اندر کرک کے قلعے پر نورالدین زنگی نے حملہ کیا۔اس نے صلاح الدین کو کمک بھیجنے کے لئے کہا تھا مگر اس نے حکم عدولی کی۔صلاح الدین کے والد نجم الدین نے ان کے درمیان اختلاف رفع دفع کیا۔اس کے ایک سال بعد سلطان نورالدین محمود زنگی خناق کی موذی بیماری میں مبتلا ہو کر چل بسا۔اس وقت اس کی عمر اٹھاون سال تھی۔اس کی حکومت کی مدت اٹھائیس برس تھی۔

نورالدین زنگی دین دار اور عادل تھا۔اس کے زمانے میں بہت سے امراء دمشق میں آ کر رہنے لگے تھے۔نورالدین نے ان لوگوں کے مقدمات کے لئے ''دارالعدل'' کے نام سے عدالت بنائی۔وہ خود مقدمات کے دوران عدالت میں بیٹھا کرتا تھا۔اس کے عدل و انصاف کا بڑا چرچا تھا۔ملک میں امن و امان تھا۔اس نے شراب کی خرید و فروخت پر پابندی لگا دی تھی۔اس کے حسن اخلاق سے غیر مسلم اور مسلم دونوں متاثر تھے۔اس کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں گزرا تھا۔وہ خود بھی شریعت کا پابند تھا اور احکام کو بھی پابند رکھنا پسند کرتا تھا۔وہ ایک متقی انسان تھا۔اس نے دمشق میں دارالحدیث قائم کیا۔اس نے درسگاہیں اور یتیم خانے تعمیر کرائے۔وہ عشاء کی نماز کے بعد سو جاتا تھا۔وہ آدھی رات سے صبح تک عبادت کرتا

Marfat.com

تھا۔ وہ علماء کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس کی مدح صلیبی بھی کرتے تھے۔ عیش وعشرت کی زندگی کو ناپسند کرتا تھا۔ وہ سادہ پوشاک پسند کرتا تھا۔ اس کی محفل پروقار اور سنجیدہ ہوتی تھی۔ اس کا زیادہ تر وقت جہاد کی تیاری میں گزرتا تھا۔ دشمنوں کے حملوں سے بچنے کے لئے بڑے بڑے قلعے تعمیر کرائے۔ وہ بیت المال کی خودنگرانی کرتا تھا۔ کسی پر زیادتی نہ ہونے دیتا تھا۔

نورالدین زنگی کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے اسماعیل کو تخت نشین کیا گیا۔ اسماعیل گیارہ سال کا بچہ تھا اس کا لقب الملک الصالح تھا۔ اسماعیل کا مختار کل شمس الدین محمد المعروف بہ ابن مقدم قرار پایا۔ نورالدین زنگی کے فوت ہونے کے بعد ساری سلطنت بکھر گئی۔ نورالدین زنگی کے مرنے کے بعد سیف الدین غاری والی موصل نے جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ امراء میں اقتدار کی کشمکش چل رہی تھی۔ دمشق کے تمام امراء نے صلاح الدین ایوبی کو آنے کی دعوت دی۔ عماد الدین زنگی اور نورالدین زنگی نے شام میں صلیبیوں کا زور ختم کیا تھا۔ نورالدین زنگی کے مرنے کے بعد اتابکی خاندان کا موصل اور دمشق کی حکومتیں قائم کرنے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ نورالدین زنگی کا بیٹا کم سن تھا۔ ادھر صلیبیوں کا زور بڑھتا جارہا تھا۔ اب مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز صلاح الدین ایوبی بن چکا تھا۔ نورالدین کے ہاتھوں سلجوقی حکومت ختم ہوئی۔ اس کے عدل وانصاف کی مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ وہ مظلوموں کی فریاد سنتا تھا اور خود ہی تحقیق وتفتیش کرکے مداوا کرتا تھا۔ وہ بیت المال سے اپنے اخراجات کے لئے اس قدر وظیفہ لیتا تھا جس سے بمشکل اس کا گزارہ ہوسکتا تھا۔ وہ بیت المال میں ناجائز مال داخل نہ ہونے دیتا تھا وہ شریعت کا پابند تھا اور خلاف شرع بات سننے کا متحمل نہیں تھا۔

Marfat.com

طغرل بک

ابوجعفر بن عبداللہ بن قادر المقلب بہ قائم بامراللہ کے عہد حکومت میں سلجوقیوں کا خاندان منظر عام پر ابھرا۔ ترکستان کے ایک نامور سردار کا نام وقاق تھا۔ اس کے بیٹے کا نام سلجوق تھا۔ ان کا آبائی وطن چین اور ترکستان کے درمیان تھا۔ ترکوں کا فرمانروا بیغو اس کی قابلیت دیکھ کر اسے سپہ سالار بنا چکا تھا۔ وقاق نے سب ترکوں کو متاثر کر رکھا تھا۔ ملکہ کو سلجوق سے خطرہ محسوس ہوا تو سلجوق نے بھی یہ بات بھانپ لی اور اپنے ترکمان قبائل کے ساتھ ماوراء النہر جا کر آباد ہو گیا۔ اسی دوران اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کا انتقال ایک سو سات برس کی عمر میں ہوا۔ سلجوق کے چار بیٹے تھے، جن کے نام ارسلان، میکائیل، یونس اور موسیٰ تھے۔ ان میں سے میکائیل کے اولاد میں سے ایران اور عراق کے حکمران پیدا ہوئے۔ ارسلان کی اولاد میں سے ایشیائے کوچک کے حکمران نکلے۔ یونس اور موسیٰ کی اولاد نے زیادہ ترقی نہیں کی۔ میکائیل نے غیر مسلموں کے مقابلے میں شہادت پائی۔

میکائیل کے تین بیٹے تھے، جن کے نام طغرل بک جعفری داؤد اور بیغو تھے۔ میکائیل کے انتقال کے بعد یہ تینوں بھائی نور بخارا سے بغرا خان کے علاقے میں چلے گئے۔ بغرا خان نے طغرل بک کو گرفتار کر لیا۔ سلجوقیوں نے حملہ کر کے طغرل کو آزاد کرا لیا اور واپس بخارا کے قریب چند کے مقام پر چلے گئے۔ امیر بخارا نے طغرل کے چچا زاد بھائی یوسف بن موسیٰ کو بخارا کے ترکوں کا سردار بنا دیا۔ یوسف اس کی چال میں نہ آیا تو امیر بخارا علی تگین نے یوسف کو قتل کر دیا۔ سلجوقیوں نے علی تگین کی فوج پر حملہ کر کے ایک ہزار سپاہی ہلاک کر دیئے۔ مگر علی تگین نے بھی مقابلہ کر کے سلجوقیوں کو چند بخارا سے نکال دیا۔

Marfat.com

1035ء میں خوارزم کے فرمانروا ہارون بن قونتاش کی دعوت پر سلجوقی وہاں منتقل ہو گئے۔ ہارون نے بھی لوٹ مار کی تو سلجوقی وہاں سے مرو چلے گئے۔ وہاں کے فرمانروا مسعود غزنوی نے ان پر حملہ کر دیا۔ سلجوقیوں نے منہ توڑ جواب دیا۔ سلجوقیوں نے خراسان پر حملے کر کے فتوحات حاصل کیں۔ مسعود نے سباشی حاجب کو سپہ سالار بنا کر تیس ہزار فوج بھیجی۔ 1037ء میں داؤد نے اسے شکست دے کر خراسان پر قبضہ کر لیا۔ مسعود غزنوی اپنی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا مگر سلجوقی بہادروں نے اسے شکست دیکر خراسان پر مستقل قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بیغو نے ہرات، داؤد نے بلخ اور طغرل بک نے جرجان، طبرستان اور خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ طغرل بک نے اہل قزوین بادشاہ ویلم، سالار طرم، علاء الدولہ ویلمی کے بیٹے فرامرز والیٔ اصفہان اور والیٔ ہمدان کو مطیع کر کے اپنے گورنر مقرر کئے۔ 1045ء (1) میں طغرل کے حاکم کو ہمدان سے نکالا گیا۔ ابو کالیجار ویلمی خوزستان سے پہنچا اور طغرل سے صلح کر لی اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیا۔ اس نے اپنی بھتیجی کا نکاح اس کے بیٹے ابو فلاستون سے کیا تا کہ تعلقات مستحکم ہو جائیں۔ ابو کالیجار کا انتقال 1049ء میں ہوا۔ اس کے بیٹے ابونصر نے قائم سے عراق کی حکومت حاصل کر لی اور الملک الرحیم لقب اختیار کیا۔ 1052ء میں طغرل بک نے حملہ کر کے اصفہان اور رے پر قبضہ کیا۔

1052ء میں قائم نے طغرل بک کو رکن الدولہ کا خطاب دیا۔ سلجوقی حکومت کے قیام و توسیع میں طغرل بک کے ساتھ اس کے بھائی بھی شریک تھے۔ طغرل بک نے اپنے بڑے بھائی داؤد کے ذریعے مفتوحہ علاقے اپنے بھائی بھتیجوں میں بانٹ دیئے۔ داؤد کے حصے میں خراسان بیغو کے حصے میں ہرات، بست اور سیستان، داؤد کے بیٹے قاروت کے حصے میں کرمان و طبس، طغرل کے حصے میں عراق عجم، ابراہیم نیال کے حصے میں ہمدان، اریا قوتی بن جفری کے حصہ میں ابہر، زنگان اور آذربائیجان کا نواحی علاقہ اور ارسلان کے بیٹے قتلمش کے حصہ میں گرگان اور دامغان آئے۔ 1055ء میں طغرل کی اطاعت تبریز کے حاکم اور موصل کے حاکم قریش بن بدران نے کر لی۔ 1050ء سے 1055ء تک بغداد میں سنی شیعہ فساد رہا۔ 1055ء میں بغداد کی فوج نے بغاوت کر دی۔ لوٹ مار کا بازار

Marfat.com

گرم ہو گیا اور بدامنی پھیل گئی۔ قائم کو مجبوراً بغداد چھوڑنا پڑا۔ ایک ترک غلام ارسلان المعروف بہ بساسیری حکومت کا مختار کل بنا ہوا تھا۔ وہ طغرل کا مخالف تھا۔ قائم اور طغرل بک دونوں بغداد میں دیالمہ کے اقتدار کو پسند نہیں کرتے تھے۔ 1057ء میں طغرل بک بغداد کے لئے روانہ ہو گیا۔ ملک الرحیم کنارہ کش ہو گیا۔ قائم کی رضامندی سے طغرل بک بغداد میں داخل ہوا۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر کچھ بغداد کے لوگوں نے سلجوقیوں پر حملہ کر کے ان کے چند لوگوں کو مار ڈالا۔ سلجوقیوں نے بھی انتقامی کارروائی کی۔ طغرل بک سے صلح صفائی کرنے کے لئے قائم نے ملک الرحیم کو چند ساتھیوں کے ساتھ اس کے پاس بھیجا۔ طغرل کی فوج نے انہیں گرفتار کر کے شیروان بھیج دیا۔ طغرل بک نے خلافت عباسیہ سے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لئے اپنی بھتیجی خدیجہ بنت داؤد کی شادی 1058ء میں قائم کے ساتھ کر دی۔ طغرل بک تیرہ مہینے بغداد میں رہا پھر اس نے اپنی فوج کو بغداد سے روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ طغرل کے مخالفین بساسیری اور حلہ کے والی نورالدولہ بیس بن مزید نے مل کر موصل پر فوج کشی کر کے قریش بن بدران کو شکست دی۔ بغداد سے موصل آتے ہوئے طغرل نے اعراب موصل کو شکست دی۔ قریش اور نورالدولہ نے طغرل کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ طغرل نے ان کے مفتوحہ علاقے انہیں واپس کر دیئے۔ اس کے بعد طغرل نے دیار بکر اور جزیرہ ابن عمر پر حملہ کیا مگر وہاں کے حاکم ابن مروان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ طغرل نے سنجاور پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

1059ء میں طغرل بک بغداد پہنچا تو قائم کی جانب سے اس کا شایان شان استقبال کیا۔ قائم نے طغرل کو ممالک محروسہ کا حاکم مقرر کیا اور اسے ملک المشرق والمغرب کے لقب سے نوازا۔

طغرل نے اپنے بھائی ابراہیم نیال کو موصل کا نگران مقرر کیا تھا۔ وہ موصل ترک کر کے ہمدان چلا گیا۔ قریش بن بدران اور بساسیری نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طغرل کی غیر حاضری میں موصل کی حکومت سنبھالنا چاہی مگر موصل واپس پہنچ گیا۔ ان دونوں نے موصل چھوڑ دیا۔ طغرل نے ابراہیم پر حملہ کر کے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اس

Marfat.com

دفعہ طغرل نے ابراہیم کو معاف نہیں کیا بلکہ اسے قتل کرا دیا۔

1060ء میں بساسیری نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ قائم مجبور ہو کر محل سے نکلا اس نے قریش سے پناہ لینے کی کوشش کی لیکن بساسیری نے قائم کو اپنے چچا زاد بھائی مہاش کی پناہ میں دے دیا۔ طغرل مہمات سے فارغ ہو کر بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔ طغرل نے ایک وفد قریش بن بدران کے پاس بھیجا تا کہ قائم کو واپس لایا جا سکے۔ قریش کی نیت خراب تھی جسے مہارش بھانپ گیا اور قائم کو لے کر بغداد روانہ ہو گیا۔ نہروان کے مقام پر طغرل اور قائم کی ملاقات ہو گئی۔ اس نے قائم کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ 1061ء میں طغرل بہت اہتمام کے ساتھ قائم کو شاہی محل میں لے گیا۔ اس وقت بساسیری عراق میں تھا۔ طغرل نے فوج کشی کر کے اسے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد مطمئن ہو کر طغرل واسط چلا گیا۔

1061ء میں طغرل نے قائم کی بیٹی سے نکاح کی خواہش کی مگر یہ پہلا موقع تھا کہ کسی ترک نے شاہی خاندان سے رشتہ طلب کرنے کی جرأت کی ہو لیکن ایک سال بعد طغرل کا شہزادی سے نکاح کر دیا گیا۔ ان کی نکاح کی شرط تھی کہ طغرل خلوت میں دلہن سے نہیں ملے گا۔ ایک سال بعد طغرل دلہن سے ملنے آیا اور دعوت عام دی۔ چھ مہینے بعد طغرل کا ستر سال کی عمر میں رے کے مقام پر انتقال ہو گیا۔ اس کی حکومت چھبیس سال رہی۔ طغرل بک کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اپنے تمام مفتوحہ علاقے بھائیوں اور بھتیجوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔

1064ء طغرل بک کی وفات کے بعد اس کا جانشین سلیمان بن داؤد تخت نشین ہوا۔ طغرل بک ایک سچا، متقی اور بہادر انسان تھا۔ قتلمش نے سلیمان بن داؤد کی حکومت کو نہ مانا۔ اس کے علاوہ بعض امراء نے بھی مخالفت کی تو طغرل کے امراء نے اس کی بجائے الپ ارسلان کو جانشین مقرر کر دیا۔ سلطنت عباسیہ میں خود مختار حکومتوں کی وجہ سے وسط ایشیا کی بہادر ترک قوم سلاجقہ نے اس سیاسی انتشار کا فائدہ اٹھایا تھا۔ آل سلجوق سنی تھے۔ وہ خلفائے عباسیہ کی جہت عزت کرتے تھے۔ طغرل بک نے رے کو دارالخلافہ بنایا۔

---

(1) تاریخ اسلام حصہ سوم چہارم ص 452

Marfat.com

الپ ارسلان

سلجوق بن وقاق کے چار بیٹے میکائیل، ارسلان، یونس اور موسیٰ تھے۔ ان میں سے میکائیل اور ارسلان کی اولاد سے مشہور حکمران بنے۔ سلجوق کے انتقال کے وقت ارسلان اپنے قبیلہ کے ساتھ بخارا کے قریب رہنے لگا۔ اس کی سرحد غزنوی حکومت کے ساتھ ملتی تھی۔ سلطان محمود کو سلجوقیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرہ تھا۔ اس نے ارسلان کو مدعو کر کے اس سے دوستی کرنے کے بہانے اس سے سلجوقیوں کی قوت کا حال اگلوا کر اسے گرفتار کر کے ہندوستان کے قلعہ کالنجر میں سات سال تک قید رکھا۔ جہاں وہ فوت ہو گیا۔

ارسلان کے بعد محمود نے سلجوقیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں بلکہ انہیں خراستان میں رہنے کی اجازت دی۔ آہستہ آہستہ میکائیل کے بیٹے طغرل نے اقتدار حاصل کر لیا۔ طغرل کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس نے مرتے وقت اپنے بھائی داؤد کے بیٹے سلیمان کو ولی عہد مقرر کیا۔

بعض امراء اور قتلمش وائی کونیہ کو یہ گوارا نہیں تھا چنانچہ جب سلیمان بن داؤد کو 1064ء میں تخت نشین کیا گیا تو اس کی مخالفت میں ہنگامہ اٹھا۔ قتلمش بن ارسلان نے بھی سلیمان کے خلاف محاذ آرائی کی۔ امراء نے اس کی بجائے الپ ارسلان کو ترجیح دیتے ہوئے اسے تخت نشین کر دیا اگرچہ قتلمش کو یہ بھی منظور نہیں تھا، مگر مقابلہ میں مارا گیا۔

الپ ارسلان کے کاتب کا نام نظام الملک طوسی تھا۔ الپ ارسلان نے اپنے سابق وزیر عمید الملک کو برطرف کر کے قتل کرا دیا۔ نظام الملک کا پورا نام ابو علی حسن بن علی تھا۔ اس کا لقب اتابک نظام الملک تھا۔ اس کا باپ طوس کا رہنے والا تھا اور اس کا نام علی تھا۔

Marfat.com

1013ء میں نظام الملک کی ولادت ہوئی۔ وہ بچپن سے ہی بہت ذہین اور ہوشیار تھا۔ تعلیم و تربیت سے اس کے اندر کے جوہر نمایاں ہو گئے۔ الپ ارسلان اس کا بہت قدردان تھا۔ الپ ارسلان نے اسے بہت سے اختیارات سونپ دیئے تھے۔ 1065ء میں خلیفہ قائم بامراللہ نے الپ ارسلان کو ضیاء الدین عضدولہ کا خطاب دیا۔

الپ ارسلان بہت بہادر اور جنگجو انسان تھا۔ اس کی بہادری کی وجہ سے اس نے ایران کی سلجوقی حکومت کا بول بالا کیا۔ طغرل بک کی حکومت کی حد ارمنستان تک تھی۔ الپ ارسلان نے بھی اپنی سلطنت کی توسیع کی۔ الپ ارسلان نے اران اور گرجستان پر حملے کئے۔ اسی سال الپ ارسلان کے بیٹے ملک شاہ اور وزیر نظام لملک نے عیسائیوں کا متبرک مقام مریم نشین فتح کر لیا۔ اس کے بعد الپ ارسلان نے سپید شہر اور اعال لال پر حملے کر کے فتح حاصل کی۔ الپ ارسلان فتوحات حاصل کرتے ہوئے بڑھتا گیا اور عیسائیوں کے ایک اور بڑے شہر آنی پر حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی الپ ارسلان فتح یاب ہوا۔

1071ء میں قیصر ارمانوس دیوجانس تین لاکھ فوج کی قیادت کرتے ہوئے سلجوقیوں کی حملوں کو روکنے کے لئے میدان میں نکلا۔ الپ ارسلان اس حملے کے لئے تیار نہ تھا جس وقت اسے اس عظیم فوج کی خبر ہوئی وہ کافی بڑھ چکے تھے۔ اس کے ساتھ صرف پندرہ ہزار سپاہی تھے۔ خلاط کے قریب الپ ارسلان نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ یہ میدان بھی الپ ارسلان کے ہاتھ رہا۔

اس دوران رومیوں نے خلاط شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں۔ انہوں نے تمام شہر کے لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ الپ ارسلان اپنی فوج کے ساتھ پہنچا۔ الپ ارسلان کے ساتھ امام ابونصر محمد بن عبدالملک حنفی تھے جو اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مسلمانوں نے بہادری سے لڑتے ہوئے لاکھوں رومیوں کو شکست دی۔ قیصر ارمانوس گرفتار کیا گیا۔ قیصر ارمانوس سے فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیا گیا۔ قیصر ارمانوس اس کے شریفانہ روّیہ سے بہت متاثر ہوا۔ قسطنطنیہ میں ارمانوس کی غیر حاضری میں میخائیل نے

Marfat.com

اقتدار سنبھال لیا تھا۔ خود راہب بن گیا۔ اس نے اپنی جائیداد اور جمع پونجی بیچ کر فدیہ کی رقم الپ ارسلان کو بھجوا دی۔

مصر میں فاطمیوں کی حکومت کو زوال آ رہا تھا۔ الپ ارسلان کی فوجی قوت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ احمد بخاری کے فرزند ابوجعفر محمد کے ذریعے ناصر الدولہ حمدانی نے الپ ارسلان کو مصر پر فوج کشی کرنے کی دعوت دی۔ الپ ارسلان کی اطاعت حلب کے والی محمود بن صالح نے قبول کر لی۔ وہ شام کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا مگر رومیوں کے خراسان پر حملہ کرنے کی وجہ سے اسے خراسان جانا پڑا۔ شام کی مہم ترکوں کے پاس تھی۔ اتسز ترکی نے فلسطین فتح کر لیا۔

1071ء میں الپ ارسلان نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو ولی عہد بنایا۔ خلیفہ قائم بامراللہ نے اپنے بیٹے مقتدی بامراللہ کے لئے الپ ارسلان کی بیٹی سفری خاتون کا رشتہ طلب کیا۔ مقتدی بامراللہ ولی عہد بھی تھا۔ اس کا سفری خاتون سے نکاح کر دیا گیا۔

1072ء میں الپ ارسلان نے ماوراء النہر پر حملہ کیا۔ ایک خوارزمی قیدی نے الپ ارسلان پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ زخمی الپ ارسلان کاری زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گیا۔ اس وقت اس کی عمر چالیس سال تھی۔ اس نے نو سال چھ ماہ حکومت کی تھی۔ اس کو مرو میں دفن کیا گیا۔

الپ ارسلان مرد میدان تھا طغرل سے زیادہ اس کی سلطنت ترکستان سے شام تک پھیل گئی تھی۔ اس کی حکومت کی حد بہت وسیع ہونے کی وجہ سے اسے سلطان العالم بھی کہتے تھے۔ الپ ارسلان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کی حمایت خلیفہ قائم بامراللہ نے بھی کی۔ ملک شاہ کا وزیر بھی نظام الملک بنا۔ نظام الملک مختار کل تھا۔ اسے اس کی وفاداری اور ایمانداری کی وجہ سے اتابک اور عماد الدولہ کے لقب سے نوازا گیا۔

الپ ارسلان نے اپنے بیٹے ایاز ارسلان کو پانچ لاکھ نقد وصیت کئے۔ اس نے فارس اور کرمان کی حکومت اپنے بھائی قاروت بک کو دی۔ قاروت بک نے الپ ارسلان کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ پر حملہ کیا اور مقابلے میں مارا گیا۔

Marfat.com

الپ ارسلان نے بغداد میں ایک عظیم مدرسہ بنایا۔ وہ سخی، منصف اور متقی تھا۔ الپ ارسلان کی کامیابی اس کے وزیر نظام الملک کی مرہون منت تھی۔ نظام الملک ایک عالم بھی تھا۔ اس نے مشہور کتاب سیاست نامہ لکھی۔ بغداد کا مدرسۂ نظامیہ اسی نے قائم کیا تھا جو چار سو سال تک علم وادب کی اشاعت کرتا رہا۔ وہ الپ ارسلان کے بعد اس کے فرزند ملک شاہ کا بھی وزیر رہا۔ سلاجقہ کے افسروں کو والی اتابک کہا جاتا تھا۔ بحرہ خزر کے کنارے ویلم کے علاقہ میں ایک امیر نے سلطنت ویالہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس امیر کا نام بویہ تھا۔ بنی بویہ شیعہ تھے۔ بغداد کے سنیوں اور شیعہ حضرات کی کئی شورشیں ہوئیں۔ بغداد پر ویلمی حکومت کا اقتدار ایک سو تیرہ سال رہا تھا جسے سلجوقیوں نے آ کر ختم کیا۔ الپ ارسلان کے عہد حکومت میں اس کے ترکی سپہ سالار اتسز نے فلسطین پر قبضہ لینے کے بعد دمشق پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی تھی۔ 1075ء میں دمشق میں قحط پڑنے سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ اس موقع پر اتسز نے حملہ کر دیا۔ اس کے بعد دمشق فاطمیوں سے نکل کر سلجوقیوں کی تحویل میں چلا گیا۔ وزیر نظام الملک کی قابلیت سے ملک ترقی کرنے لگا تھا۔ اس نے ہر شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اس نے دین اور دنیا کی بہت خدمت کی۔ حسن بن صباح نے ایک باطنی نوجوان کے ذریعے نظام الملک کو قتل کرا دیا۔ اس نے تیس سال تک منصب وزارت سنبھالا تھا۔ اس وقت اس کی عمر ستر سال تھی۔

Marfat.com

جلال الدین خوارزم شاہ

صوبہ خوارزم میں قائم ہونے والی خوارزمی حکومت کی بنیاد رکھنے والا اتسز بن محمد تھا۔ اس کا لقب خوارزم شاہ تھا۔ اس کا آغاز خلیفہ مستظہر باللہ سے ہو چکا تھا مگر باقاعدہ حکومت خلیفہ مقتضی لامراللہ کے عہد میں ہوا۔ اتسز بن محمد کے دادا کا نام انوشتگین امیر بلکا تگین کا غلام تھا۔ خلیفہ ملک شاہ نے بلکا تگین کے انتقال کے بعد انوشتگین کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اسے خوارزم کا شحنہ مقرر کر دیا تھا۔ اس کے بعد سلطان برکیارق نے 1098ء میں اس کے بیٹے محمد کو اسی منصب پر فائز کر کے خوارزم شاہ کا لقب عطا کیا۔ محمد بن انوشتگین اپنے عہدہ پر تیس سال رہا۔ اس دوران خراسان پر سلطان سنجر کی حکمرانی قائم ہو چکی تھی۔ محمد نے اپنی اہلیت اور کارگزاری سے سلطان سنجر کی نظر میں اپنا مقام بنا لیا تھا۔ اس لئے محمد کے انتقال کے بعد سلطان سنجر نے اس کے بیٹے اتسز کو خوارزم کی حکومت عطا کی۔ اتسز بھی اپنی وفاداری اور قابلیت کی وجہ سے سلطان سنجر کی آنکھوں کا تارا تھا۔ حاسدوں نے ان دونوں کے تعلقات خراب کر دیئے۔ 1138ء میں اتسز نے بغاوت کر دی مگر سلطان سنجر نے اسے نکال دیا۔ 1140ء میں اتسز نے دوبارہ خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ اس مقابلے میں اتسز کا ایک بیٹا کام آیا۔ اتسز نے ترکستان کے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ماوراءالنہر کے علاقہ پر سلطان پر ٹوٹ پڑا اور اسے شکست فاش دے کر ماوراءالنہر کو فتح کر لیا۔ اتسز نے اس کے بعد خراسان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے خوارم میں اپنی خودمختار حکومت کا اعلان کر دیا۔

Marfat.com

اتسز نے اپنی حکومت کو مستحکم کیا اور تیس سال بعد فوت ہو گیا۔ 1156ء اتسز کا بیٹا ایل ارسلان تخت نشین ہوں۔ 1143ء میں سلطان نے خوارزم پر حملہ کیا تھا مگر ناکام رہا۔ اس نے 1147ء میں دوبارہ حملہ کیا مگر اتسز نے مصالحت کر لی تھی۔ میں اتسز کو موقع ملا کہ وہ اپنی حکومت مضبوط کر سکے۔ 1155ء میں اس کا انتقال ہوا۔

1- اتسز بن محمد

2- ایل ارسلان بن اتسز

3- محمود بن ایل ارسلان

4- علاؤ الدین تکش ایل ارسلان

5- علاؤ الدین

6- جلال الدین

ان کی حکومت ساتویں ہجری تک اقتدار میں رہی۔ خوارزم شاہ کی حکومت مازندران تک پہنچ گیا تھا۔ 1194ء سلجوقی حکومت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد خوارزم شاہ اس کا وارث بنا۔ علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ کی حکومت خراسان سے لے کر سندھ اور کابل تک پھیل گئی۔ سارے وسط ایشیا میں اس کی حکومت کا دبدبہ تھا۔

چھٹی صدی کے شروع ہی سے تاتاری ترکستان سے وسط ایشیا تک پھیل گئے۔ تاتاری وحشی قوم تھی۔ ان کا وطن منگولیا کا ایک صحرا تھا جسے صحرائے گوبی کہتے ہیں۔ اس لق و دق صحرا کے شمال میں چنگیز خان کے آباؤ اجداد رہتے تھے۔ چنگیز بچپن میں ہی یتیم ہو گیا تھا اگرچہ اس کا باپ سردار تھا مگر اس کی قوم نے اسے سردار نہیں بنایا۔ چنگیز بہت بہادر انسان تھا۔ اس نے تمام مشکلات پر قابو پا کر اپنی ریاست بنالی۔ اس کی حکومت کا دائرہ دیکھتے ہی دیکھتے چند برسوں کے اندر چین و ترکستان تک پھیل گیا۔ تاتاریوں جیسی جنگلی اور وحشی قوم جو کتے کا گوشت کھا کر گزارہ کرتی تھی اور تہذیب و تمدن سے مطلقاً بے خبر تھی۔ اب اس کے دن پھر گئے۔ 1219ء میں چنگیز خان نے اسلامی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ ٹڈی دل تاتاری جہاں بھی جاتے قیامت برپا کر دیتے۔ اس خانہ بدوش قوم نے سارے اسلامی

Marfat.com

ممالک کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کی ابتدا علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ کے عہد میں تاجروں کے ایک قافلہ سے کشمکش ہونے پر ہوئی۔ علاؤ الدین محمد نے تاتاریوں کی سرحد پر حملہ کیا۔ اس وقت اتفاقاً آبادی کے سارے مرد چنگیز کے بیٹے کی قیادت میں ترک فرمانروا کشلو خان سے لڑنے گئے ہوئے تھے۔ علاؤ الدین محمد نے آبادی کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ واپسی میں اس کی مدبھیڑ چنگیز کے بیٹے کے لشکر سے ہو گئی۔ دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی۔ چنگیز خان ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں چغتائی اور اکتائی کو اتراء چھوڑا۔ انہوں نے پانچ ماہ میں اتراء کو فتح کر لیا۔ چنگیز نے اپنے دوسرے بیٹے توشی کو ترکستان بھیج دیا۔ اس نے جند، بار، جلیغ کنت، کند اور اشناس فتح کر کے شہروں کو لوٹ لیا اور قتل عام کیا۔ چنگیز خان نے زرنوق اور نور بخارا کو فتح کرتے ہوئے اپنی عظیم فوج کے ساتھ بخارا پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ 1219ء میں چنگیزی اور خوارزمی فوج کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ چنگیز فتح یاب ہوا۔ تاتاریوں کا سیلاب شہر میں گھس کر لوٹ کھسوٹ کرنے لگا۔ تاتاریوں نے شہر کو آگ لگا دی۔ بخارا فتح کرنے کے بعد انہوں نے لوگوں کا قتل عام کیا۔ بخارا کو تباہ و برباد کر کے چنگیز خان سمرقند پہنچا۔ خوارزم شاہ نے یہاں حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا تھا۔ دونوں فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی مگر فتح تاتاریوں کو ہوئی۔ تاتاریوں نے سمرقند کو بھی لوٹ لیا اور اس کے باشندوں کا بے دردی سے قتل عام کیا۔ خوارزم شاہ بلخ میں جنگ کی تیاری کرنے کے بعد عراق گیا۔ اس دوران تاتاریوں نے بخارا اور سمرقند پر مکمل قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان خوارزم شاہ نیشاپور چلا گیا۔ تاتاری اس کی تلاش میں مسلسل تعاقب کر رہے تھے۔ وہ رے سے ہوتے ہوئے قزدین اور پھر ماژندران چلا گیا۔ پھر وہ جزیرہ آب سکون سے ہوتے ہوئے کسی اور جزیرہ میں چلا گیا۔ تاتاری آب سکون تک تعاقب کر رہے تھے۔ وہاں سے وہ واپس چلے گئے۔ 1219ء ہی میں وہ علیل ہو کر فوت ہو گیا۔ علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ کی حکومت چین سے لے کر عراق تک اور کابل سے ہندوستان تک، کرمان، طبرستان جرجان، ق، سجستان، خراسان اور فارس پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اکیس برس تک حکومت کی۔ علاؤ

Marfat.com

الدین محمد کے چار بیٹے قطب الدین ازلاق، غیاث الدین تیز شاہ رکن الدین غور شاہ اور جلال الدین تھے۔

جلال الدین ولی عہد تھا۔ وہ اپنی عقلمندی، سیاسی سوجھ بوجھ اور دلیری کی وجہ سے مستحق بھی تھا۔ علاؤ الدین محمد کے انتقال کے بعد جلال الدین نے تاتاریوں کا مقابلہ کیا۔ جلال الدین اور اس کے بھائیوں کے درمیان اقتدار کی پھوٹ پڑ گئی۔ کچھ امراء نے جلال الدین کی زندگی ختم کرنے کا منصوبہ بنایا مگر اسے بھنک پڑ گئی۔ اس لئے جلال الدین خوارزم ترک کر کے غزنیں نکل گیا۔ جلال الدین کے خوارزم سے جاتے ہی تاتاریوں نے یلغار کر دی۔ تاتاریوں نے قطب الدین ازلاق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خوارزم کے باشندوں نے اپنا گورنر خمارترکی کو بنا لیا تھا کیونکہ جلال الدین یا اس کا کوئی بھائی وہاں موجود نہیں تھا۔ جلال الدین کے خوارزم سے نکلنے کے بعد چنگیز خان کے دونوں بیٹے چغتائی اور اکتائی سمرقند سے وہاں پہنچے۔ خوارزمیوں اور تاتاریوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ خوارزمی کام آئے۔ تاتاریوں نے کئی مہینوں کے محاصرے کے بعد خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ تاتاریوں نے یہاں پر بھی شہر کو لوٹا اور پھر آگ لگا دی۔ اس کے انہوں نے دریا کے بند کو کھول دیا۔ شہر کا بیشتر علاقہ زیر آب آ گیا۔ تاتاریوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

چنگیز نے ترمذ پر حملہ کر کے فتح کرنے کے بعد ساری آبادی کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد چنگیز نے بدخشاں پر قبضہ کیا۔ چنگیز خان بدخشاں کے بعد بلخ پہنچا۔ بلخ پر قابض ہونے کے بعد اس نے پوری آبادی کو قتل کر کے موت کی نیند سلا دیا۔ چنگیز خان بلخ کے بعد طالقان پر حملہ آور ہوا۔ طالقان کی آبادی نے مقابلہ کیا مگر یہاں بھی چنگیز کو بالادستی حاصل ہوئی۔ اس نے طالقان کی آبادی کا بھی صفایا کر دیا۔ اس کے بعد بامیان فتح کر کے اس کی آبادی کا بھی قتل عام کیا۔ بامیان سے چنگیز خان غزنیں پہنچا کیونکہ اسے اطلاع مل چکی تھی کہ جلال الدین وہاں موجود ہے۔ جلال الدین غزنیں سے نکل کر ہندوستان کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔ چنگیز نے اس کا تعاقب کیا اور دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گیا۔ جلال

Marfat.com

الدین کے لشکر نے بڑی بہادری سے تاتاریوں کا مقابلہ کیا۔ جلال الدین نے آخر کار اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ تاتاری دیکھتے رہ گئے۔ جلال الدین کے جانے کے بعد چنگیز نے اس کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

چنگیز نے ایک فوج جلال الدین کو پکڑنے کے لئے ہندوستان بھیجی۔ خود اس نے غزنہ اور غور فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کو قتل کر دیا۔ چنگیز کی فوج ہندوستان میں پنجاب اور ملتان تک جلال الدین کی تلاش میں پہنچی اور ناکام واپس آئی۔ چنگیز اور اس کی تاتاری فوج ایک طوفان کی طرح ماوراء النہر کو فتح کرنے کے بعد خراسان اور آذربائیجان سے ہوتے ہوئے روس تک پہنچ گئے۔ راستے میں آنے والی ہر آبادی کا نام ونشان مٹاتے گئے۔ اس دوران جلال الدین ہندوستان سے واپس آ گیا۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا دوسرا بیٹا بھی رکن الدین غور شاہ عراق میں تاتاریوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس کا تیسرا بیٹا غیاث الدین تیز شاہ کرمان اور مکران کا حاکم تھا۔ اس نے رکن الدین غور شاہ کے علاقے پر بھی قبضہ کرلیا۔ جلال الدین نے ہندوستان سے واپس آنے کے بعد حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے غیاث الدین کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔

جلال الدین نے خوزستان پر حملہ کر دیا جو خلافت عباسیہ کا علاقہ تھا۔ جلال الدین خوارزم شاہ آگے بڑھتا گیا۔ وہ راستے میں ہر علاقہ فتح کرتے ہوئے بغداد تک پہنچ گیا۔ جلال الدین نے آذربائیجان پر حملہ کر کے وہاں کے گورنر مظفر الدین ازبک کو شکست دی اور تبریز پر قبضہ کرلیا۔ جلال الدین ان فتوحات کے بعد اب ایک بڑی طاقت بن چکا تھا۔ اس نے گرجستان پر حملہ کیا۔ گرجی بہت بہادر تھے اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ 1228ء میں جلال الدین اور گرجیوں کے درمیان زبردست جنگیں ہوئیں۔ ہزارہا گرجیوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ جلال الدین اور فرمانروائے خلاط ملک الاشرف ایوب کے درمیان جنگ ہوئی۔ جلال الدین کو فتح ہوئی مگر ایک سال بعد ملک الاشرف ایوب نے ایشیائے کوچک کے فرمانروا کی مدد سے خلاط واپس لے لیا۔ اس شکست سے جلال الدین کی کمر ٹوٹ گئی۔

Marfat.com

1227ء میں چنگیز کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اکتائی تخت نشین ہوا۔ جلال الدین کی ہندوستان سے آنے کے بعد قوت بڑھنے لگی تھی۔ اکتائی خان نے اسی ہزار فوج جرماغون کی قیادت میں مقابلہ کے لئے روانہ کی۔ جلال الدین نے تمام مسلمانوں سے امداد طلب کی۔ جلال الدین نے اشرف اور خلافت بغداد کے تمام مسلمان حکمرانوں سے مدد چاہی مگر اس موقع پر اس کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔ خلیفہ مستعصم باللہ کے عہد میں بغداد میں شیعہ سنیوں کے فسادات شروع ہو چکے تھے۔ اس کے وزیر ابن علقمی نے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کے لئے پیغام بھیجا۔ اکتائی کے بعد اس کا بیٹا کیوک خان اور پھر اس کا چچا زاد بھائی منکوخان تخت نشین ہوئے۔ خان نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو ایران کا گورنر بنایا۔ اس نے اسماعیلیوں کا خاتمہ کیا۔ 1258ء میں ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر کے بغداد فتح کیا۔ ہلاکو کی وحشی فوج نے بغداد میں گھس کر قتل عام کیا اور شہر کو لوٹ کر تباہ کر دیا۔ تاتاریوں کے بغداد پر قبضہ کے بعد وہاں سے عباسی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ ابھی خلاط ہی میں تھا اس کی امید مسلمان حکمرانوں سے وابستہ تھی۔ اس دوران تاتاریوں کی ایک فوج خلاط پہنچی۔ مسلمانوں سے اسے مدد تو نہ مل سکی، خود اسے خلاط سے فرار ہو کر دیار بکر نکلنا پڑا۔ تاتاریوں نے اس کا پیچھا کیا تو جلال الدین کو وہاں سے باسورہ آمد جانا پڑا۔ تاتاری اس کا مسلسل تعاقب کر رہے تھے۔ اس لئے جلال الدین میافارقیف سے ہوتے ہوئے پہاڑیوں میں چلا گیا۔ بدقسمتی سے وہ کردوں کے ہاتھ لگ گیا۔ ایک کرد نے جلال الدین کو قتل کر دیا۔ 1229ء میں جلال الدین کے انتقال کے بعد خوارزمی سلطنت ختم ہو گئی۔ تاتاریوں نے دیار بکر اور خلاط وغیرہ کو لوٹ لیا۔ وہاں بھی قتل عام کیا۔ تاتاریوں کا اتنا دبدبہ تھا کہ لوگ ان کے نام سن کر کانپتے تھے۔

ترکستان کے شمال میں فرغانہ سے لے کر دریائے امور تک کے پھیلے ہوئے علاقے کو تاتار بھی کہا جاتا ہے۔ یہیں سے ایک تیرہ سال کے بچے تموجن نے فتوحات کرتے ہوئے قراقرم کو دارالحکومت قرار دیا۔ اس بچے کا نام بعد میں چنگیز خان مشہور ہوا۔ اس نے پیکنگ کو فتح کر کے شمالی چین کو بھی فتح کر لیا۔ ترکستان میں اس وقت علاؤ الدین

Marfat.com

خوارزم شاہ کی حکومت تھی۔ چنگیز خان نے ترکستان پر حملہ کیا۔ علاؤ الدین کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ کی حکومت تھی مگر تاتاریوں نے اسے چین کا سانس نہیں لینے دیا۔ وہ دس سال تک جلال الدین خوارزم شاہ کا پیچھا کرتے رہے۔ سلطان التمش تک نے اسے امان نہیں دی۔ جلال الدین خوارزم شاہ واحد مسلمان حکمران تھا جس نے تاتاریوں کا بھرپور مقابلہ کیا' وہ بہت قابل اور نڈر حکمران تھا' اسے دوسری مسلمان حکومتوں کی طرف سے معمولی تعاون بھی مل جاتا تو وہ تاتاری فتنے کا خاتمہ کرنے میں ضرور کامیاب رہتا۔

چنگیز خان نے آذربائیجان، تبریز، گرجستان اور خراسان کو برباد کر دیا۔ اس کے بعد ایران کے تخت پر چنگیز خان کا بیٹا تولی خان بیٹھا۔ اس نے بھی جلال الدین خوارزم شاہ کا تعاقب کیا بالآخر اس کی فوج نے آذربائیجان میں اسے ڈھونڈ کر اسے قتل کر دیا۔ تولی خان کے بعد اس کے بیٹے خان اور ہلاکو خان اقتدار میں آئے۔ انہوں نے بغداد کو کھنڈر بنا دیا۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک مسلمان سنبھل نہ سکے۔

تاریخ اسلام ص 403 ڈاکٹر حمید الدین

Marfat.com

ظہیرالدین بابر

بابر، ترکمانستان، ازبکستان کی وادی فرغانہ کے فرمانروا عمر شیخ مرزا کے گھر ۱۴۸۳ء کے موسم سرما کے آخر میں پیدا ہوا تھا۔ باپ کی طرف سے اس کا براہ راست قریبی نسب تیمور سے ملتا تھا اور ماں کی طرف سے اس کی رگوں میں چنگیز خاں کا خون بھی تھا۔ اس طرح ترک قوم کی توانائی اور منگول بے خوفی اس کے مزاج کا حصہ تھی۔ اس کا باپ بنیادی طور پر ایک دیندار طاقتور اور خدا ترس حکمران تھا۔ بابر کی ماں تاشقند کے مغل حاکم یونس خان کی بیٹی تھی۔ بابر کا نام ظہیرالدین محمد رکھا گیا مگر اس کی ماں اور نانا اسے بابر مغل کے نام سے پکارتے تھے۔ بابر کا مطلب ترکی زبان میں شیر ہے۔ بابر کا چچا سلطان احمد مرزا سمرقند کا حاکم تھا اور فرغانہ پر بھی اپنا تسلط قائم کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ عمر شیخ مرزا بہادر، مہمان نواز اور فیاض تھا لیکن دوراندیش نہیں تھا اس نے فرغانہ کے دفاع کو مضبوط بنانے کی طرف زیادہ توجہ نہ دی تھی۔

بابر کو بچپن ہی سے تعلیم، فنونِ لطیفہ اور سپہ گری سے دلچسپی رہی تھی۔ گیارہ سال کی عمر تک اس نے اسلامی تعلیمات، ترک تاریخ، ریاضی اور ستاروں کے زائچے تک بنانا سیکھ لیا تھا۔ وہ مثنوی مولانا روم کو جھوم جھوم کر پڑھا کرتا تھا۔ اس نے تیراندازی اور گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار چلانے میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی۔ اسے شعر کہنے کا شوق بھی تھا۔ بابر نے اپنی سوانح حیات بھی ''تزکِ بابری'' کے عنوان سے لکھی۔ ترکی زبان کے ازبک لہجے میں اس کی شاعری کا ایک مجموعہ بھی موجود ہے۔ اسے فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ بابر کو

Marfat.com

کبوتر پالنے کا شوق ورثے میں ملا تھا۔ اسے باز اور عقاب رکھنے کا بھی شوق تھا۔

بابر کی عمر صرف بارہ سال تھی جب اس کے باپ کی وفات ہوگئی اور اسے فرغانہ کا حاکم بنا دیا گیا لیکن اس کے چچاؤں نے سازش کر کے جلد ہی اسے تخت سے محروم کر دیا' اور اسے جان بچا کر قریبی پہاڑی جنگلوں میں پناہ لینا پڑی۔ چند سال بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو منظم کر کے دوبارہ فرغانہ کے محل پر قبضہ کر لیا لیکن اس بار بھی مخالفین نے اسے حکومت مستحکم کرنے کا موقع نہ دیا۔ اور وہ ایک بار پھر فرغانہ کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ بابر اس علاقے کے ایک معروف صوفی بزرگ شیخ احرار کا عقیقت مند تھا۔ شیخ کے مریدوں کو بابر سے بہت امیدیں تھیں۔ انہوں نے بابر کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

بابر کو جدوجہد کرتے تین چار سال گزر چکے تھے جب اس نے اپنی فوج کو منظم کر کے سمرقند پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک دن اس کے پاس چند قبائلی سردار بیٹھے تھے جب اس نے سوال کیا ''اچھا یہ تو کہو ہم خدا کی عنایت سے سمرقند کب تک لے سکیں گے؟ کسی نے کہا اگلی گرمیوں میں' یہ خزاں کا موسم تھا' بعض نے ایک ماہ اور بعض نے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ کہا۔ تزکِ بابری میں بابر لکھتا ہے کہ سردار کوکلتاس نے کہا: ''ہم چودہ دن میں اسے لے لیں گے''۔ خدا نے اس کی بات سچ کر دکھائی۔ واقعی ٹھیک چودہ دن میں ہم نے سمرقند جیت لیا''۔

بابر کا بیان ہے کہ اس گفتگو کے بعد ہی میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ سید الاولیا حضرت (خواجہ عبیداللہ) احراری میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے استقبال کیا اور وہ اندر آ کر بیٹھے۔ ان کے لیے دسترخوان بچھایا گیا' مگر اس میں کوئی بات حضرت خواجہ کے مزاج کے خلاف ہوئی۔ میں نے اشارہ کیا کہ یہ قصور میرا نہیں ہے۔ حضور سمجھ گئے۔ پھر معلوم ہوا کہ ہم ایک مکان کے دالان میں ہیں۔ وہاں حضرت نے میرا ایک بازو پکڑ کر مجھے اتنا اُٹھایا کہ ایک پاؤں زمیں سے اوپر اُٹھ گیا۔ پھر ترکی میں کہا: 'ایک ولی نے سمرقند تم کو دیا''۔

بابر نے لکھا ہے کہ سمرقند ایک سو چالیس برس ہمارے خاندان کے پائے تخت رہا۔

Marfat.com

پھر ایک اجنبی (ازبک' بمعنی ''کیسی نسل؟'') دشمن اس میں گھس کر قابض ہو گیا' (ازبک کے معنی ''اپنی مرضی کے مالک'' بھی ہیں۔ وہاں کے حکمران بھی منگول نسل ہی سے تھے)۔

اپریل ۱۵۰۱ء میں بابر نے اپنے مختصر لشکر کے ساتھ بڑی سخت جدوجہد کے بعد سمرقند کو فتح کر لیا۔ ابھی فرغانہ ازبک حکمران شیبانی خان کے قبضے میں تھا۔ بابر نے ۲۲ سال کی عمر میں پہلی داڑھی استرے سے منڈوائی۔ سمرقند میں خود کو مضبوط کرنے کے بعد اس نے اردگرد کے علاقوں کی طرف توجہ دی اور جنوب میں کابل کی طرف بڑھا۔ کابل ''سرزمین قابیل'' کے بارے میں روایت ہے کہ یہ کسی غیر کی حکمرانی قبول نہیں کرتی۔ بابر نے کابل پر تسلط قائم کرنے کے بعد وہاں کی معیشت کو بہتر بنانے اور خوراک کی فراہمی کے ذرائع مضبوط کرنے کو پہلی ترجیح بنا کر رعایا میں مقبولیت حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔

دنیا کے عظیم فاتحین کے تذکرہ میں بابر کے بارے میں لکھتے ہوئے نامور مغربی تاریخ نویس ہیرلڈلیم کہتا ہے: ''دین اسلام مشرق میں جہاں سلاطین دہلی کی حکومت رہی' بہت آگے تک نفوذ کر چکا تھا۔ گنگا جمنا کی وادی سے ادھر گرم موسم والے شہر دہلی سے مغرب میں دریائے سندھ میں گرنے والے پانچ دریاؤں کی سرزمین پنجاب واقع تھی۔ سرسبز پنجاب کے جنوب میں تھل کا ریگستان پھیلا تھا۔ یہاں قدیم تہذیبوں کا نشان ٹیکسلا شہر بھی واقع تھا۔ کابل سے نکل کر بابر ان علاقوں کی طرف بڑھا۔ سمرقند پر قبضہ کے بعد وہ فرغانہ کی پٹی کو دوبارہ اپنی حکومت میں شامل کر سکا تھا۔ اب اسے معلوم تھا کہ دلی کی مضبوط حکومت کے بغیر پنجاب کو زیرنگیں رکھنا مشکل تھا۔ ۱۵۱۹ء میں بابر نے چناب تک اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ دہلی کو مصالحت یا بزور معطل بنانے کی کوشش کی جائے اور لاہور کو دوسرا کابل بنا کر یہاں ڈیرا جمایا جائے۔

بابر نے اپنا یہ ارادہ اپنے سپہ سالاروں اور نوعمر فرزند ہمایوں پر بھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ جب تک اس کی فتوحات مستحکم نہ ہو جائیں وہ سندھ کے پار ہی ٹھہرا رہے گا۔ اسے آئندہ پناہ گزیں بننا منظور نہ تھا۔ اس کے بعد بابر پلٹ کر کبھی کابل نہ گیا۔

تزکِ بابری کے حوالے سے ہیرلڈلیم نے جو واقعات لکھے ہیں' ان کے مطابق دسمبر

Marfat.com

۱۵۲۵ء میں بابر اپنے مختصر لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف بڑھا۔ جہاں پہلی کوشش میں اسے ناکامی ہوئی تھی اور اس کے محافظ دستوں اور بعض سرداروں کو بادشاہِ دہلی کی فوج سے بچنے کے لیے مختلف قلعوں میں پناہ لینا پڑی تھی۔ بابر انہیں ہر حال میں گھیرے سے نکالنا چاہتا تھا۔ اس دوران میں وہ شدید بیمار بھی ہو گیا۔ بخار کے ساتھ اسے خون آور کھانسی بھی شروع ہو گئی۔ بابر نے اسے اپنی توبہ شکنی کی سزا سمجھتے ہوئے اپنی اصلاح کا پختہ تہیہ کیا۔ قرآن کے ارشاد کے مطابق: (ترجمہ) ''جس نے اپنا عہد توڑا' سو اپنی ہی جان پر توڑا' اور جس نے پورا کیا جو عہد کیا تھا اللہ سے تو اسے وہ جلد اجر عظیم دے گا''۔

بابر کہتا ہے: ''میں نے بارِ دگر توبہ اور ضبط نفس کا ارادہ کیا کہ آئندہ غیر مشروع خیالات دل میں نہ لاؤں گا نہ زبان سے اظہار کروں گا''۔

''اب میں نے ہمت کی رکاب میں پاؤں رکھا اور توکل علی اللہ کی باگ ہاتھ میں لے کر حاکم ہند ابراہیم لودھی خلف سلطان سکندر لودھی افغان سے لڑنے چلا جو دہلی میں مقیم تھا۔ اس کا لشکر شمار میں ایک لاکھ اور اس کے ماتحت سرداروں کے جنگلی ہاتھی ایک ہزار بتائے جاتے تھے''۔

۲۰' اپریل ۱۵۲۶ء بمطابق ۸ رجب ۹۳۲ھ بابر کا مقابلہ پانی پت کے میدان میں سلطانِ دہلی کی فوج سے ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مختصر یہ کہ بابر کو تاریخی فتح حاصل ہوئی۔ قلعہ دہلی میں داخل ہونے سے پہلے بابر نے شیخ نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری دی۔ شہر میں مخالفین کی سرکوبی کے علاوہ غرباء میں خیرات بھی کی گئی اور اس طرح بابر ''بادشاہِ کابل و دہلی'' بن گیا۔ یہ ۲۷' اپریل ۱۵۲۶ء (۱۵ رجب ۹۳۲ھ) کا پہلا جمعہ تھا جس روز سلطنت مغلیہ کے پہلے مغل بادشاہ کی حکومت کا آغاز ہوا۔ اگرچہ خود بابر خود کو مغل کہلوانا سخت ناپسند کرتا تھا اور اس کی اصل نسبت بھی ترکوں ہی سے تھی۔ سالہا سال کی جہاں گردی کے بعد ''شیر'' کو لائق سکونت سرزمین مل گئی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنی نسل کے اہم افراد کو اکٹھا کر کے دہلی کو پوری قوم کا مرکز بنایا جائے۔

بابر نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جنوب مشرقی ہندوستان تک بڑھا دیا اور انتھک جدوجہد

Marfat.com

سے گوالیار تک اس کی حکومت وسیع ہوگئی۔ اس دوران میں بیٹے ہمایوں کے ساتھ اس کے اختلافات بھی ہوئے۔ مقامی راجاؤں نے بغاوتیں بھی کیں اور بہت سے مزید مشکل مقامات سے بھی گزرنا پڑا۔ ایک نجومی نے اسے بتایا کہ آٹھ سیارے اس کی مخالفت میں جمع ہیں اور برا وقت آنے والا ہے لیکن بابر نے کہا کہ اسے تقدیر الٰہی پر بھروسہ ہے۔ ایک تہائی صدی تک خوفناک دشمنوں کے مقابلے میں رہنے کے بعد بابر کو اب ایسا وقت نصیب ہوا تھا کہ وہ رات کو زرہ بکتر پہنے بغیر سو سکتا تھا۔ مخالفین کی کمی نہیں تھی اور بہت سے مسائل ابھی حل طلب تھے لیکن خدا کے فضل پر بابر کا اعتقاد مزید مضبوط ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے مومنین کو دوگنی تگنی تعداد میں دشمنوں پر فتح عطا فرماتا ہے۔

''فتح نامہ'' نقل کرنے کے بعد بابر نے لکھا ہے: ''فتح کی سب سے پہلے مبارک باد دینے جو لوگ آئے ان میں بزعم خود ماہر نجوم محمد شریف بھی تھا جس نے طرح طرح کی بدفالیاں نکال کر مجھے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی اور آزار دیا تھا۔ میں نے اسے برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لی لیکن ناپسندیدہ مزاج ہونے کے باوجود وہ پرانا خدمت گار تھا۔ اس لئے میں نے اسے ایک لاکھ انعام دینے کے ساتھ ملک سے چلے جانے کا حکم دے کر رخصت کیا۔

نئے علاقوں میں حکومت مضبوط کرنے کے لئے بادشاہ کے پاس ابھی تک صرف یہ طریقہ تھا کہ فوجی سرداروں کو جاگیریں دے کر اضلاع کا نگران بنایا جاتا۔ وہ اپنے لشکر سے سرکشوں کو قابو میں لا کر ایک طرح سے امن و انتظام قائم کرتے اور مال گزاری وغیرہ وصول کیا کرتے۔ دہلی میں مرکزی محکمہ خزانہ قائم کیا گیا تھا۔ فرصت ملتے ہی بابر نے آگرے سے براستہ لاہور کابل تک سڑک بنوانے کا کام شروع کرایا۔ گاؤں گاؤں میں برج بنا کر ڈاک کے چھ چھ گھوڑوں کی چوکیاں قائم کی گئیں جو حفاظت اور خبریں، خطوط پہنچانے کے لئے کام آتیں۔

ہندوستان میں عظیم مغلیہ سلطنت کے بانی شہنشاہ ظہیر الدین بابرؒ کی شاندار فتوحات کی طرح اس کی وفات کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے۔ مغل حکمرانوں میں آخری سے پہلے بادشاہ

Marfat.com

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے بھی وسیع و عریض سلطنت پر طویل عرصہ تک حکومت کی اور وہ بت المال سے ذاتی مصارف کے لئے کچھ نہیں لیتا تھا۔ وہ ٹوپیاں سی کر اور کتابت کر کے خصوصاً قرآنی آیات کی کتابت اور قرآنِ حکیم کے قلمی نسخوں سے رزقِ حلال کو اپنی ذاتی ضروریات کے لیے استعمال کرتا تھا۔ مؤرخین نے اس کے ساتھ بہت ناانصافی کی ہے اور اس کے عہد حکومت پر منفی انداز سے تبصرے کیے ہیں حالانکہ اورنگ زیب نے ملک میں امن و انصاف قائم کیا اور عوام کی بہبود کا بہت خیال رکھا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ تمام مکاتب فکر کے علماء کو اکٹھا کر کے متفقہ شرعی فتوؤں کی کتاب مرتب کرانا تھا جو آج بھی فتاویٰ الہندیہ (فتاویٰ عالمگیری) کے نام سے موجود ہے۔ مغل سلطنت کو شاندار بنیاد بابر ہی نے مہیا کی تھی۔ بات ہو رہی تھی بابر کے آخری لمحات کی ......

بابر نے ۴۸ برس کی عمر پائی جس میں ۳۶ برس حکومت کی۔ سمرقند کی بادشاہی بیس برس تک جدوجہد کے باوجود ہاتھ سے نکل گئی تھی مگر وہ ہمت نہ ہارا اور اس نے ہندوستان میں ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اگرچہ وہ اس کی شان و شوکت دیکھنے کے لیے زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔

بابر کا بیٹا ہمایوں شدید بیمار ہو گیا تھا۔ طبیب اس کی حالت سے مایوس ہو چکے تھے' بابر کے افسردہ چہرے کو دیکھ کر اس کی بیگم والدہ ہمایوں کہنے لگیں: آپ میرے بیٹے کی فکر نہ کریں' آپ بادشاہ ہیں' بادشاہوں کو غم نہیں ہوتا' خدا نے آپ کو اور بیٹے بھی دے رکھے ہیں۔ ہاں' میں غمگین ہوں کہ میرا یہی ایک بیٹا ہے''۔

بابر نے جواب دیا: ''ہاں ماہم میرے اور بیٹے ہیں مگر وہ ہمایوں نہیں' میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ زندہ رہے اور خدا اسے تادیر سلامت رکھے۔ میں نے سلطنت اسی کے نام کی ہے''۔

بادشاہ نے بیٹے کی صحت یابی کے لئے قربانی دینے کا خیال ظاہر کیا تو بعض مشیروں نے کوہِ نور ہیرا صدقہ کرنے کا مشورہ دیا' بابر نے کہا: ''میں خدا کے حضور میں پتھر کا نذرانہ پیش نہیں کر سکتا''۔

Marfat.com

اس سہ شنبہ کو اور آئندہ دنوں میں بادشاہ نے ہمایوں کے بستر کے گرد طواف کیا اور دعا مانگتا رہا۔ بار بار سر اُٹھاتا اور خدا کو رحمت کے واسطے دیتا اور خشوع قلب سے دعا مانگتا' دوسروں نے اس کے منہ سے یہ کلمہ بھی سنا ''میں ظہیرالدین بابر اپنی جان اور زندگی اپنے فرزند ہمایوں کی جان کے عوض پیش کرتا ہوں'' ....اسی شام بادشاہ کمزور اور بیمار ہو گیا اور ہمایوں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہمایوں سے کہا: ''تمہارے بھائیوں کو میں تمہاری حفاظت میں چھوڑتا ہوں۔ اُن سے اخلاص و محبت اور ساری رعایا کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا''۔

اس کے تیسرے دن بابر نے ملکِ بقا کی راہ لی۔ اس کی وفات اتوار ۲۵ دسمبر ۱۵۳۰ء بمطابق ۴ جمادی الاول ۹۳۷ھ میں ہوئی۔ ولا غالب الا اللہ

Marfat.com

سلطان محمد فاتح

قسطنطین اول وہ رومن شہنشاہ تھا جس نے مرتے وقت عیسائیت قبول کی۔ اس کے نام پر آباد ہونے والا جنوبی یورپ کا شہر ''کانسٹنٹی نوپل'' قسطنطنیہ رومی شان وشوکت کی علامت اور بازنطینی سلطنت کا دارالحکومت تھا اور اسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے بازنطینی سلطنت کے اس مضبوط قلعے پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر دیتے ہوئے اس کے فاتحین کو جنت کی بشارت دی تھی۔ سب سے پہلے اموی خلیفہ حضرت امیر معاویہؓ نے اسلامی لشکر قسطنطنیہ بھجوایا تھا۔ لشکر نے کافی دنوں تک شہر کا محاصرہ کئے رکھا لیکن فصیل پار نہ ہوسکی۔ حضرت ایوب انصاریؓ اس لشکر میں شامل تھے اور انہوں نے وہیں شہادت پائی۔ اپنی آخری سانسوں میں انہوں نے وصیت کی کہ ''میری میت کو دشمن کے علاقے میں فصیل شہر کے ساتھ دفن کرنا'' چنانچہ انہیں وہیں دفن کیا گیا۔

امیر معاویہؓ کے بعد خلیفہ سلیمان کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں بھی اس شہر پر حملہ کیا گیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بنو عباس کی خلافت کے دوران مسلمانوں نے قسطنطنیہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جب خلافت عثمانیہ نے عروج حاصل کیا تو ایک بار پھر اس قلعے کی تسخیر کیلئے مہم شروع ہوئی۔ سلطان بایزید اول اور سلطان مراد ثانی نے بھی حملے کئے لیکن قدرت نے فتح قسطنطنیہ کی سعادت سلطان محمد ثانی کے نام لکھ رکھی تھی جو بعد میں سلطان محمد فاتح کہلائے۔

بے پناہ صلاحیتوں کے مالک سلطان محمد ثانی کی ولادت 20 اپریل 1429ء میں ہوئی

Marfat.com

تھی۔ 3 فروری 1453ء کو سلطان مراد ثانی کی وفات کے بعد چوبیس سالہ شہزادہ محمد ثانی نے امور سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی۔ سلطان محمد فاتح کو قدرت نے حیرت انگیز خوبیوں سے نوازا تھا۔ علوم وفنون سے اسے خصوصی دلچسپی تھی۔ اپنی مادری زبان ترکی کے علاوہ اس نے عربی اور فارسی زبانوں میں بھی مہارت حاصل کر رکھی تھی اور یونانی اور لاطینی زبانوں کو بھی جانتا تھا۔ مشرق کی تہذیب وثقافت اور یونانی فلسفے کا مطالعہ بھی رکھتا تھا۔

شعر فہمی کا عمدہ مزاج رکھتا تھا اور ترکی زبان کا بہت اچھا شاعر بھی تھا۔ اس کا ایک دیوان آج بھی موجود ہے۔ فنون حرب سے بھی اسے خصوصی دلچسپی تھی۔ سیاسی امور سے مکمل آگاہی اسے اپنے خاندانی ماحول سے حاصل ہوئی تھی۔

بازنطینی حکمران قسطنطین اپنی عسکری قوت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ ترک سلطنت کے مراد ثانی کی وفات پر بازنطینیوں نے اندازہ لگایا کہ نیا سلطان بہت نوعمر ہے، اتنی بڑی سلطنت کی ذمہ داریوں کو سنبھال نہ سکے گا لہٰذا موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ انہوں نے سلطان محمد ثانی سے مطالبہ کر دیا کہ سلیمان بن زید کے بیٹے ارخان کے وظیفے میں اضافہ کیا جائے۔ ارخان بازنطینی سلطنت کی تحویل میں تھا اور عثمانی سلطنت کی طرف سے اس کے اخراجات کیلئے وظیفہ باقاعدگی سے بھجوایا جاتا تھا۔ قسطنطین کی طرف سے یہ مطالبہ سلطان کو ناگوار محسوس ہوا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ بازنطینی حکمراں اس کی نوعمری سے غلط فہمی میں مبتلا ہے اور عثمانی سلطنت سے الجھنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ اس نے اس بے جا مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور فوجی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

سلطان محمد ثانی نے آبنائے باسفورس کے ساحل پر قسطنطنیہ سے صرف چند میل کے فاصلے پر ''اناطولیہ حصار'' کے نام سے ایک قلعے کی تعمیر شروع کرا دی تاکہ اس میں اسباب حرب اور رسد وغیرہ جمع کی جا سکے اور بحری راستوں پر بھی نظر رکھی جا سکے۔ قسطنطین کو قلعے کی تعمیر بری طرح کھٹک رہی تھی۔ اس نے پیغامات کے ذریعے سلطان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن سلطان نے اس کے احتجاج کی پروا نہ کی۔ آخر قسطنطین نے طاقت کے استعمال کا فیصلہ کیا اور اس کی فوج نے اچانک اناطولیہ پر دھاوا بول کر زیر تعمیر قلعے کی فصیل

Marfat.com

مسمار کرنے کی کوشش کی لیکن قلعے میں متعین ترک فوجیوں نے منہ توڑ جواب دیا اور بازنطینی اپنی بے شمار لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد سلطان نے بازنطینی سلطنت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

سلطان محمد ثانی نے برق رفتاری کے ساتھ تیاری مکمل کی اور چھ اپریل ۱۴۵۳ء کو اڑھائی لاکھ فوج، ۲۷ توپوں اور دیگر سامان جنگ کے ساتھ وہ قسطنطنیہ کی فصیل کے سامنے پہنچ گیا۔ سلطان محمد فاتح کو جہاز رانی سے بھی خصوصی دلچسپی تھی اور اس نے بحری بیڑے کو بھی متحرک کر دیا تھا۔ سلطان نے خشکی اور سمندر سے ہر طرح بازنطینی سلطنت کے مرکز قسطنطنیہ کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے قسطنطین کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ قسطنطنیہ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں تو ہزاروں لوگوں کی جانیں بچ جائیں گی اور اس کے بدلے میں ان کو آزاد شہریوں کی طرح زندگی گزارنے کی ضمانت دی جائے گی۔ لیکن قسطنطین نے سلطان کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اب جنگ یقینی تھی۔

عثمانی بحریہ نے بازنطینی جنگی بیڑے کا گھیرا توڑتے ہوئے بعض ساحلی جزیروں پر قبضہ کر لیا لیکن وہ سمندر کی طرف شہر کی فصیل تک نہ پہنچ سکے۔ بری فوج بھی فصیل شہر پر مسلسل گولہ باری کے باوجود اسے توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اٹھارہ اپریل کو دونوں طرف کی فوجوں کا فصیل سے باہر آمنا سامنا ہوا۔ پانچ گھنٹے تک گھمسان کا رن پڑا اور میدان میں کشتوں کے پشتے لگ گئے لیکن محصورین کی زبردست مزاحمت کی وجہ سے ترک فوج آگے نہ بڑھ سکی اور ان پہلی کوششوں میں ناکامی کی صورتحال پیدا ہو گئی۔ بازنطینی بحریہ کے جہاز بھی ترک بحریہ سے بہت بڑے بڑے تھے اس لئے سمندری لڑائی میں بھی ترک فوج کو غلبہ حاصل نہ ہو سکا۔ تاہم ابتدائی شکست سے سلطان کے حوصلے پست ہونے کی بجائے اس نے اور بھی یقین کے ساتھ مسلسل حملوں کا منصوبہ بنا لیا۔

سلطان محمد فاتح نے بری فوج کی طرف سے قسطنطنیہ کی فصیل پر مسلسل گولہ باری جاری رکھوائی اور دوسری طرف تاریخ کی سب سے حیرت انگیز بحری جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے بحری انجینئروں کو بلوا کر اپنا منصوبہ سمجھایا کہ شاخ زریں کی پٹی کے علاقہ

Marfat.com

سے عثمانی بیڑے کا بندرگاہ میں داخل ہونا ممکن نظر نہیں آتا لہٰذا بیڑے کے کچھ جہازوں کو آبنائے باسفورس سے خشکی کے راستے شاخ زریں میں اتار دیا جائے۔ انجینئر اس پر حیرت زدہ تھے کہ سلطان نے حکم دیا "یہ انتظام جس طرح بھی ممکن ہو فوری طور پر ہونا چاہئے"...... چنانچہ سلطان کے مضبوط ارادے اور بحری انجینئروں کی فنی مہارت سے جنگی تاریخ کا ایک منفرد باب لکھا جانے لگا۔ رات کے اندھیرے میں جب قلعے کے چاروں طرف عثمانی توپیں گرج رہی تھیں، باسفورس کے کنارے سے شاخ زریں کے ساحل تک چٹانوں سے بھرے علاقہ پر لکڑی کے تختے بچھائے جا رہے تھے اور ان پر چربی لگائی جا رہی تھی اور پھر ان پر سے عثمانی بحریہ کے ہلکے جہازوں کو دھکیل اور پھسلا کر سلطان کی فوج کے باہمت جوانوں نے خشکی سے دوسری طرف سمندر میں اتار دیا۔ صبح کی روشنی پھیلنے تک ستر سے زیادہ جہاز اور کشتیاں شاخ زریں میں اتر چکی تھیں اور بازنطینی بندرگاہ پوری طرح عثمانی بیڑے کی زد پر آ گئی تھی۔ دن کی روشنی پھیلی تو یہ منظر دیکھ کر بازنطینی دم بخود رہ گئے۔

قسطنطین نے بحری کمانڈروں کو حکم دیا کہ عثمانی جہازوں کو بلا تاخیر تباہ کر دیا جائے۔ 28 اپریل کو بازنطینی جہازوں نے عثمانی بیڑے پر حملہ کر دیا۔ وہ چاروں طرف سے اس طرح بے ترتیب آگے بڑھے کہ بعض جہاز آپس میں ہی ٹکرا گئے اور عثمانی بحری جہازوں نے بھی جوابی کارروائی کر کے ان کے کئی جہاز غرق کر دئے۔

سلطان نے ایک بار پھر قسطنطین کو ہتھیار ڈالنے کا پیغام بھجوایا لیکن اس نے پھر انکار کر دیا اور شہر کی فصیل پر عثمانی فوج کے سامنے ان ترکوں کو قتل کرا دیا جو دوران جنگ قیدی بنا لئے گئے تھے۔ سلطان نے بھی جواباً فصیل شہر کے سامنے بازنطینی بحریہ کے قید ہونے والے سپاہیوں کی گردنیں اڑوا دیں۔

قسطنطنیہ پر مسلسل حملوں کے نتیجہ میں بالآخر ترک افواج فصیل توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔ بازنطینیوں نے بھی بھرپور مقابلہ کیا اور دونوں طرف سے کافی جانی نقصان کے بعد ۲۸ مئی ۱۴۵۳ کو قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور بازنطینی سلطنت کا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

Marfat.com

یہ بھی ایک تاریخی اتفاق ہے کہ ۲۸ مئی ہی کو ۱۹۹۸ء میں پاکستان کامیاب ایٹمی دھماکہ کر کے اسلامی دنیا کی پہلی ایٹمی طاقت بن گیا۔

سلطان محمد فاتح اپنے اراکین سلطنت فوجی سرداروں اور سپاہیوں کے ساتھ قسطنطنیہ کے بازاروں سے گزرتا ہوا سینٹ ایاصوفیہ کے گرجے تک پہنچا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے خدا کے سامنے عاجزی کے اظہار کے طور پر اپنے سر پر مٹھی بھر خاک ڈالی۔ پادریوں نے سلطان کا استقبال کیا۔ سلطان نے انہیں مکمل تحفظ کی یقین دہانی کرائی۔ ظہر کا وقت تھا' سلطان نے موذن کو اذان دینے کیلئے کہا اور اس طرح ایاصوفیہ کی عظیم الشان عمارت نے پہلی بار گھنٹیوں کی آواز کی جگہ تکبیر کی صدا سنی۔

قسطنطنیہ کی فتح عالم اسلام کے لئے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کی طاقت اور جرات و ہمت کی ناقابل فراموش یادگار ہے۔ یہ اس زمانے میں عمل میں آئی جب اسلامی دنیا میں اتحاد تقریباً ختم ہو چکا تھا اور اندلس سے مسلمانوں کو انتہائی بے دردی سے ختم کیا جا رہا تھا۔ اس فتح نے ایک عرصہ کیلئے عالم اسلام کو نئے ولولوں سے آشنا کر دیا۔ اس عظیم تاریخی شہر کی تسخیر تاریخ کے عظیم فاتح سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں ہی ممکن تھی!

سلطان محمد فاتح محض ایک جرات مند جرنیل ہی نہیں انصاف پسند حکمران اور باصلاحیت منتظم بھی تھا۔ وہ اہل علم کی بہت قدر کرتا تھا اور اس کے عہد میں علوم و فنون کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔

قسطنطنیہ کی فتح کے بعد بھی سلطان محمد فاتح کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور سلطنت عثمانیہ بلغراد تک پھیل گئی۔ سربیا' بوسنیا اور البانیہ بھی فتح ہو گئے جس کی وجہ سے آج بھی بوسنیا اور البانیہ میں مسلمان حکومتیں ہیں۔ قدرت کو منظور ہوتا اور سلطان کو مزید زندگی مل جاتی تو وہ یقیناً اٹلی کو بھی مکمل طور پر فتح کر لیتا لیکن ۱۳ مئی ۱۴۸۱ء کو بکوزہ کے مقام پر سلطان محمد فاتح نے صرف ۵۲ برس کی عمر میں وفات پائی مگر اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ رہ گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

سلیمان عظیم الشان

دنیا کے عظیم فاتحین کی فہرست میں عثمانی ترک سلطان سلیمان اعظم کا نام بہت نمایاں ہے۔ مغربی مورخین اسے ''سلیمان عظیم الشان'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اقوام عالم کی عسکری تاریخ مسلمان مجاہدین و فاتحین کے بے شمار کارناموں سے بھری پڑی ہے اور ان میں سے کوئی بھی جرات وحمیت میں دوسروں سے کم نہیں تاہم اس کتاب کو بہت زیادہ ضخیم ہونے سے بچانے کیلئے ہم نے بعض نامور ترین حکمرانوں اور سپہ سالاروں کو شامل کیا ہے جن کی زندگیاں مطالعہ کرنے والوں کے لئے حوصلے اور رہنمائی کے ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ ان میں ہم نے کچھ ایسی ہستیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو عرف عام میں بظاہر فاتحین میں شمار نہیں ہوتیں لیکن انہوں نے اعلیٰ مقاصد کے لئے ایثار وقربانی کی یادگار مثالیں پیش کی ہیں۔ اصحاب رسولؐ کی قابل تقلید زندگیاں اور جبر و ناانصافی کے خلاف صبر واستقامت سے ایثار وقربانی کی عظیم مثال حضرت امام حسینؓ کی شہادت بھی انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے اس لئے ان کا نام بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ بہت سے اور بھی مسلمان حکمران اور سپہ سالار ہیں جن کے تذکرے کے لئے کئی کتابوں کی ضرورت ہے۔

سلیمان اعظم، سلطان محمد فاتح کے پوتے اور سلطان سلیم اول کے صاحبزادے تھے۔ سلطنت عثمانیہ ۶۹۹ھ بمطابق ۱۲۹۹ء سے ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۳ء تک قائم رہی۔ اس کی بنیاد ترکان عثمانی قبیلہ کے سربراہ غازی عثمان خان نے رکھی تھی۔ سلطان عثمان خان غیر معمولی طور پر جرات مند، ذہین اور رحمدل تھا۔ ۷۲۷ھ میں وفات کے وقت اس نے اپنے

Marfat.com

بیٹے اورخان کو وصیت کرتے ہوئے کہا۔

''میں اپنی جان اللہ کے سپرد کر رہا ہوں' مجھے مرنے کا غم نہیں ہے کیونکہ تم جیسے لائق بیٹے کو اپنی جگہ پر چھوڑ رہا ہوں......اور دیکھو! ظاہر و باطن میں صرف اللہ کا خوف رکھنا اور عدل و احسان کو اپنا شیوہ بنانا کہ اسی سے سلطنت کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ رحم کرتے رہنا کیونکہ ہمارے رب کی صفت رحیم ہے۔ حقوق کے معاملہ میں طاقتور اور کمزور کو برابر سمجھنا کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنا۔ میری اس وصیت پر عمل کرو گے تو ضرور تم اللہ کے ان اولیاء میں سے ہو جاؤ گے جو اس کی رضا سے کامیاب و کامران ہوتے ہیں''۔

عثمان خان نے مشرقی روم کے بعض علاقوں کو فتح کر کے سلطنت عثمانیہ کی سرحدوں کو مغرب کی طرف پھیلانے کی ابتدا کر دی تھی۔ عثمانی ترکوں کی مسلسل فتوحات سے اسلام بھی دور دراز کے علاقوں تک پھیلتا چلا گیا۔ عثمان خان کی نسل سے پینتیس حکمران ہوئے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور حفاظت کے لئے اس قدر قربانیاں دی ہیں کہ ان کا عہد بجا طور پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عہد تھا اور بلاشبہ اس اعتبار سے کوئی اور حکمران خاندان ترکان عثمانیہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

سلطان محمد ثانی فاتح نے ۸۵۷ھ بمطابق ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ (استنبول) کو فتح کر کے رومیوں کی مشرقی سلطنت بازنطین کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ۱۴۷۵ء میں جزیرہ نمائے کریمیا پر قبضہ مکمل کیا اور کچھ ہی عرصے بعد اٹلی میں اترانتو کے محل پر بھی سلطنت عثمانیہ کا پرچم لہرانے لگا۔

سلطنت عثمانیہ اور عیسائی حکومتوں کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں لیکن بعض مسلمان حکمران عیسائی حکومتوں کے حلیف تھے جس طرح عہد حاضر میں عراق اور کویت کی جنگ میں کئی عرب حکومتوں نے عراق کے خلاف عیسائی حکومتوں سے مدد طلب کی تھی۔ اسی طرح ماضی میں بھی خود مختار عثمانی سلطنت اور عیسائیوں کی حواری بعض مسلمان حکومتوں کے درمیان بھی جنگیں ہوئیں۔ تیونس کے مسلمان بادشاہ نے سپین میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے عیسائی شہنشاہ چارلس سے فوجی معاہدہ کر رکھا تھا۔ اسی بنا پر سلطنت عثمانیہ کی

Marfat.com

طرف سے عظیم امیر البحر خیر الدین پاشا بار بروسہ نے تیونس پر قبضہ کر لیا تھا۔

عثمانی سلطان سلیم اول نے اپنے عہد کے پہلے آٹھ سال میں فرمانروائے ایران شاہ اسمٰعیل صفوی کو شکست دے کر دیا بکر و کردستان وغیرہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد وہ تمام اسلامی ملکوں اور مسلمان اقوام کو ایک مضبوط مرکز پر متحد کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس دور میں مسلمان ممالک میں حکومت کے معاملات میں خلافت اور سلطنت کے نام سے دو الگ الگ نظام قائم تھے جس سے دو عملی کی فضا تھی۔ سلطان سلیم اول نے ۹۲۳ھ میں مشرق وسطیٰ کے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ پھر مصر کے عباسی خلیفہ المتوکل علی اللہ سے مقدس نوادرات مثلاً رسول اللہ ﷺ کی تلوار، پرچم اور چادر مبارک بطور سند خلافت حاصل کر کے سلطنت اور دو عملی نظام کا خاتمہ کر دیا۔ اب سلطان ہی تمام مسلمانوں کا جائز حکمران تصور کیا جانے لگا۔ اب اسے خلیفہ، امیر المومنین یا سلطان کچھ بھی نام دیا جائے وہ مختلف ممالک کے مسلمانوں کے سب سے بڑے امیر کے مرتبہ پر فائز تھا لیکن اس طرح سلطنت عثمانیہ پورے یورپ کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی۔

ماضی میں بعض حکمران اور مفاد پرست طبقے اپنی اثر و رسوخ میں اضافے کے لئے بعض ضعیف احادیث کا سہارا لیتے رہے ہیں اور ایسی بہت سے ضعیف حدیثیں آج بھی کتب میں مذکور ہیں۔ مصر کے عباسی خاندان نے بھی اسی طرح ایک حدیث کو مصلحت کے تحت مسلمانوں میں عام کر دیا تھا جس میں آنحضورؐ سے منسوب یہ ارشاد تھا کہ ''خلافت میرے چچا عباسؓ کے بیٹوں اور میرے باپ کے ہم جدوں میں رہے گی حتیٰ کہ وہ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کریں گے''...... لہٰذا مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ عباسیوں کی خلافت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک قائم رہے گی۔

چنانچہ جب مصر کے عباسی خلیفہ نے عثمانی سلطان سلیم اول کو خلافت کے اختیار سونپ دئے تو واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا حدیث قطعی طور پر وضعی اور جھوٹی تھی۔

اب ہم واپس آتے ہیں اس باب کی شخصیت سلطان سلیمان اعظم کی طرف جو ۹۰۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ۹۲۶ھ میں اپنے والد سلطان سلیم اول کی وفات کے بعد قسطنطنیہ میں

Marfat.com

صرف ۲۵ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس قدر شاندار صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ اس کے عہد میں جب دنیا میں بہت بڑی بڑی شخصیتیں موجود تھیں جن میں شہنشاہ چارلس پنجم آف سپین' فرانس کا نامور بادشاہ فرانس اول' انگلستان کی ملکہ ایلزبتھ اول' اٹلی کا پوپ لیوز دہم' سپین کا ہیرو کارتزا جس نے امریکہ کی ریاست میکسیکو کو فتح کیا اور نامور برطانوی جہازراں اور مورخ ریلے...... لیکن اپنے کمالات کی بنا پر سلطان سلیمان ساری دنیا سے سلیمان دی میگنیفیشنٹ' سلیمان دی گریٹ کہلوایا۔ دشمن بھی اس کی خداداد ذہانت' قابلیت اور شجاعت سے انکار نہ کر سکے۔

دیگر سلاطین عثمانیہ کی طرح سلطان سلیمان اعظم کی رسم تخت نشینی بھی حضرت ایوب انصاریؓ کی مسجد و خانقاہ میں ادا کی گئی۔ حضرت ایوب انصاری قسطنطنیہ کی فتح کے لئے مجاہدین کے ساتھ یہاں آئے تھے اور اسلام دشمن رومی لشکر کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ وصیت کے مطابق انہیں قلعہ کی فصیل کے ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ جہاں ترکان عثمانیہ کے سلطانوں کی رسم تاجپوشی ادا کی جاتی تھی اور ان کی کمر میں ان کے جدامجد غازی عثمان خان کی تلوار باندھی جاتی تھی۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد سلیمان اعظم نے سب سے پہلے اپنی خاندانی روایت کے مطابق اپنے والد سلطان سلیم اول مرحوم کے مرقد پر مقبرہ تعمیر کرایا۔ اس کے ساتھ ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ اور ساتھ ہی ایک شفاخانہ تعمیر کرایا۔ سلطان سلیم اول کے انتقال کی خبر سے رومیوں نے اطمینان کا سانس لیا اور انہوں نے سمجھا کہ یورپ کے لئے عثمانی ترکوں کا خطرہ ٹل گیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں خوفناک شیر کا جانشین اب ایک نوعمر ناتجربہ کار بکری کا بچہ تھا۔

تخت نشینی کے اگلے برس سلطان سلیمان اعظم نے ہمسایہ عیسائی ملک ہنگری کے بادشاہ کے پاس پیغام بھجوایا کہ وہ اسلام کی حقانیت تسلیم کرتے ہوئے سلطنت عثمانیہ کو علاقے کی نگران طاقت کی حیثیت سے حفاظتی ٹیکس' جزیہ ادا کرے۔ ہنگری کی حکومت نے سلطان کے سفیر کو قتل کر ڈالا۔ یہ بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک سفیر کا ناحق قتل تھا اور ترکان عثمانی کی غیرت کو للکارا گیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے ہنگری پر

Marfat.com

چڑھائی کردی اور رمضان المبارک ۹۲۷ھ کو بلغراد فتح کرلیا اور وہاں اپنی زیر نگرانی ایک مقامی عیسائی سردار کو حاکم مقرر کردیا۔

بلقان کے خطہ میں چونکہ یہ ایک اہم ملک تھا اس کے سلطنت عثمانیہ میں شامل ہونے سے سلطان سلیمان اعظم نے سب کی توجہ حاصل کرلی۔ بلغراد کی فتح پر ہمسایہ ملک جمہوریہ وینس کے امیر اور روس کے شہنشاہ نے سلیمان اعظم کو مبارکباد کے پیغام بھجوائے۔ سلطان انتہائی روادار حکمران تھا اس نے صرف ان عیسائی حکومتوں کے خلاف کارروائی کی جو مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے رہتے تھے اور مسلم ممالک پر حملے کرتے تھے مثلاً روم اور سپین جبکہ فرانس کی حکومت کے ساتھ سلطان کے اچھے مراسم تھے اور آپس میں تجارت تھی اور بعض مہموں کے لئے وقتی طور پر مشترکہ دفاع کے معاہدے بھی کئے گئے تھے۔

سلطان کی اوّلین ترجیح مسلمانوں کے عزت و وقار کا تحفظ اور عوام کی خوشحالی تھی۔ اس نے عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے اور نظم و نسق کو مثالی بنانے کیلئے قوانین کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی جس کی بنا پر اسے ترک سلیمان قانونی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس نے اپنے عہد میں بے شمار دیدہ زیب مساجد تعمیر کرائیں۔ ملک کے اندر آج کی کسی بھی اچھی سے اچھی جمہوریت کی طرح عوام کو مکمل حقوق حاصل تھے۔ ترک اور غیر ترک کی تخصیص کو اسلامی مساوات کے منافی سمجھا جاتا تھا۔ فوج کو حکومت کی طرف سے باقاعدہ تنخواہیں ملتی تھی اور فوجیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مفتوحہ علاقوں میں کسی شخص پر زیادتی نہ کریں اور لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کریں۔

جس زمانے میں سلطان سلیمان اعظم یورپ میں اسلام کے اثرات پھیلانے کیلئے جہاد میں مصروف تھا' شاہ ایران طہماسپ صفوی نے موقع دیکھ کر سلطنت عثمانیہ کے علاقوں میں داخل ہو کر تبریز پر قبضہ کرلیا۔ ۹۴۰ھ میں سلطان نے اس طرف توجہ کی اور اپنے لشکر کے ساتھ دان اور ارجیش کے قلعے فتح کرتا ہوا تبریز پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے عرب میں داخل ہوا اور بغداد کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ یہاں اس نے امام ابو حنیفہؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزارات کی تعمیر کرائی اور کربلائے معلیٰ کی زیارت کی۔

Marfat.com

خیرالدین بار بروسہ یا بار بروصہ جس کا ہم علیحدہ ذکر کریں گے ایک ماہر جہازراں تھا۔ یہ اٹلی کے ایک جزیرے کا رہنے والا نومسلم تھا۔ اس نے اپنی مرضی سے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس کا بھائی اورج یا عروج بھی ملاح تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ ان دنوں سپین میں مسلمانوں کے خلاف قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا اور مسلمان کشتیوں میں بیٹھ کر ہسپانیہ سے فرار ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کشتیوں کو رومی اور ہسپانوی بحری قزاق لوٹ لیتے تھے۔ ان عیسائی بحری ڈاکوؤں کے خلاف انتقامی کارروائی کرتے ہوئے باربروسہ اور عروج نے بھی رومیوں کے جہازوں کو لوٹنا شروع کر دیا اور اپنے ساتھ بہت سے شاگردوں کو ملا لیا۔ سلطان سلیم اول نے بار بروسہ کی سرپرستی کی اور اسے سپین کے مسلمانوں کی مدد کے لئے کچھ کشتیاں دے دیں۔ باربروسہ نے بہت سے مسلمانوں کو بحفاظت سپین سے نکالا اور اپنی طاقت میں اضافہ کر کے الجزائر کے کچھ ساحلی علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں اپنے اڈے بنا لئے۔

سلیمان اعظم جب بغداد تک کا علاقہ عثمانی سلطنت میں شامل کر کے دارالحکومت پہنچا تو بار بروسہ نے اس کے دربار میں حاضر ہو کر الجزائر کے ساحلی علاقے سلطان کی عملدراری میں دینے کی پیشکش کی جسے سلطان نے قبول کرلیا اور خیرالدین بار بروسہ کو قبون دان دریا کے نام سے عثمانیہ بحری بیڑے کی امارت دے دی۔

سپین کے بادشاہ شارلگان نے جس کی حکومت ہنگری تک تھی اور وہ مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا اس نے اپنے بیڑے کے ذریعے شمال مشرقی افریقہ کے مسلمان آبادی والے علاقوں پر حملہ کر کے تیونس کو تباہ و برباد کیا تھا اور وہاں کی مسجدیں مسمار کر دی تھیں اس لئے اس کی سرکوبی کے لئے سلطان سلیمان نے خیرالدین بار بروسہ کو عثمانی بیڑے کے ساتھ روانہ کیا جس نے اطالوی ساحلوں پر شارلگان کو زبردست شکست دی اور بے شمار مالِ غنیمت حاصل کیا۔

۹۷۳ھ میں آسٹریا کے بادشاہ فرڈیننڈ کے بیٹے نے ہنگری کے علاقے توکائے پر قبضہ کرلیا۔ سلیمان اعظم اس وقت بیمار تھا اسے نقرس کا شدید درد تھا لیکن اس کے باوجود اس نے بڑی شجاعت اور جوانمردی سے آسٹریا کے قلعہ سکنوار کا محاصرہ کرلیا اور اسے فتح کر

Marfat.com

لیا لیکن یہ سلطان کی آخری فتح تھی۔

۳۰ صفر ۹۷۴ھ کو سلطان نے ۷۴ سال کی عمر میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا اور تاریخ کو مسلسل جدوجہد کی ایک یادگار کہانی دے گیا۔ امریکہ کا مشہور مورخ ہیر لڈلیم' سلطان سلیمان کی بے مثال صلاحیت اور جرات وہمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سلطان سلیمان عالیشان نے دیگر فتوحات کے علاوہ اپنی زندگی میں بحیثیت سپہ سالار جو دو کارنامے سرانجام دیئے وہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک یہ کہ وہ موسم سرما کے آغاز پر اپنی فوجوں کو دشمنوں کے کوہستانی علاقوں سے بحفاظت نکال کر لے گیا۔ ایک مرتبہ وی آنا سے قسطنطنیہ تک اور دوسری مرتبہ تبریز سے بغداد تک اس کے برعکس ماسکو میں نپولین جیسے مرد آہن کو کبھی کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ وہ تو جب پسپا ہوا تو اپنی فوجیں دشمن کے رحم وکرم پر چھوڑ کر خود بھاگ نکلا۔

اگرچہ مغربی دنیا سلیمان اعظم کو عیسائیت کا دشمن اور ظالم قرار دیتی ہے لیکن اکثر مورخین اس کی اعلیٰ ذاتی صفات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مشہور انگریز مورخ رچرڈ نولس لکھتا ہے کہ ''سلطان ارادے کا بہت پکا اور دریا دل انسان تھا اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا تھا۔ اس میں اگر کوئی کمی تھی تو یہ کہ وہ عیسائی نہیں تھا''۔

افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کے پچاس آزاد ملک ہیں اور وہ دنیا کی مجموعی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ ہیں لیکن ان کی اکثریت فرقہ پرستی اور جہالت کا شکار ہے' جذبہ ایمانی کمزور ہے اور وہ اہل اور جرات مند قیادت سے محروم ہیں۔ نئی نسل اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھے تو ممکن ہے مستقبل قریب میں پھر ان میں کوئی سلیمان اعظم اور صلاح الدین ایوبی پیدا ہو جائے۔

Marfat.com

خیرالدین پاشا باربروسہ

عالمی سطح پر آج دنیا کی کسی بھی فوجی طاقت کے لئے بری افواج کے ساتھ ساتھ موثر فضائیہ اور وسیع بحریہ کا وجود بھی لازمی ہے۔ ہوائی جہاز کی ایجاد سے پہلے دور دراز کے علاقوں میں کارروائی کیلئے بحری بیڑے کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ جہاز رانی کے میدان میں تجارت کے حوالے سے عربوں کا بڑا نام تھا لیکن بحیرہ روم کے علاقے میں عیسائی بحری قزاق اکثر تجارتی جہازوں کو لوٹ لیتے تھے اس لئے مسلمانوں نے بحری فوج قائم کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے محرک حضرت امیر معاویہؓ تھے جن کی تجویز پر حضرت عثمانؓ کے عہد میں جنگی کشتیاں بنائی گئیں اور باقاعدہ امیر البحر مقرر کیا گیا۔ امیر البحری کا لفظ بگڑ کر انگریزی میں ایڈمرل بن گیا تھا جو آج تک رائج ہے۔ اسلامی بحری بیڑے کا آغاز 28 ہجری میں ہوا تھا۔ جہاز سازی کے کارخانے بھی بندرگاہوں پر قائم کئے گئے جنہیں ''ترسانہ'' کہا جاتا تھا۔ سب سے بڑا ترسانہ بنوامیہ کے فرمانروا عبدالملک بن مروان کے عہد میں تیونس میں قائم تھا۔

دنیا کی بحری عسکری تاریخ میں آج تک سب سے معروف نام امیر البحر خیرالدین باربروسہ کا نام ہے جس کے پائے کا ماہر جہازراں جنگجو نہ اس کے زمانے میں تھا اور نہ ہی اس کے بعد ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔

اسلامی بحری فوج کی پہلی فتح یونان کے بہت بڑے جزیرہ قبرص پر قبضے سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد بحیرہ روم کے اہم جزیرہ صقلیہ کی فتح تھی جہاں بحری ڈاکوؤں نے اڈے

Marfat.com

بنا رکھے تھے اور ان قزاقوں کو یورپ کی عیسائی حکومتوں کی سرپرستی حاصل تھی یہ مسلمانوں کے تجارتی جہازوں کو لوٹ لیتے تھے۔ صقلیہ کی فتح بنی غالب کے فرمانروا زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب کے عہد میں حاصل ہوئی۔ اس کے بعد مسلمان بحیرہ روم کی بہت بڑی جنگی طاقت بن گئے۔

عثمانی خلیفہ سلطان محمد ثانی کے زمانے تک یورپ میں وینس اور جنیوا کے پاس بھی جنگی بیڑے تھے جن کی حکومتیں مسلمانوں سے تعاون کرتی تھیں جبکہ دوسری عیسائی حکومتیں بحری قزاقوں کی سرپرستی کرتی تھیں خصوصاً سپین کا بادشاہ۔ سلطان محمد فاتح نے ترکی کے لئے ایک بڑا جنگی بیڑا قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ وہ قسطنطنیہ (آج کا استنبول) کو فتح کرنا چاہتے تھے جس کی حفاظت کے لئے بحیرہ روم میں ہر وقت رومی جنگی جہاز موجود رہتے تھے۔ سلطان محمد فاتح کو قدرت نے ان کے مقصد میں کامیابی عطا کی اور وہ قسطنطنیہ کو فتح کر کے تاریخ میں ''فاتح'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

سلطان محمد کے پوتے سلیمان اعظم قانونی کے عہد میں عثمانی جنگی بیڑے کی نئے سرے سے تنظیم کی گئی۔ خیرالدین پاشا باربروسہ ان ہی کے عہد میں امیر البحر تھے۔ پرتگالی ملاح جہازرانی کے بہت ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ان کی زبان میں ''باربوزا'' سرخ داڑھی والے کو کہتے تھے۔ خیرالدین پاشا اپنی داڑھی کو جو سفید ہو رہی تھی۔ مہندی وسمہ لگا کر سرخ رنگ دیا کرتے تھے۔ یہ رواج عربوں سے ترکوں میں آیا تھا۔ امیر البحر خیرالدین پاشا کی اس قدر شہرت تھی کہ دشمن کے جہازران انہیں دور ہمارے دیکھ کر محتاط ہو جاتے تھے اور کہتے تھے ''باربوزا'' ''لال داڑھی والا'' باربروسہ آ گیا۔ لفظ ''باربوزا'' ترکی اور عربی زبان میں باربروسہ بن گیا جو امیر البحر خیرالدین پاشا کے نام کا بھی لازمی جزو بن کر رہ گیا۔

دسویں صدی ہجری میں سلطنت عثمانیہ کے بحری بیڑے نے بحیرہ روم میں بے شمار کارنامے سرانجام دیئے۔ اس دور میں سپین کے بادشاہ چارلس کا بحری بیڑا سب سے بڑا اور طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ امیر البحر مقرر ہونے کے بعد خیرالدین پاشا کا پہلا مقابلہ شہنشاہ چارلس کے بیڑے سے ہوا۔ خیرالدین پاشا باربروسہ نے سپین کے بیڑے کو شکست دے

Marfat.com

کر کورن پڑاس اور دوسرے ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اٹلی کے ساحلوں پر بھی حملے کئے اور بہت سا علاقہ فتح کر کے عثمانی سلطنت میں شامل کرا دیا۔ چارلس کے مشہور امیر البحر انڈریا ڈوریا کو انہوں نے کئی مرتبہ زبردست شکست سے دوچار کیا۔

اس زمانے میں الجزائر سلطنت عثمانیہ میں شامل تھا لیکن تیونس میں الگ حکومت تھی۔ تیونس کے حکمران سلطان حسن نے عیسائی شہنشاہ چارلس کے ساتھ مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر رکھا تھا اور دونوں جنگ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ اس وجہ سے سلطان سلیمان اعظم کی ہدایت پر خیرالدین باربروسہ نے تیونس پر حملہ کر دیا اور اس پر قبضہ کر کے اسے الجزائر کا حصہ بنا دیا۔

تیونس کے معزول بادشاہ حسن نے عیسائی شہنشاہ چارلس سے مدد کی درخواست کی۔ شہنشاہ چارلس نے پانچ سو بحری جنگی جہازوں پر مشتمل بیڑا تیس ہزار سے زیادہ جنگجوؤں کے ساتھ تیونس پر حملہ کے لئے بھیج دیا۔ خیرالدین باربروسہ کے پاس فوج بہت کم تھی اس لئے اس جنگ میں اسے شکست کھا کر تیونس سے نکلنا پڑا۔ شہنشاہ چارلس کی فوج نے تیونس میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بہت سے جان بچانے کیلئے عیسائی بن گئے۔

اس شکست کے بعد سلیمان اعظم نے بھی مصلحتاً فرانس سے بحری معاہدہ کر لیا جس کے مطابق دونوں حکومتوں نے سمندروں میں بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کیا۔ اسی دوران میں فرانس اور سپین کے درمیان ایک بڑی بحری جنگ چھڑ گئی جس میں یورپ کے دیگر ممالک نے بھی دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے لڑائی میں حصہ لیا۔ معاہدے کے مطابق سلیمان اعظم نے فرانس کی مدد کے لئے خیرالدین باربروسہ کی قیادت میں عثمانی جنگی بیڑا روانہ کر دیا۔ خیرالدین پاشا باربروسہ نے اسے پچھلی شکست کا بدلہ چکانے کا اچھا موقع جانا اور وہ بڑے جوش و خروش سے شہنشاہ چارلس اور اس کے اتحادیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ چارلس کی بحری فوج کا ایک بہت بڑا اڈہ کارفو نامی جزیرے میں تھا۔ خیرالدین پاشا نے اس جزیرے کا محاصرہ کر لیا اور چند ہی روز میں اسے

Marfat.com

فتح کر کے اس پر سلطنت عثمانیہ کا جھنڈا لہرا دیا۔ جنگ میں وینس کی حکومت بھی سپین کی مدد کر رہی تھی اس لئے خیرالدین بار بروسہ نے وینس کے ماتحت ارد گرد کے جزیروں پر بھی قبضہ کر لیا۔

کچھ عرصے کے بعد فرانس اور سپین کے درمیان وینس کے مقام پر عارضی صلح کا معاہدہ ہو گیا تاہم ترکی اس میں شامل نہ ہوا۔ اب علاقے میں سلطنت عثمانیہ کی پوزیشن پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہو چکی تھی۔ 1945ء میں عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پوپ فرڈی نند نے جو ہنگری کا بادشاہ بھی تھا' عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کرنے کے لئے اس جنگ کو اپنے فتوے کے ذریعہ مذہبی لڑائی یعنی صلیبی جنگ (Crusade) قرار دے دیا اور ہنگری' جمہوریہ وینس اور سپین کے شہنشاہ چارلس نے ترکوں کے خلاف ''مقدس اتحاد'' قائم کر لیا۔ یورپ کے دوسرے عیسائی ملکوں نے بھی اس اتحاد کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اس طرح جو عیسائی بیڑا قائم کیا گیا اس کی طاقت عثمانی بیڑے سے کئی گنا زیادہ تھی۔ عیسائیوں نے اس متحدہ جنگی بیڑے کی کمان دنیا کے نامور ترین امیر البحر انڈریا ڈوریا کے سپرد کی۔ عثمانی بیڑے کی قیادت خیرالدین پاشا بار بروسہ کے پاس تھی۔ جزیرہ پرویسیا کے قریب یہ انتہائی خونریز تاریخی بحری لڑائی ہوئی جس میں عیسائی اتحاد کے بیڑے کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اگلے برس شہنشاہ چارلس نے ایک بار پھر زبردست فوج کے ساتھ بحری بیڑے کے ذریعے الجزائر پر حملے کی کوشش کی مگر اسے بھی خیرالدین بار بروسہ نے ناکام بنا دیا۔

خیرالدین پاشا نے اپنی جہاز رانی کی زندگی کا سلسلہ عیسائی بحری قزاقوں کے خلاف' جو مسلمان تاجروں کے جہازوں کو لوٹ لیتے تھے' جوابی کارروائی کے خیال سے عیسائی حکومتوں کے تجارتی جہازوں کو لوٹنے سے شروع کیا تھا اور انہوں نے بہت سی دولت جمع کر کے ذاتی جہاز بنائے۔ اور بہت سے شاگرد اور ساتھی شامل کئے۔ وہ ساری دولت اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیتے تھے اس لئے ان کے ساتھی ان پر جان چھڑکنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ بعد میں انہیں سلطنت عثمانیہ کی بحریہ میں ملازمت پیش کی گئی اور وہ اپنی اہلیت کی بنا پر

Marfat.com

جلد ہی امیر البحر بنا دیئے گئے۔ دوسری طرف عیسائیوں کے امیر البحر انڈر یا ڈوریا بھی شروع میں بحری قزاق ہی تھے۔

953ھ تک خیر الدین پاشا بار بروسہ نے بحیرہ روم میں ہونے والی ہر لڑائی میں فتح حاصل کی اور اہل یورپ انہیں ''ناقابل شکست'' تسلیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عیسائی ملاح اور سپاہی بحریہ میں بھرتی ہوتے وقت یہ شرط رکھنے لگے کہ انہیں ''بار بروسہ'' سے لڑنے کے لئے نہیں کہا جائے گا۔

953ھ کے آخر میں جب خیر الدین پاشا کا انتقال ہوا تو ان کی عمر نوے سال تھی اور وہ آخری دم تک سرگرم عمل رہے تھے۔ ان کا مزار سلطان نے سمندر کے کنارے اس طرح بنوایا کہ اس کی لہریں ہر وقت مزار کی دیوار کو چومتی رہیں۔ درۂ دانیال میں شاخ زریں کے آخر میں بکشطاش میں خیر الدین بار بروسہ کا مزار آج بھی موجود ہے اور ترکی کا بحری بیڑا جب بھی اس علاقے سے گزرتا ہے تو اس عظیم الشان امیر البحر کو سلامی پیش کرتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مسلمان فاتحین

ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ

Marfat.com